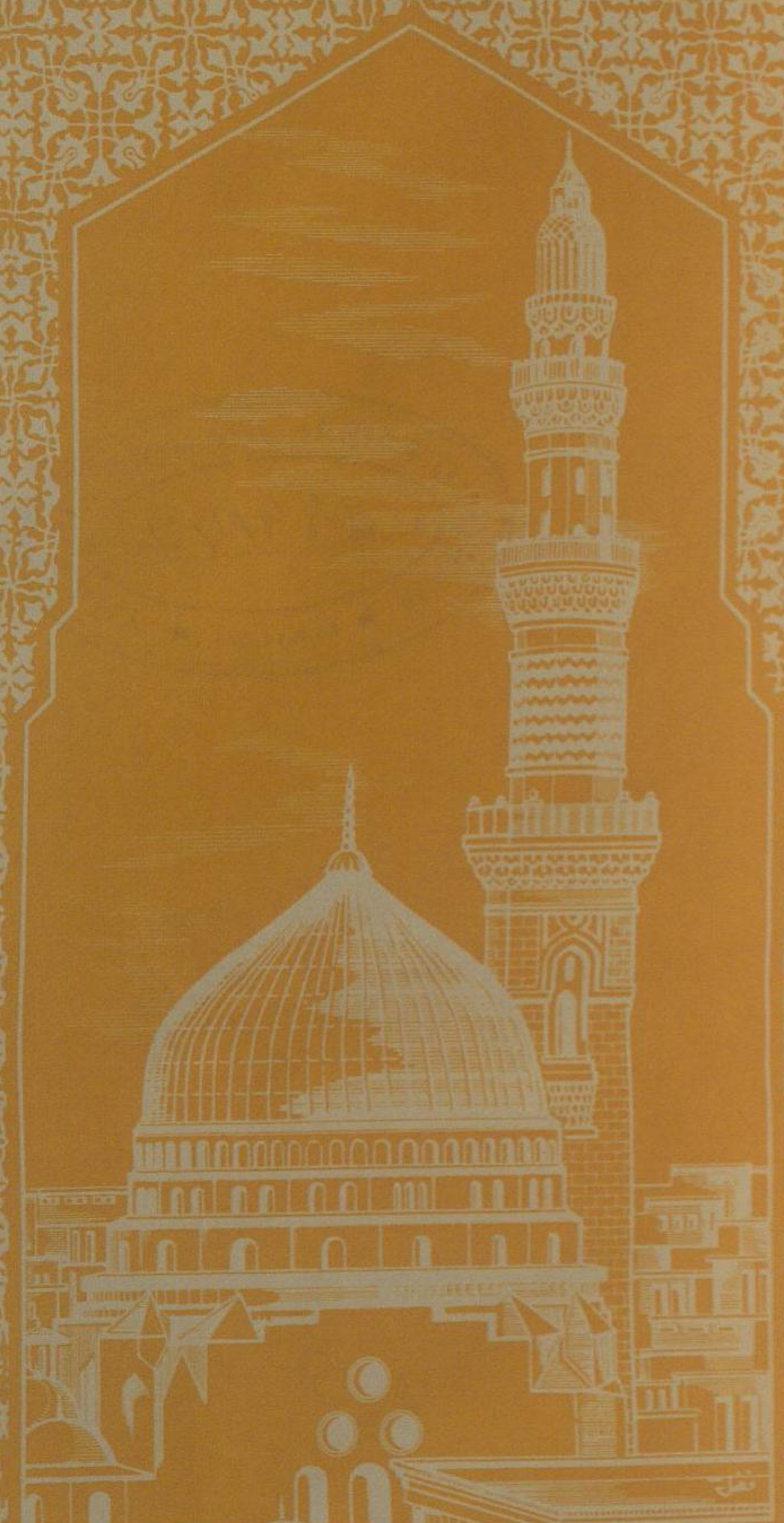
مثنوی مولوی معنوی
رحمۃ اللہ علیہ

دفتر دوم

مترجمہ
مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل
۳۸ اردو بازار لاہور



باسمہٖ سبحانہٗ

دفتر دوم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبان پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دفترِ اول کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب و انجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفترِ اول مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجراء کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے رومؒ کی سات سو سالہ یادگار منائی جا رہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہو رہے ہیں ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہیئے اور اسی میں دفترِ اول کے اجراء کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفترِ اول کا اجراء کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبد الحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیرِ صدارت جشن ۷۰۰ سو سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب دری زاد لطفہٗ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خاں صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے، بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا ایک قابلِ ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹیلی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفترِ اول کے اجراء اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف اسی اجتماع کو رونما کرنے پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی اردو کا کوئی موقر اخبار یا رسالہ ایسا ہو گا جس نے دفترِ اول پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل کا اصرار نہ کیا ہو۔ میں

مُنعمِ وہّاب کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اُس کی رحمتِ بے پایاں
سے اُس کی قبولیت وہم وگمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ ملک کے اہلِ علم نے
بذریعۂ خطوط اُس کی تعریف وتوصیف کی اور ملک کے ہر ہر گوشہ سے اُس کی مانگ
شروع ہوگئی۔ میں نے اُس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفترِ دوم پر کام شروع کر دیا۔ آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کر رہا ہوں یہ دفترِ دوم اس قابل ہوگیا ہے کہ اُس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفترِ اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسّر آرہی ہیں اُن کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاس گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور اُن کی وزارت کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ موصوف نے دفترِ اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے دفترِ دوم تو عنقریب ہی سامنے آجائیگا۔ اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اُس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں ناظرین سے استدعا ہے وہ دعا فرمائیں ربّ العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرمادے کہ میں قلمی اعتبار سے اس خدمت کی جلد از جلد تکمیل کر سکوں۔ گو سِن ۷۰ سال میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۷۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں، قوائے جسمانی بھی انحطاط پذیر ہیں لیکن مولائے کریم سے پر اُمید ہوں کہ وہ اس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرمادے گا جس سے میں اپنی اس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيز۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفترِ اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں اُس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ "جامعہ" کے شماروں میں اسی موضوع پر مسز انیماریا شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از سید ضیاء الحسن صاحب ندوی نظروں سے گذرا اُس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ مستشرق خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہِ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی اُن سے ملنے اور اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اُس کی تلخیص و اقتباس دفترِ دوم کے اس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ جامعہ ہدیۂ ناظرین کروں۔ اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس تلخیص اور غیر مرتب اقتباس کو دفترِ اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ ملا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیرِ نگین ہے۔ اس تاریخ ولادت پر مورخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب "فیہ مافیہ" کی ایک

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولاناؒ خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ
کے جو کہ ۱۲۰۷ء میں ہوا تھا چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں اس سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔

بلخ اس دور میں علمی و دینی مرکز تھا، قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا ہو سکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رجحانات میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اسی شہر کی دین ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے اُن کی بیزاری گوتم بودھ کے زہد اور ترکِ دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے رومؒ نے بچپن میں فلسفی متفکر امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا، امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں اُن کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ۱۲۰۹ء میں صوفی مجد والدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دیدینے کا سبب بھی یہی بنے تھے، مولانائے رومؒ کے والد شیخ بہاؤالدین ولد سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے رومؒ بھی دینی معاملات میں عقل و فلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ اِن کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو "الکافر الاحمر" سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بُدے   فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا   تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی اِن حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤالدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہو گئی تھی جبکہ شیخ بہاؤالدین نے بلخ ۱۲۱۸-۱۹ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤالدین ۱۲۲۳ء میں وسطِ روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدینؒ کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤالدین "لارندا" میں مقیم رہے۔ مولانائے رومؒ کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اُس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولاناؒ نے اُن کی یادگار میں بنائی تھی مولانائے رومؒ نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے اُن کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولانائے رومؒ کے خلیفہ دوم اور مولاناؒ کے بہترین سوانح نگار اور اُن کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤالدین کیقباد نے شیخ بہاؤالدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بلوالیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے سو کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤالدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اُس دور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا شیخ بہاؤالدین ولد اور اُن کے خاندان کے آجانے سے اس کی رونق دوبالا ہو گئی۔ ۲۲ر جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤالدین اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔

شیخ بہاؤالدین کی وفات کے چند سال بعد اُن کے شاگردِ رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا رومؒ نے

انہی سے علوم لدنی، حکمتِ الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہو سکتا ہے کہ ممتاز صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق ۱۲۴۰ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۲ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کر لیا، اناطولیہ بھی اُن کے قبضہ میں آ گیا قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہو چکا تھا، اِس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمس دوام کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں اُن میں سب سے زیادہ قرینِ قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرقِ مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اِس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دوکان تھی اور اُس پر اِن دونوں کی مجلس اِس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریاتِ زندگی کی خبر، پورے چھ ماہ اسی عالم میں گذر گئے، یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اِس قدر انقلاب کا سبب بنے اُن کے صحیح واقعات تو پردۂ خفا میں ہیں لیکن اِس قدر ضرور معلوم ہے کہ اُن کی سخت تنقید سے اُس دَور کے صوفیا میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دَوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، انسانی شباب میں انھیں جمالِ خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے، شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمہاری گردن میں کجی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر ہی کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربی سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور اُن کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہِ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدین ابنِ عربی کو نو آموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین عربی کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیا کے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انھیں خواب میں براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ

سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں بزرگ عالم
عبدالباقی کی اِس رائے سے اتفاق ہے کہ وہ عملاً قلندر اور ایک
جہاں گشت درویش تھے شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اِس کی
تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ اُن کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ
عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے کر کے
قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چندماہ کی صحبت سے مولانائے رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں
بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا اسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض وغضب کی وہ
آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اِس جُدائی کا مولانائے رومؒ پر یہ اثر پڑا کہ اُن کو اپنا غم
ہلکا کرنے کے لئے رقص وسرود اور نغمۂ موسیقی کی پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولاناؒ کو پتہ چلا کہ شمس الدین
شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو اُن کو واپس لانے کے لئے روانہ
کیا شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور وانبساط کا عالم طاری ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا
مشکل تھا کہ اُن میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے اُن کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے "کیمیا"
نامی ایک دوشیزہ سے اُن کی شادی کرادی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل رُوحانی اور وجدانی
گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے اُنکے اندر پھر شمس الدین
کے خلاف غم وغصہ کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ اسی دوران ۱۲۴۸ء میں "کیمیا" کا انتقال ہوگیا تو پھر شمس الدین
قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اِس رُوپوشی کے بارے میں
متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رُخصت ہوئے
"افلاکی" صراحت کرتے ہیں کہ اُن کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخر العلماء علاؤالدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے
قتل کردیا گیا لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتلِ عمد جیسے معیوب اور
ذلیل مجرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہرحال کہا جاتا ہے کہ ۵ر دسمبر ۱۲۴۶ء کی رات تھی دونوں بزرگ شب کے آخری حصہ تک باہمی
گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بُلا کر اُن پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور اُن کو قتل
کرکے قریب کے ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی
ہے صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو انھوں نے اُن کی نعش کو کنوئیں سے
نکال کر ایک قبر میں دفن کردیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی
لگادی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کھدائی کی گئی ہے اُس سے ایک بڑی
قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہدِ سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا
میوزیم کے ڈائرکٹر سید محمد اورندا افلاکی کے اِس بیان کی تائید

کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اِس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ اُن کو اِس سانحہ کا علم ہوگیا تھا۔ بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولانا وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اُس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اُس سے پوچھو کہ اُس فردوسِ بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اِس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ اُن کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں

تنہا میں ہی شمس الدین شمس الدین نہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ اُدھر بطخیں اور سارس تالابوں میں اور ٹیلوں پر بُلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالَم میں نغمہ سرا ہیں، اِدھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔

شمس الدین کانِ جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جامِ جم، شمس الدین بحرِ بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین یدِ بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔

مولانا کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہوگیا تھا لیکن اِس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اِس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفا میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین اُن کے بارے میں اِس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اِس جیسی شخصیت کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں لیکن وہ عظیم کلاہِ درویشی جو قونیہ میوزیم میں آج بھی موجود ہے اِس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اِس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی، آنکھوں نے اُس کو دیکھا ہے اور اُس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔

اِس میں کوئی شک نہیں مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔

بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اُس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے اور شمس الدین وہ چنگاری تھے جو اُس چراغ کو روشن کر گئی۔

شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح، الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمہ سے مانوس ہونے لگی۔ وہ ایک روز قونیہ میں صرافہ کے بازار سے گذر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولاناؒ کے کان میں پڑی اور مولانا بے اختیار رقص کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہوگئے۔ اِس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولاناؒ گھنٹوں اسی عالَم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق سے فیض یافتہ تھے، زہد و تقشف میں

شیخ و مُرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اِسی بنا پر شیخ محقق نے باوجود اُن کی ناخواندگی کے اُن کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین تبریزی کے بعد مولاناؒ کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پُرانا کیف و سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولاناؒ نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کردی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح الدین بیمار رہے۔ مولاناؒ اُن کی تیمارداری میں اِس قدر منہمک اور مصروف ہوئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل رہے اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جُدا ہوتے تھے۔ جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اِس دُنیا سے رخصت ہوئے اور اُن کی روح عالمِ ارواح کے تصرفات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولاناؒ تدفین سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے۔ مولاناؒ نے اُن کا جو مرثیہ لکھا اُسمیں تحریر فرمایا:-

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر کبھی روتا تھا تیرے عہدِ زریں کی یاد میں ہوش و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے، اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے، مکان ولامکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیلِ امین کے پَر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اولیاء و انبیاء سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے تم کیا اُڑے کہ وہ شاخ بھی اُڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اُڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولاناؒ صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین اِسی وجدانی کیفیت کے دَوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنھیں برسوں مولاناؒ کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اُس کے آداب سے اُن کے شغف اور اُن کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

مولاناؒ کا حُسنِ سلوک حُسنِ معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو اُن کے دَر تک کھینچتی تھی مولاناؒ کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کُھلے رہتے تھے۔ مولاناؒ کے معتقدین میں جہاں مَردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سُلطان غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولاناؒ کی جُدائی برداشت نہ کر سکیں تو اُنھوں نے ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولاناؒ کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولاناؒ کی پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریقِ مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولاناؒ کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولانا اُن کو "سارہ" ثانی اور "مریم زمانہ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولاناؒ کے جذب و کشش کا محور بنی وہ حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی ترک قونیہ کی سوسائٹی میں درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین

مولاناؒ کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے سے اُن کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے اُن کو مو نہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو اُن پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنیوالوں کی تکلیف کو خود بخود اس طرح محسوس کر لیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود اُن کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولاناؒ نے اُن کو اپنے بعض خطوط میں "جنیدِ عصر" سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولاناؒ کے الہامی افکار اور اُن کی حکمت و تعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر پر ہے جنھوں نے مولاناؒ کے صوفیانہ فلسفہ اور حکمت کو اصل صورت میں محفوظ کر دیا اور مولاناؒ کی تحریروں کو اُن کے عقیدتمندوں اور مریدوں نے یکجا کر دیا۔ مولاناؒ نے انہی کی فرمائش پر اپنا روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے اُن کو املا کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولاناؒ کے ساتھ رہے۔ مولاناؒ کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اُس کو قلمبند کر لیتے۔ سڑک ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفلِ سماع ہو یا خلوت خانہ، سایہ کی طرح مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفترِ اوّل کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے مستعصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اُس وقت دفترِ اوّل کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفترِ اوّل کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو مولاناؒ کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفترِ دوم شروع کیا۔ مولاناؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تب ہی مثنوی کے املا کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسمِ خزاں میں مولاناؒ کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے۔ طبیبوں نے بہرحال یہ محسوس کر لیا کہ مولاناؒ کے پھیپھڑے میں پانی اُتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُرملال شام تھی جس میں مولاناؒ ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ اُن کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولاناؒ کی بلّی نے بھی اُن کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولاناؒ کی اہلیہ نے مولاناؒ کے پہلو میں دفن کرا دیا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث و تفسیر اور سیرِ صحابہ

اِس موضوع پر میں دفترِ اوّل کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اِس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "غایۃ المقال" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے اِس پر بعض جہلاء اُن کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اُن کی

مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ غور کرنا چاہیئے اگر اُن کی یہ تفسیر و تاویل اصولی عقائد سے متعلق نہیں ہے تو اُن کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مُبتدع اور کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سِیَر انبیاء و صحابہ کی بحث ہے اِس کے متعلق بھی میں دفترِ اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولانا نے دفتر دوم میں "سجدہ کردنِ یحییٰ مسیح در شکم مادر یک دگر را" کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے اُس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کئے ہیں اور پھر فرمایا ہے :-

ایں بداند آنکہ اہلِ خاطرست اِس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحبِ دل ہے	غائب از آفاق او را حاضرست آفاق سے غائب (چیز) اُس کے لئے حاضر ہے
پیشِ مریمؑ حاضر آمد در نظر حضرت مریمؑ کی نگاہوں کے سامنے آ گئی	مادرِ یحییٰؑ کہ دورست از بصر حضرت یحییٰؑ کی ماں جو نگاہ سے دور تھی

اور پھر فرمایا :-

ور ندیدش نز برون و نز درون اور اگر مریمؑ نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر بھی نہ دیکھا ہو	از حکایت گیر معنیٰ اے زبون اے ناقص! اِس حکایت سے معنیٰ اخذ کرلے
نے چناں افسانہا بشنیدۂ کیا تو نے ایسے افسانے نہیں سُنے ہیں	ہمچو شیں بر نقشِ آں چسپیدۂ تو اُن کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اسی طرح مثنوی کے قِصص اور حکایات کو سمجھو اور اُن سے صحیح نتائج اخذ کرلو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار نے "منطق الطیر" لکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا۔ کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے لیکن اِس فرق کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سِیَرِ صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں وہ اُن کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اِس سلسلہ میں مَیں نے دفترِ اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔

دفترِ دوم کی تصوّف کی چند اصطلاحیں

فتوح۔ عبادات ومکاشفات اور علوم ومعارف کا دروازہ کھل جانا۔ فتح۔ بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہوجانا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ میں اِس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ حسِ خفاش انسان کے مادّی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ حسِ دُرپاش۔ روحانی حواس۔ مراقبہ۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹاکر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ حضورِ یار۔ معیتِ حق تعالٰے۔ ظاہر۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ مَظہر۔ صورت اور مِراۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت وآئینہ مظہر ہے۔ رُوح۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ روحِ اعظم۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے۔ صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں' جو ذاتِ باری کے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربّی ہے اُس کو رُوحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم' روحِ محمدی ہے جیساکہ حدیث اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا ہے) میں مذکور ہے۔ لاہوت۔ ذاتِ باری بلالحاظ اسماء وصفات۔ جبروت۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ ملکوت۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالٰے۔ حظیرۂ قدس۔ وہ مقام ہے جہیں ملاءِ اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ علم الیقین۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ عین الیقین۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو۔ مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ حق الیقین۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیساکہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اُس کو جلایا ہو۔ قطب الاقطاب غوثِ اعظم۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اُس کی بقا سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اُس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیّہ میں فرمایا ہے کہ اُن قطبوں میں سے بعض کو خلافتِ باطنہ کے ساتھ خلافتِ ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ، امام حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن عبد العزیز۔ اور بعض کو محض خلافتِ باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے قطبِ حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اِس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور اُن اقطاب میں سے بعض کو تحکمِ عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلیدِ مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سالک پر ابتداءً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ صفات کہتے ہیں۔ پھر ذاتِ بحت کا اُس کو تجلیِ ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے عقائد فلسفہ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے اس پر حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اِعتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس وقت سے اس کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔

سکندر ذوالقرنین۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا، جس کا قصہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ آبِ حیات کی جستجو اور اس سے محرومی کا قصہ بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندر رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے، سکندر رومی شاہِ یونان تھا جس نے داراشاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر ذوالقرنین سے صدیوں بعد گذرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اس پر مسلط کر دیا تھا جو اس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی کلبلاہٹ اور اذیت رسانی اس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہرحال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ان سے ملاقات کی تھی اور وہ علم لدنی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے تفسیرِ خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندۂ جاوید شخصیت ہیں اور اہلِ معرفت اور صوفیاء اسی عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے فلسطین میں رہتے تھے۔ اس دور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ انھوں نے اس کو نصیحت کی تو اس نے ان کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار ان کو زندہ کر دیتی تھی۔ اس معجزے سے بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو گئے لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر گئے تو اس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئو سالہ بنا کر قوم کو اس کی پرستش پر لگا دیا، جس سے حضرت موسیٰ بہت برہم ہوئے اور اس کو بددعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عابد و تنگدار تھا۔ ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اس پر غلبہ حاصل کیا اس کو ابتداءً عملیات سکھائے جس سے اس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اس سے زنا کر بیٹھا،

شہزادی حاملہ ہوگئی تو اُس کو قتل کر ڈالا۔ اِس کی پاداشت میں وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثنا عشری شیعہ صاحبان کے بارھویں امام ہیں اور اُن کے عقیدے کے مطابق اُن کو حضرت خضر کی طرح عمر جاوید دی گئی ہے اور وہ اِس وقت سُرّ مَن رأی مقام کے ایک غار میں رُوپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہلِ سُنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں کہتے ہیں بلکہ مہدی موعود محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔

بلعم بن باعور۔ بنی اسرائیل یا قوم عمالقہ میں سے ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو گیا جس کی پاداش میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہو گئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق۔ قوم عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے۔ جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اُس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اُس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محدثین بھی اُن کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قوم جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور ہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کر لی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کر لیا تھا۔ آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل نبی آخرالزماں کی بشارتیں لوگوں کو سُناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اُس کو حسد و رشک پیدا ہو گیا اور آنحضورؐ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورؐ نے اُس کو نہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگِ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورؐ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگِ احد میں قریشِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورؐ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجد ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور اُن کا ارادہ تھا کہ اُس کو بُلا کر اس مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں۔ آنحضورؐ نے اِس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفر طرار۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اُس نے دو مصنوعی پر بھی بنوائے تھے جن کے ذریعہ

یہ بندروں کی طرح اُچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مُشَبّہہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبّہہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل وصورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر اُن کامل مشبّہہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالےٰ کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا ہے۔

منزّھہ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالےٰ کو ممکنات کی صفات سے پاک وخالی مانتا ہے۔ اُس میں بھی ایک کامل منزّہ ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرت حق کو پاک مانتے ہیں حتیٰ کہ صفتِ علم سے بھی۔ **جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ**۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالےٰ سے اُن صفات کی تو نفی کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اُن کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر اُن میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفسِ صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور اُن آثار کا منشاء ذاتِ باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفتِ علم اُس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اُس کی ذات ہے۔ اِسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفتِ قدرت اُس کے لئے ثابت نہیں۔ قدرت کے جو آثار ہیں اُن کا منشا بھی اُس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اُس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہوگئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو اُن نصوص کی تاویل کرتا ہے۔ جن میں اللہ کے لئے صفتِ استواء، صفتِ بطش، صفتِ ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو اِن آیتوں کی کوئی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ اِن صفات کے وہ معنیٰ نہیں ہیں جن معنیٰ کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوّض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدّثین کا ہے۔

معتزلہ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اِس کی بہت سی شاخیں ہیں۔ جن کے عقائد یہ ہیں۔ قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آرہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے اس لئے اُن کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالقِ خیر ہے دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالقِ شر ہے

فرقہ اباحیہ۔ یہ فرقہ اِس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی

قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔

پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔

اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ۔ اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند' بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ۔ یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ۔ یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ۔ یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقتِ واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کر لیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کر لیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے۔

سجاد حسین

۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

یکم فروری ۱۹۷۶ء



مُدّتے ایں مثنوی تاخیر شُد / مُہلتے بایست تا خوں شیر شُد

ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی / مُہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو / خوں نگردد شیرِ شیریں خوش شنو

جب تک تیرا نصیب، نیا بچہ نہ جنے / خون شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سُن لے

چوں ضیاء الحق حُسام الدیں عناں / باز گردانید ز اوجِ آسماں

جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ / آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بُود / بے بہارش غُنچہا ناشگفتہ بُود

چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے / اُن کی بہار کے بغیر، غُنچے نہ کھلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت / چنگِ شعرِ مثنوی باساز گشت

جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے / مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی

مثنوی کہ صیقلِ ارواح بُود / باز گشتش روزِ استفتاح بُود

وہ مثنوی جو رُوحوں کے لئے صیقل تھی / اُن کی واپسی (مثنوی کیلئے) روزِ استفتاح ہوئی

مطلعِ تاریخِ ایں سودا و سُود / سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بُود

اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع / چھ سو ۶۶۲ باسٹھ ہجری کا سال تھا

لے مدتے۔ مثنوی کا دوسرا دفتر تاخیر سے شروع ہوا۔ اس کی کئی وجہیں ہو گئیں۔ (۱) مولانا حسام الدین جو مثنوی کی تحریر کا باعث تھے انکو اپنی اہلیہ کے انتقال کی پریشانیاں لاحق ہو گئیں (۲) سالکین کی بے استعدادی کا ذوق سے بڑھنا تھا (۳) مولانا نے دفتر دوم کے مضامین کو ذہن میں جمع کیا۔ بختِ۔ نصیب۔ خوش بچہ پیدا ہونے پر خون دودھ بن کر پستان میں آتا ہے۔ عنان باگ۔ اوج۔ بلندی۔ معراج سیڑھی۔ آسمان وغیرہ کی سیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تھی۔ [illegible] یعنی روحانی فیض نہیں تھا [illegible] وہ مضامین عالم [illegible] کا ذکر دفتر میں بیان ہے دریا یعنی عالم ملکوت۔ ساحل دریا کا کنارا یعنی عالم ناسوت۔ چنگ ستار جیسا باجا [illegible] صیقل یعنی [illegible] یعنی [illegible] جو دروازہ بند ہو گیا تھا اس کا کھلنا موجب کی [illegible] جسمیں رحمت خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور خانۂ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے [illegible] وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا۔ سامان تجارت۔ سود۔ نفع

مُلمبلے زینجا برفت و بازگشت — بہرِ صیدِ ایں معانی بازگشت

بُلبُل اِس جگہ سے گئی اور واپس لَوٹی — اِن معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

سَاعِدِ شہ مسکنِ ایں باز باد — تا اَبد بر خَلق ایں در باز باد

(خدا کرے) اِس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو — قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کُھلا رہے

آفتِ ایں در ہوا و شہوت ست — ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست

اِس دروازہ کی آفت خواہشِ نفسانی اور شہوت ہے — ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں — چشم بندِ آں جہاں حَلق و دہاں

اِس مُنہ کو بند رکھ تا کہ تو (اَسرار و معارف) کو آنکھ سے دیکھے — اُس جہانِ (آخرت) کیلئے مُنہ اور حلق آنکھوں کی پٹّی ہیں

اے دہاں تو خود دہانہ دوزخی — وے جہاں تو بر مثالِ برزخی

اے مُنہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے — اور اے دُنیا! تو برزخ جیسی ہے

نورِ باقی پہلوئے دنیائے دُوں — شیرِ صافی پہلوئے جوہائے خوں

ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے — خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

چوں درو گامے زنی بے احتیاط — شیرِ تو خوں می شود از اختلاط

اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا — خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائیگا

یک قدم زد آدمؑ اندر ذوقِ نفس — شُد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس

نفس کی خوشی میں آدمؑ نے ایک قدم رکھا — (تو) جنت کے صدر (مقام) کی جُدائی گلے کا ہار بن گئی

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت — بہرِ نانِ چند آبِ چشم ریخت

فرشتہ اُن سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان — چند روٹیوں کی وجہ سے کِس قدر آنسو بہائے

گرچہ یک مو بُد گنہ کو جُستہ بُود — لیک آں مو در دو دیدہ رُستہ بُود

اگرچہ وہ گناہ جو اُنھوں نے کیا بال برابر تھا — لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

بود آدمؑ دیدۂ نورِ قدیم — موئے در دیدہ بُود کوہِ عظیم

آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے — (لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

فراق۔ یعنی جنت سے جُدائی ہو گئی۔ دیو۔ آدمؑ سے شیطان متنفر تھا اب فرشتے بھاگنے لگے۔

بہرِ نان۔ یعنی گیہوں کے لئے۔

سے گرچہ۔ حضرتِ آدمؑ کی خطا معمولی تھی لیکن "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کی رُو سے اُن پر عتاب ہو گیا

بود آدمؑ۔ معمولی خطا حضرتِ آدمؑ کے اعتبار سے بڑی سمجھی گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے۔

سے مُلمبلے۔ یعنی [illegible] حکمت و دقیق مضامین [illegible] نہیں کر سکتے [illegible] عالمِ ناسوت [illegible] عالمِ ملکوت میں [illegible] بازگشت۔ واپس ہوئے۔ [illegible] مولانا [illegible] حسام الدین [illegible] کے قابل ہو گئے [illegible] مضامین عالیہ کے فیضان کا دروازہ [illegible] کھلا ہے۔ آفت [illegible] اور شہوت نفس سے بچے گا۔ ایں دہاں یعنی حلق اور زبان کی لذتوں سے [illegible]

[illegible] سامعین [illegible] نورِ باقی [illegible] مشاہدہ [illegible] اسرار و معرفت [illegible]

سے اے دہاں۔ اگر انسان [illegible] دوزخ [illegible] زندگی [illegible] جنت اور جہنم [illegible] نورِ باقی۔ ابدی روشنی [illegible] شیرِ صافی یعنی اعمالِ صالحہ [illegible] خوں یعنی [illegible] احتیاط [illegible] شیرِ تو یعنی [illegible] ذوقِ نفس [illegible] ممنوعہ درخت کے کھانا

گر ۱ دراں دم اُو بکردے مشورت
اگر وہ اُس وقت مشورہ کر لیتے

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد
اسلئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی

نفس با نفسِ دگر چوں یار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا

رَو بجو یارِ خدائے را تو زود
جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے

آنکہ در خلوت نظر بَر دوختست
جس نے خلوت کو مطمحِ نظر بنا لیا ہے

خلوت از اغیار باید نے زیار
گوشہ نشینی غیروں سے چاہیئے نہ کہ یار سے

عقل با عقلِ دگر دو تا شود
عقل، دوسری عقل کے ساتھ ملکر دوگنی ہو جاتی ہے

نفس با نفسِ دگر دو تا شود
نفس، نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے

یار چشمِ تست اے مردِ شکار
اے شکاری! یار، تیری آنکھ ہے

ہیں بجاروبِ زباں گردے مکُن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اُڑا

چونکہ مومن ۳ آئینہ مومن بُود
جبکہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے

در پشیمانی نگفتے معذرت
(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

مانعِ بد فعلی و بد گفت شُد
(تو) بُرے کام اور بُری بات سے مانع ہوئی

عقلِ جزوی عاطل و بیکار شُد
ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

زیرِ ظلِّ یار خورشیدے شوی
یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

چوں چناں کردی خدا یارِ تو بُود
جب تونے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آخر آں را ہم زیار آموختست
آخر اس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

پوستیں بہر دے آمد نے بہار ۲
پوستین ماگھ کے مہینہ کیلئے ہے، نہ کہ موسمِ بہار کیلئے

نور افزوں گشت و رہ پیدا شود
روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

ظلمت افزوں گشت و رہ پنہاں شود
اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

از خس و خاشاک اُو را پاک دار
کوڑے کرکٹ سے اُس کو محفوظ رکھ

چشم را از خس رہ آورده مکُن
آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

روئے اُو ز آلودگی ایمن بُود
اُس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہئیے

۱ گرداں. گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہلِ علم سے مشورہ کر لیا جائے۔ عقلے۔ یعنی مشورہ کرنیوالے کی عقل اور صاحبِ معرفت کی عقل. نفس۔ یعنی امّارہ نفس۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بُری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زہرہ ستارہ یار۔ پیر کی صحبت تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ زرو۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قُرب کا سبب ہے۔ خلوت۔ تنہائی۔ نظر بر دوختن۔ کسی کو مطمحِ نظر بنا لینا۔ یار یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار بیگانے پوستین۔ بال دار کھال کا لباس دے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔
۲ بہار۔ یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے یار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ دوتا۔ دوگونہ۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اُس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ بُرے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبتِ شیخ ضروری ہے تو اُس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مردِ شکار شکاری۔ ہیں۔ شیخ کی شان میں بدگوئی نہ ہونی چاہیئے۔ پاک دار۔ شیخ راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے

۳ مومن۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْمُؤمِنُ مِرآۃُ الْمُؤمِن یعنی جس طرح آئینہ عیب دکھا دیتا ہے اور اُس کو مشہور کرتا نہیں پھرتا ہے اسیطرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئیے۔ ایمن۔ محفوظ۔

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1] | در رُخِ آئینہ اے جاں دم مزن

غم میں، یار جان کا آئینہ ہے | اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا نپوشد رُوئے خود را از دمت | دم فرو بُردن بباید ہر دمت

تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپالے | ہر وقت تجھے سانس گھونٹے رہنا چاہیئے

کم ز خاکی! چونکہ خاکے یار یافت | از بہارے صد ہزار انوار یافت

کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پالیا | ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کرلیں

آں[2] درختے کو شود با یار جُفت | از ہوائے خوش ز سر تا پا شگفت

وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا | عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

در خزاں چوں دید او یارِ خلاف | در کشید او زود سر زیرِ لحاف

خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی کو دیکھا | اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کرلیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست | چونکہ او آمد طریقم خفتن ست

اس نے کہا، برا ساتھی مصیبت ہے | جب وہ آگیا تو میرا شیوہ سوجانا ہے

پس بخسپم باشم از اصحابِ کہف | بہ ز دقیانوس باشد خوابِ کہف

پس میں سوجاتا ہوں، اصحابِ کہف میں سے ہوجاتا ہوں | غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظ[3] شاں مصروفِ دقیانوس بُود | خوابِ شاں سرمایۂ ناموس بُود

اُنکی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی | ان کا سوجانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیداریست چوں با دانش ست | وائے بیدارے کہ با ناداں نشست

جو نیند عقلمندی سے ہے، وہ بیداری ہے | اس بیدار پر افسوس ہے جو ناداں کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند | بُلبلاں پنہاں شدند و تن زدند

چونکہ کوّوں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے | بلبلیں چھپ گئیں اور چپ ہوگئیں

زانکہ بے گلزار بُلبل خامش ست | غیبتِ خورشید بیداری کش ست

جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چپ ہے | سورج کا غروب بیداری ختم کردینے والا ہے

---

[1] حزن۔ غم یعنی حالتِ انقباض۔ دم زدن۔ پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دھندلا ہوجاتا ہے۔ ہر دمت۔ یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہیئے۔ خاک۔ جب زمین اپنے یار (موسم بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اُگا دیتی ہے مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اسی طرح کا استفادہ کرنا چاہیئے۔ انوار۔ جمع نور بمعنی غنچہ و کلی۔

[2] آں۔ موسمِ بہار درخت کیلئے یارِ موافق ہے اسکی صحبت سے درخت شگفتہ ہوجاتا ہے اسی طرح پیر کی صحبت باعث شگفتگی ہوتی ہے۔ در خزاں۔ موسمِ خزاں درختوں کے لئے یارِ ناموافق ہے درخت اس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سوجاتے ہیں یعنی بد صحبت سے خلوت میں سوجانا بہتر ہے۔ اصحابِ کہف۔ ان کا پورا قصہ دفتر اول میں گزر چکا ہے ان کے دور میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا یہ بزرگ لوگ اس سے جدا ہوکر غار کی تنہائی میں جاکر سو گئے تھے۔

[3] یقظ۔ بیداری۔ مصروف۔ زیرِ استعمال۔ ناموس۔ عزت۔ خواب۔ وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیشِ نظر ہو اُس بیداری سے بہتر ہے جس میں بُروں کی صحبت ملے۔ دانش۔ عقل۔ وائے۔ کلمۂ افسوس ہے۔ ناداں۔ عرفانِ حق سے خالی۔ زاغاں۔ زاغ کی جمع ہے۔ کوا یعنی نا اہل لوگ۔ خیمہ زدن۔ مقیم ہوجانا۔ بلبلاں۔ یعنی اہلِ حق۔ تن زدن۔ خاموش ہوجانا۔ گلزار گلشن۔ یعنی حق کے طالب لوگ۔ غیبتِ خورشید۔ سورج کے غروب کرجانے سے بیداری کے جیسے ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح طالبین کے غائب ہوجانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہوجاتی ہے۔

آفتاب[۱] ار ترکِ ایں گلشن کُند — تا کہ تحت الارض را روشن کُند

سورج اگر اِس چمن کو چھوڑتا ہے — تو اِس لئے کہ زمین کے نچلے حصّہ کو روشن کرے

ق

آفتابِ معرفت را نقل نیست — مشرقِ اُو غیرِ جان و عقل نیست

معرفتِ (خداوندی) کے سورج (پیر) کیلئے منتقل ہونا (نہیں ہے) — اُس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشیدِ کمالِ کاں سَری ست — روز و شب کردارِ اُو روشنگری ست

خصوصاً وہ آفتاب کمال جو اُس جانب کا ہے — اُس کا کام دن رات روشن کرنا ہے

مَطلعِ شمس آی گر اسکندری — بعد ازاں ہر جا رَوی نیکو فری

اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ — اِس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہو گا

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بُوَد — شرقہا بر مغربت عاشق شود

اِس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہو گی — مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

حسِّ[۲] خفاشت سوئے مغرب دواں — حسِّ دُر پاشت سوئے مشرق رواں

تیری چمگادڑ والی حسّ مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے — تیری موتی برسانے والی حسّ مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حسّ راہِ خراں ست اے سوار — اے خراں را تو مزاحم شرم دار

اے سوار! حسّ کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے — تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسّے ہست جُز ایں پنج حسّ — آں چو زرِ سُرخ وایں حسّہا چو مِس

ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حسّ اور ہیں — وہ سُرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

اندراں بازار کاہلِ محشر اند — حسِّ مِس را چوں حسِّ زر کے خرند

جس بازار میں اہلِ محشر ہیں — تانبے کے حسّ کو سونے کے حسّ کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حسِّ اَبداں قُوتِ ظلمت می خورد — حسِّ جاں از آفتابے می چرد

بدنوں کی حسّ ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے — رُوح کی حسّ آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے[۳] بُردہ رختِ حسّہا سُوی غیب — دستِ چوں موسیٰؑ بروں آور زِ جیب

اے (وہ ذات) جو حسّ کے سامان کو غیب کی طرف لے — موسیٰؑ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

اے صفاتت آفتابِ معرفت — وآفتابِ چرخ بندِ یک صفت

اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں — اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

---

[۱] آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہو کر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ اپنی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصّہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتاب معرفت۔ شیخ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ۔ جان شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشید کمال۔ اللہ تعالیٰ۔ آں سر۔ اُس جانب یعنی ذاتِ باری عالم امکان سے وراء ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اُس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا۔ مطلع شمس۔ اہل اللہ۔ نیکو فر۔ با اقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلعِ انوار۔ مغربت یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اُس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔

[۲] حسِّ خفاشت۔ حواسِ خمسہ ظاہرہ، مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حسّ دُر پاش۔ انسان کے لطائف ستہ قلب، روح، نفس، سِر، خفی، اخفیٰ مراد ہیں جنکے انکشافات پر معرفت حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ بازار۔ آخرت کے بازار میں لطائف ستہ کی قیمت اُٹھے گی۔ قُوت۔ روزی۔ حسِّ جاں۔ لطائف۔ آفتاب۔ یعنی ذاتِ باری۔

[۳] اے بُردہ۔ یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ دستِ چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ بروں آور تا کہ تیری تجلی نور جہل کی تاریکی کو دور کر دے۔ صفاتت۔ صفاتِ خداوندی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتابِ چرخ۔ سورج بھی صفت باری کا مظہر ہے۔

گاہ خورشید و گہے دریا شوی (١) — گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
(تو) کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلّی) ہوتا ہے — کبھی کوہِ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کیطرح بے نشان) ہو جاتا ہے

تو نہ این باشی نہ آں در ذاتِ خویش — اے فزوں از وہمہا و ز بیش بیش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے — اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح (٢) با علم ست و با عقل ست یار — روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے — روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ!

از تو اے بے نقش با چندیں صُور — ہم مُشبّہ ہم مُوحّد خیرہ سر
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے — اہلِ تشبیہ بھی اور اہلِ توحید بھی حیران ہیں

گہ مُشبّہ را مُوحّد می کُنی — گہ مُوحّد را بصورت رہزنی
تو کبھی اہلِ تشبیہ کو اہلِ توحید بنا دیتا ہے — کبھی اہلِ توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گہ ترا گوید ز مستی بُوالحسن — یا صغیر السن یا رطب البدن
کبھی مستی میں ابو الحسن تجھے کہتا ہے — اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ (٣) نقشِ خویش ویراں می کُند — از پئے تنزیہ جاناں می کُند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے — تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشمِ حس را ہست مذہب اعتزال — دیدۂ عقل ست سُنّی در وصال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے — وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سُنّی ہے

سُخرۂ حس اند اہلِ اعتزال — خویش را سُنّی نمایند از ضلال
حس کے پابند معتزلی ہیں — غلطی سے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے ہیں

ہر کہ در حس ماند او معتزلی ست — گرچہ گوید سُنّیم از جاہلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے — اگرچہ وہ کہے "میں سُنّی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ از حسِ خدا دید آیتے — در برِ حق ہست بہرِ طاعتے
جس نے حسِ خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی — وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہر کہ بیروں شد ز حس سُنّی وے ست — اہلِ بینش چشمِ عقلِ خویش بست
جو شخص حس سے بالاتر ہو گیا وہ سُنّی ہے — اہلِ نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

سُنّی تو حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدارِ حق کر سکے۔ حسِ خدا۔ حسِ باطن۔ آیت۔ نشانی۔ بر۔ پیش بجناب۔ بہرِ طاعتے۔ اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا مستقل عبادت ہے۔ اہلِ بینش۔ صاحبِ نظر عقل و حواس سے کام نہیں لیتا ہے وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔

١ گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہرِ قدرت ہیں۔ تو نہ۔ مظاہرِ قدرت عینِ ذاتِ باری نہیں ہیں اُس کی ذات وہم سے بھی وراء الوراء ہے۔
٢ روح۔ روح اگرچہ مادی بدن میں متصرّف ہے لیکن مادی اثر سے منزّہ ہے۔ مُشبّہ۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مُوحّد۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات و صفات میں یکتا مانتے ہیں۔ خیرہ سر۔ حیران۔ یعنی دونوں گروہوں میں سے اسکی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ گہ مُشبّہ۔ مُشبّہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور مُوحّد بنجاتا ہے کبھی مُوحّد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔ ابو الحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کنیت ہے مراد عارفِ کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر تشبیہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیر السن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔
٣ گاہ۔ مُوحّد غلبۂ تنزیہ میں اپنے وجود کو ہی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذاتِ واحد کو موجود مانتا ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہبِ اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدارِ خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضہ ہے کہ دیدارِ حق ہوگا یہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سُخرۂ حس۔ جو سُنّی محض حسِ ظاہری رکھتے ہیں وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں اُنکو بھی دیدارِ حق میسّر نہ آئیگا۔

گر بدیدے حسِ[۱] حیواں شاہ را — پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی — تو گاؤ اور خر بھی، اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا — جز حسِ حیوان بیروں از ہوا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی — حیوانی حس کے علاوہ، خواہشِ نفسانی سے بالاتر

پس بنی آدم مکرم کے بُدے — کے بہ حسِ مشترک محرم شدے
تو بنی آدمؑ مکرم کب ہوتے؟ — مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

نامصور[۲] یا مصور گفتنت — باطل آمد بے ز صورت رفتنت
تیرا (خدا کو) باصورت یا بے صورت کہنا — بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نامصور یا مصور پیشِ او — کو ہمہ مغز است بیروں شد ز پوست
باصورت یا بے صورت تو اس کے سامنے ہے — جو مجسم مغز ہے، چھلکے سے بالا ہے

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج — ورنہ رو کالصبر مفتاح الفرج
اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں — ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"

پردہائے دیدہ را داروئے صبر — ہم بسوزد ہم بسازد شرحِ صدر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر — جلا بھی دیتی ہے اور شرحِ صدر بھی کر دیتی ہے

آئینۂ[۳] دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا — تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا

ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را — فرشِ دولت را و ہم فراش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی — دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من — صورتش بت معنیِ او بت شکن
میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا — اس کا ظاہر بت اور اس کی حقیقت بت شکن ہے

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید — در خیالِ او خیالِ حق رسید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا — اس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکر معطی را کہ چوں او در رسید — در خیالش جاں خیالِ خود بدید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا — اس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

[۱] حسِ حیواں۔ ظاہری حس۔ شاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ حسِ دیگر۔ حسِ باطنی۔ بیروں از ہوا۔ ہوا و ہوس سے بالاتر۔ مکرم۔ قرآن میں ہے لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی"۔ حسِ مشترک یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مشترک ہیں۔ محرم۔ رازداں۔

[۲] نامصور۔ یعنی خدا کا باصورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اس شخص کیلئے متحقق ہے جو مجاہدہ کرکے سراپا مغز بن گیا ہو۔ کوری۔ کورستی۔ آنکھ کی نابینا۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ ورنہ۔ اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کروگے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ سوزد۔ یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹا دے گا۔

[۳] آئینۂ دل۔ بغیر اضافت کے پڑھا جائے۔ آب و خاک۔ عالمِ ناسوت۔ نقش یعنی مخلوق۔ نقاش یعنی خالق۔ فرشِ دولت۔ دربار۔ فراش یعنی اللہ تعالیٰ۔ خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیالِ یار۔ تصورِ شیخ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کو دیکھ کر ھٰذَا رَبِّیْ "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک تدبیر تھی جو بظاہر بت پرستی تھی لیکن دراصل اس کا اثبات اس کے ابطال کیلئے تھا جو بت شکنی تھی۔ اسی طرح تصورِ شیخ بظاہر بت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے اسلئے حقیقتاً وہ بت شکنی ہے۔ شکر یزداں۔ تصورِ شیخ نے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچا دیا۔ چوں او۔ تصورِ شیخ یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ میں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اس کے ذریعہ معرفتِ خداوندی حاصل ہوئی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا"۔

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت[1] — خاک بر وے کو زخاکت می شگفت
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر دیا — اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی کی

گفتمش ار خوبم پذیرد ایں ازو — ورنہ خود خندید بر من زشت رُو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اِس (خوبی) کو اس (دل) یعنی — ورنہ مجھ بد صورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم — در خورِ آنیم و یا نادر خوریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں — ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جمیل ست و یُحِبُّ لِلجَمَال — کے جوانِ نو گزیند پیرہ زال
وہ حسین ہے اور حُسن کو پسند کرتا ہے — بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے؟

طَیّبات از بہرِ کہ لِلطَّیِّبِین — خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے — اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی را کند جذب[2] ایں بدال — طَیّبات و طَیّبین بر وے بخواں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے — طیّبات اور طیّبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظِر شوی — می کُند با جنس سَیرا اے معنوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا — اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کیساتھ چلتی ہے

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد — گرم گرمی را کشید و سرد سَرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے — گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قِسمِ[3] باطِل باطلاں را می کشند — باقیاں از باقیاں ہم سَر خوشند
باطل اَقسام باطلوں کو کھینچتی ہے — باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند — نوریاں مر نوریاں را طالب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں — نوری، نوریوں کے طالب ہیں

صاف را ہم صافیاں راغب شوند — دُرد را ہم تیرگاں جاذب بوند
صاف لوگ، صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں — بد باطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار — روم را با رومیاں افتاد کار
حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں — رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی تُرا جاں کندنیست — چشم را از نورِ روزن صبر نیست
تونے جب آنکھ بند کی، تجھے بیقراری ہے — آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

---

[1] فریفتن۔ عاشق بنانا۔ شگیفتن۔ بے نیاز ہونا۔ ازو۔ از اول۔ زشت رو۔ بد صورت۔ چارہ۔ تدبیر۔ درخور۔ لائق۔ پیرہ زال۔ بوڑھی عورت۔ ایں یقیں۔ یہ یقینی بات ہے۔

[2] جذب۔ کشش۔ طیبات۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ "پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں"۔ ناظر۔ دیکھنے والا۔ اے معنوی۔ اے حقیقت بیں۔

[3] قسم۔ فرقہ، گروہ۔ باقیاں۔ اہلِ ہدایت۔ ناریاں۔ جہنمی۔ نوریاں۔ جنتی۔ صافیاں۔ صاف باطن۔ تیرگاں۔ سیاہ باطن۔ زنگ۔ حبشی۔ روم۔ رومی۔ جاں کندنی۔ گھبراہٹ۔ روزن۔ روشندان۔

چشم چوں بستی ترا تاسہ[1] گرفت — نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت

جب تونے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا — آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسۂ تو جذبِ نورِ چشم بود — تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زود

تیری بیقراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی — تاکہ جلد دن کی روشنی سے وابستہ ہوجائے

چشمِ باز ار تاسہ گیرد مر ترا — دانکہ چشمِ دل بہ بستی بر کشا

کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بیقرار کرے — سمجھ لے کہ تونے دل کی آنکھ بند کی ہے کھول لے

آں تقاضائے[2] دو چشمِ دل شناس — کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس

سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضہ تھا — کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراقِ آں دو نورِ بے ثبات — تاسہ آوردت کشادی چشمہات

جبکہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے — تجھے بیقرار کردیا، تونے اپنی آنکھیں کھولدیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار — تاسہ چوں آرد مر آں را پاس دار

تو دو پائدار نوروں کی جدائی — کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

او چو می خواند مرا من بنگرم — لائقِ جاذبم و یا بد پیکرم

وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں — میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را در پے کند — تسخرے باشد کہ او بروے کند

اگر کوئی خوبصورت، بدصورت کا پیچھا کرے — یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

کے ببینم روئے خود را اے عجب[3] — تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب

تعجب ہے میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں، — جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں دن کی طرح ہوں یا رات

ق

نقشِ جانِ خویش می جستم بسے — ہیچ می ننمود نقشم از کسے (کی مانند)

میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا — (لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ از بہر چیست — تا بداند ہر کسے کہ جنسِ کیست

میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے — (اسی لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینۂ آہن برائے پوستہاست — آئینۂ سیمائے جاں سنگیں بہاست

لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے — جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینۂ جاں نیست الا روئے یار — روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار

جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے — اس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالمِ ملکوت) کا ہو

[1] تاسہ۔ بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ چشمِ باز۔ آنکھ کھلی ہوئی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطراب دل کی آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہے۔

[2] آں تقاضائے۔ دل کی گھبراہٹ، دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جو لا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔ بد پیکر۔ بد صورت۔ گر لطیفے۔ جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب بنتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے۔

[3] اے عجب اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز یعنی منور۔ چو شب یعنی سیاہ باطن۔ نقشِ جان۔ شیخ کے ذریعہ مُرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے یعنی میں نے ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہوجائے۔ گفتم۔ آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے۔ آئینہ سیمائے جاں۔ جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مُرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار۔ شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہو۔

گفتم اے دل آئینۂ کُلّی[۱] بجُو — رَو بدریا کار برناید ز جُو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر — دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید — دردِ مریم را بخرما بُن کشید
اِس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا — مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد — صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا — سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے

آئینۂ کُلّی بر آوردم زِ دود — دیدم اندر آئینہ نقشِ تو بود
میں نے دھوئیں سے مکمل آئینہ نکالا — میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینۂ کُلّی ترا دیدم اَبد — دیدم اندر چشمِ تو من نقشِ خود
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا — میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم[۲] آخر خویش را من یافتم — در دو چشمش راہِ روشن یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پالیا — اُس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پایا

گفت وہمم کاں خیالِ تُست ہاں — ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے، خبردار! — اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقشِ من از چشمِ تو آواز داد — کہ منم تو تو منی در اتّحاد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی — کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

کاندریں[۳] چشمِ مُنیرِ بے زوال — از حقائق راہ کے یابد خیال
اِس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں — خیال راستہ کب پا سکتا ہے!

در دو چشمِ غیرِ من تو نقشِ خود — گر ببینی آں خیالے داں و رَدّ
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش — اگر تو دیکھے تو اُسکو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

زانکہ سُرمۂ نیستی در می کشد — بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
اِس لئے کہ وہ نیستی کا سُرمہ لگاتا ہے — (اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشمِ او خانۂ خیالست و عدم — نیستہا را ہست بیند لاجرم
اُس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے — لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

[۱] آئینۂ کلی۔ یعنی شیخِ کامل پا لیا۔ یعنی شیخِ کامل بجو۔ نہر یعنی ناقص پیر۔ مریمؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرما بُن۔ کھجور کا درخت حضرت مریمؑ کے دردِ زہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل، درخت کے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دلِ نادیدہ۔ میرا دل جب بے معرفت ہونے میں سو دلوں کی برابر تھا۔ بر آوردم زِ دود۔ یعنی میں نے نورِ مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جُدا کیا تو اُس میں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینۂ کلی۔ مکمل آئینہ۔ ابد۔ ہمیشہ۔ چشمِ تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔

[۲] گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہو گیا اور اُس کی وجہ سے مجھے راہِ ہدایت حاصل ہوئی۔ خیال۔ خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ ذات۔ نفسُ الامری صورت۔ نقش۔ میری صورت نے بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

[۳] کاندریں چشم۔ یعنی میرے نقش نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشمِ دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ در دو چشمِ غیر۔ ناقص کی چشمِ دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے نیستی۔ عالمِ فانی۔ بادہ۔ شراب۔ تصویر۔ تخیل۔ می چشد۔ چونکہ وہ ناقص ہے اور اُس کی چشمِ بصیرت عالمِ سفلی میں پھنسی ہوئی ہے وہاں شیطانی تصور پہنچ جاتا ہے۔ خانۂ خیال۔ یعنی اُس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کیے ہوئے ہیں۔

چشمِ من چوں سُرمہ دید از ذوالجلال[1]
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سُرمہ دیکھا ہے
خانۂ ہستی ست نے خانۂ خیال
وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مُو باشد از ہستیِ تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا
در خیالت گم شود مستیِ تو
تیری مستی تیرے خیال میں گم ہو جائے گی

تا یکے مُو باشد از تو پیشِ چشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا
در خیالت گوہرے باشد چو یشم
تیرے خیال میں موتی، سنگِ یشم ہوگا

یشم را آنگہ شناسی از گہر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُسوقت تمیز کر سکیگا
کز خیالِ خود کُنی کُلّی گذر
جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنو اے گوہر شناس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے
تا بدانی تو عیاں را از قیاس
تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

ہلال پنداشتنِ آں شخص خیال را در عہدِ امیر المومنین عمر رض

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ روزہ[2] گشت در عہدِ عُمر رض
(حضرت) عمر رض کے زمانے میں رمضان آیا
بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں
آں یکے گفت اے عمر رض اینک ہلال
ایک شخص بولا، اے عمر رض! چاند یہ ہے

چوں عمر رض بر آسماں مہ را ندید
جب (حضرت) عمر رض نے آسمان پر چاند نہ دیکھا
گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

ورنہ من بیناترم[3] افلاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں
چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

گفت تر کُن دست و بر ابرو بمال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو بدل
آنگہاں تو بر نگر سُوئے ہلال
پھر تو چاند کی طرف دیکھ

چونکہ اُو تر کرد ابرو مہ ندید
جب اُس نے ابرو تر کرلی چاند کو نہ دیکھا
گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
بولا، اے شاہ! چاند نہیں ہے، وہ غائب ہو گیا

گفت آرے مُوئے ابرو شد کماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا
سُوئے تو افگند تیرے از گماں
اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

---

[1] ذوالجلال۔ اللہ تعالےٰ کے تصوّر کے ساتھ باطل جمع نہیں ہو سکتا۔ تا یکے مُو۔ یعنی جب تک عالمِ ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا۔ مستیِ تو۔ عالمِ وجد۔ یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کُلّی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔

[2] ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال۔ نیک شگون۔ از خیالِ تو یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

[3] بیناتر۔ حضرت عمر رض کی نگاہ اُس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمر رض کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔

چوں یکے مُو کژ شد از ابروئے اُو
جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا
شکلِ ماہے نو نمود آں موئے اُو
اُس کے اُس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

چوں یکے مُو کژ شد اورا راہ زد [۱]
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے گمراہ کر دیا
تا بدعویٰ لافِ دیدِ ماہ زد
یہاں تک کہ دعوے کیساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بُود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا
چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بُود
جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟

راست کُن اجزات را از راستاں
سچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کرلے
سر مکش اے راست رَو زاں آستاں
اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

ہم ترازو را ترازو راست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے
ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تُلا
در کمی افتاد و عقلش دنگ شد
کمی میں مُبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی

رو اَشِدَّاءُ [۲] عَلَی الْکُفَّار باش
جا، کفار پر بھاری پڑ
خاک بر دلداریِ اغیار پاش
بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

بر سرِ اغیار چوں شمشیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن
ہیں مکن روباہ بازی شیر باش
خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں
زانکہ آں خاراں عدوے ایں گلند
اِسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اِس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

آتش [۳] اندر زن بگرگاں چوں سپند
کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگادے
زانکہ ایں گرگاں عدوئے یوسف اند
کیونکہ یہ بھیڑیئے یوسفؑ (محبوبِ حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں
خبردار! شیطان تجھے جانِ پدر کہے گا
تا بہ دم بفریبدت دیوِ لعیں
تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسالے

ایں چنیں تلبیس با بابات کرد
(شیطان نے) تیرے آبا (حضرت آدمؑ) سے ایسی عیاری کی
آدمے را ایں سیہ رُخ مات کرد
(حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رُو نے ہرا دیا

بر سرِ شطرنج چست ایں غراب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہو کر بیٹھا) ہے
تو مبیں بازی بچشمِ نیم خواب
تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

---

۱ راہ زد۔ گمراہ کر دیا۔ لاف۔ بیہودہ دعویٰ۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ عارفین۔ سر مکش۔ روگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تُلنا۔ دنگ شدن۔ حیران ہونا۔

۲ اشدّاء۔ شدید کی جمع ہے، سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ پاش۔ چھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تا ز غیرت۔ غیروں سے جُڑنا، اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ خاراں۔ یعنی اللہ سے بیگانے۔ گُل۔ ذاتِ خداوندی۔

۳ آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے اور نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے اُسکو جلایا جاتا ہے۔ یوسفؑ۔ یعنی محبوبِ حقیقی، حضرتِ یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھالیا، اگرچہ یہ غلط تھا، مولانا نے اُن کے قول کے مطابق بھیڑیئے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کر دیا ہے۔ جانِ بابا۔ نورِ نظر، لاڈلا بیٹا۔ دَم۔ فریب۔ بابات۔ بابائے تو۔ مات۔ شاہِ شطرنج کو مقید کر دینا، جس شطرنجی کا شاہ مقید ہو جائے وہ ہار جاتا ہے، لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرا دینے کے معنیٰ میں مستعمل ہو جاتا ہے۔

زانکه فرزین[۱] بندہا داند بسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھراؤ جانتا ہے

کہ بگیرد در گلویت چوں خسے
تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خسِ او سالہا
اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے

چیست آں خس مہرِ جاہ و مالہا
وہ تنکا کیا ہے؟ رُتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات
مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے

در گلویت مانعِ آبِ حیات
تیرے گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرَد مالت عدوّے پُرفنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے

رہزنے را بُردہ باشد رہزنے
ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دزدیدنِ مارگیرے مارے را از مارگیرے دیگر

ایک سنپیرے کا دوسرے سنپیرے کے سانپ کو چُرانا

دُزدکے[۲] از مارگیرے مار بُرد
ایک چور، ایک سنپیرے کا سانپ لے گیا

ز ابلہی آں را غنیمت می شمرد
بیوقوفی سے اُس کو (مالِ) غنیمت سمجھ رہا تھا

وا رہید آں مارگیر از زخمِ مار
وہ سنپیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا

مار کُشت آں دزد را بس زار زار
سانپ نے اُس چور کو بُری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید پس بشناختش
سنپیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا

گفت از جاں مارِ من پرداختش
بولا، اُس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

در دُعا می خواستے جانم ازو
دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی

کِش بیابم، مار بستانم ازو
کہ میں اُس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شکرِ حق را کاں دُعا مردود[۳] شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی

من زیاں پنداشتم آں سود شد
میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دُعاہا کاں زیانست و ہلاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں

از کرم می نشنود یزدانِ پاک
اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مُصلح ست و مصلحت را داند او
وہ مُصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے

کاں دعا را باز می گرداند او
کہ اُس دعا کو وہ لَوٹا دیتا ہے

واں دُعا گوینده شاکی می شود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے

مے بَرَد ظنّ بد و آں بد بُوَد
بُرا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بُری ہوتی ہے

---

۱ فرزیں۔ شطرنج کے مہروں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو دو رُخی چال چل سکتا ہے اُس کے گھِر جانے سے مات دیدینا آسان ہو جاتا ہے۔ فرزیں بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزیں گھِر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ مِہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ پُرفن۔ مکّار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

۲ دُزدک۔ کمینہ چور۔ مارگیر۔ سنپیرا۔ وا رہید۔ نجات پاگیا۔ زخمِ مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بُری حالت۔ پرداخت۔ خالی کر دیا۔ در دعا۔ یعنی سانپ کے مِل جانے کی دعا کرتا تھا۔ کِش۔ کہ اش۔

۳ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سُود۔ فائدہ۔ مُصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گردانیدن۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بد بُود۔ یعنی بدگمانی بُری ہوتی ہے۔

می نداند کہ بلائے خویش خواست — وز کرمِ حق آں بدّو[۵۱] نا وردرست
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس نے اپنی مصیبت کی دُعا کی ہے — اور خدا نے کرم کر کے اُس کو قبول نہیں کیا ہے

اِلتماس کردنِ ہمراہِ عیسیٰ علیہ السّلام بزندہ کردنِ استخوانہا از عیسیٰ علیہ السّلام

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھی کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰؑ یکے اَبلہ رفیق — استخوانہا دید در گورے عمیق
ایک بیوقوف حضرت عیسیٰؑ کا سفر کا ساتھی بن گیا — اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سَنی[۵۲] — کہ بداں تو مُردہ زندہ می کُنی
ق کہنے لگا کہ اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام — جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مر مرا آموز تا احساں کُنم — استخوانہا را بداں با جاں کُنم
مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کروں — اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامُش کُن کہ آں کارِ تو نیست — لائقِ اَنفاس و گفتارِ تو نیست
فرمایا چُپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے — تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نفس خواہد ز باراں پاک تر — وز فرشتہ در روش چالاک تر
وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ — اور رفتار میں فرشتے سے زیادہ تیز ہو

عمرہا بایست تا دم پاک شُد — تا امینِ مخزنِ افلاک شُد
عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو — اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

خود گرفتی ایں عصا در دستِ راست — دست را دستانِ موسیٰ از کجاست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑلی ہے — ہاتھ میں موسوی اعجاز کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اسرار خواں — ہم تو بر خواں نام را بر استخواں
وہ بولا، اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں — (تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یا رب ایں اسرار[۵۳] چیست — میلِ ایں اَبلہ دریں گفتار چیست
حضرت عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟ — اِس بیوقوف کا میلان اِس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غمِ خود نیست ایں بیمار را — چوں غمِ جاں نیست ایں مُردار را
اِس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟ — اِس مُردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

---

۵۱ بدّو۔ با اُو۔ نا وردرست۔ نیاوردراست۔ مقبول۔ لہٰذا راضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ تمہاری دعا قبول بھی نہ کرے تو۔ یہی سمجھنا چاہیئے کہ بھلائی اِسی میں تھی۔ اِلتماس کردن۔ اِس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اُس کی بھلائی اُس میں نہیں ہوتی ہے۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ گَور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گَوْ ہے جو گڑھے کے معنی میں ہے۔

۵۲ سَنی۔ بلند۔ احسان۔ اچھا کام کرنا۔ باجان۔ جاندار۔ خامُش کُن۔ چُپ ہو جا۔ اَنفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔ عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستاں۔ افسوں، اعجاز۔

۵۳ اسرار۔ راز۔ نام۔ اسمِ اعظم۔ چوں۔ دوسرے کے لئے اسمِ اعظم کا خواہاں ہے۔

مُردۂ[۱] خود را رہا کرد ست اُو — مُردۂ بیگانہ را جوید رَفُو

اُس نے اپنے مُردے کو چھوڑا ہے — غیر کے مُردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جو ست — خار رُوئیدن جزائے کِشتِ اوست

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے — اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکہ تخمِ خار را کارَد در جہاں — ہاں وہاں او را مجو در گلستاں

جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا — خبردار، خبردار! اُس کو گلستاں میں تلاش کر

گر گلے گیرد بکف خارے شود — ور سُوئے یارے رود مارے شود

اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بنجائیگا — اگر دوست کی طرف جائیگا تو سانپ بنجائیگا

کیمیائے زہرِ مار ست آں شقی — بر خلافِ کیمیائے مُتّقی

وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے — مُتّقی کی کیمیا کے بر خلاف

ہیں مکُن بر قول و فعلش اعتمید[۲] — کو ندارد میوہ مانندِ بید

خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر — وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشتِ

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا

بہیمہ و لَاحَول گفتنِ آں خادم

اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دورِ اُفُق — تا شبے در خانقاہے شد قنق

ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا — ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہوگیا

یک بہیمہ داشت در آخُر بہ بست — اُو بصدرِ صُفّہ با یاراں نشست

اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل — وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

پس مُراقب گشت با یارانِ خویش — دفترے باشد حضورِ یار بیش

پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا — یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سواد[۳] و حرف نیست — جُز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست

صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے — برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم — زادِ صوفی چیست انوارِ قدم

عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں — صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

۱؎ مُردۂ خود یعنی اپنی مُردہ رُوح۔ رَفُو سلامتی، اِصلاح۔ اِدبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنیٰ میں بولا گیا ہے۔ کِشت۔ کھیتی۔ کارَد۔ کاشتن بمعنیٰ بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بنجائیگی۔ کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعہ چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنا دیتے ہیں۔ شقی یعنی نفسی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ مُتّقی۔ یعنی مُتّقی شخص بُروں کی ماہیت تبدیل کر کے اُن کو بھلا بنا دیتا ہے۔

۲؎ اعتمید۔ اِعتماد کا امالہ، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ چوپایہ یعنی سواری کا جانور۔ دورِ اُفُق۔ اطرافِ عالم۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے بمعنیٰ مہمان۔ آخُر۔ اصطبل۔ صدر۔ صدر مقام۔ صُفّہ چبوترہ۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی ماسوا اللہ سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ ہونے والا جس پر یاد معیتِ حق۔ بیش۔ اکثر، بیشتر۔

۳؎ سواد۔ سیاہی۔ اسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثارِ قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوارِ قدم۔ انوارِ الٰہی۔

ہمچو صیادے[1] سوئے اشکار شد | گامِ آہو دید و بر آثار شد
شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا | ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چند گاہش گامِ آہو درخور ست | بعد ازاں خود نافِ آہو رہبر ست
اُس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے | اُس کے بعد خود ہرن کا نافہ اُس کا رہنما ہے

چونکہ شکرِ گام کرد و رہ برید | لاجرم زاں گام در کامے رسید
چونکہ اُس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا | لامحالہ اُس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتنِ یک منزلے بر بوئے ناف | بہتر از صد منزلِ گام و طواف
نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا | چکر کی سَو منزلوں سے بہتر ہے

آں دلے[2] کو مطلعِ مہتابہاست | بہرِ عارف فُتِّحَتْ اَبْوابُہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے | عارف کے لئے فُتِّحَتْ اَبْوَابُہَا کا مصداق ہو

با تو دیوارست و با ایشاں درست | با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور اُن کیلئے دروازہ ہے | تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

انچہ تو در آئینہ بینی عیاں | پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے | پیر، لوہے کے ٹکڑے میں اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشانند کایں عالم[3] نبود | جانِ ایشاں بود در دریائے جود
وہ اُس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا | اُن کی روحیں دریائے حق میں تھیں

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند | پیشتر از کشت بر برداشتند
اِس جسم سے پہلے اُنھوں نے عمریں گزاری ہیں | اُنھوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چُنے ہیں

پیشتر از نقش جاں پذرفتہ اند | پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں | دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردن خدائے تعالیٰ با فرشتگان در ایجادِ خلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

---

[1] صیاد و شکاری۔ اِشکار۔ شکار۔ گام۔ یعنی نشانِ قدم۔ آثار۔ اثر کی جمع ہے نشانِ قدم۔ چندگاہ۔ کچھ دیر۔ سالک ابتداءً تجلیاتِ افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوبِ حقیقی کے منازلِ قرب طے کرنے لگتا ہے پھر منجانب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی سعی اور کوشش سے ہے اور اسمیں غلطی کا امکان ہے، جذب منجانب اللہ ہے لہٰذا اسمیں شیطانی مداخلت ممکن نہیں ہے اِسی وجہ سے مجرد سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔ بوئے ناف۔ نافۂ ہرن کی خوشبو یعنی منجانب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ جذبۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّبَّانِیَّۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

[2] آں دلے۔ پہلے کہا تھا صوفی کیلئے اُس کا دل دفتر ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اُس دل کے ذریعہ معارف کے دروازے کھلتے ہیں فُتِّحَتْ اَبْوَابُہَا۔ قرآنِ پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھولدیئے جائینگے۔ شعر میں ضرورت کی وجہ سے فُتِّحَتْ کی پہلی تاء کو مشدد اور ابوابُہا کی دوسری باء کو ساکن پڑھنا پڑیگا۔ با تو۔ عامی انسان دفترِ دل سے کچھ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا اُس کے لئے بمنزلہ دیوار کے ہے۔ عزیزان۔ گرامی قدر لوگ۔ خشت۔ مراد وہ لوہے کا ٹکڑا ہے جس کو صیقل کرکے آئینہ بنایا جاتا تھا۔

[3] ایں عالم۔ عالمِ ناسوت، اولیاء کی روحیں عالمِ ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہیں جو عوام کو عالمِ ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔ کشت۔ عالمِ ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ بر۔ پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسمِ عنصری۔ بحر۔ یعنی عالمِ ناسوت۔ در۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔

مشورت می رفت[1] در ایجادِ خلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا
جانِ شاں در بحرِ قدرت تا بحلق
اُن کی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانعِ آں می شدند
جب فرشتے اس کے لئے مانع بنے
بر ملائک خفیہ خنبک می زدند
انھوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مُطلع بر نقشِ ہر چہ ہست شد
وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی
پیش ازاں کیں نقشِ گِل پابست شد
اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر ز افلاک کیواں دیدہ اند
انھوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے
پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند
انھوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُر از فکرت بُدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے
بے سپاہ و جنگ بر نُصرت زدند
انھوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل

آں عِیاں[2] نسبت بایشاں فکرت ست
وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے
ورنہ خود نسبت بدُوراں رویت ست
ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (وجود ہونے کے بعد مشاہدہ ہوگا)

فکرت از ماضی و مُستقبل بود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے
چوں ازیں دو رست مُشکل حل شود
جبکہ اُن کا فکر اِن (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مسئلہ حل ہو گیا

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را
چونکہ اُنھوں نے ہر با کیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے
دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را
انھوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے

پیشتر[3] از خلقتِ انگور ہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی
خوردہ میہا و نمودہ شور ہا
انھوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں کھائی ہیں

در تموزِ گرم می بینند دے
وہ ساون میں، ماگھ کو دیکھتے ہیں
در شعاعِ شمس می بینند فے
وہ سورج کی شعاع میں سایہ دیکھتے ہیں

در دلِ انگور مے را دیدہ اند
انھوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے
در فنائے محض شیٔ را دیدہ اند
انھوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے

رُوح از انگور مے را دیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے
رُوح از معدوم شیٔ را دیدہ است
رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے

سے پہلے ہی وہ اُن کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ ساون۔ دَے۔ ماگھ، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاعِ سورج
ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔

[1] می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق یعنی غرق۔ مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اُس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا۔ چونکہ اولیا کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر از راہِ بے تکلفی ہنسی اُڑائی۔ نقش۔ جسمِ عنصری۔ کیواں۔ زحل ستارہ بلندی میں مشہور ہے۔ پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا اُن کو علم تھا۔ بے دماغ۔ اُن کو ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ اُن کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔

[2] آں عیاں۔ عالمِ ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اُس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ اُن کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عوام کو بھی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلاتا ہے جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے اِسلئے کہ عوام کے علوم میں اِس سے زیادہ اعلیٰ کوئی علم نہیں ہے۔ دوراں۔ وہ لوگ جو تجلیٔ حق سے دُور ہیں۔ فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے۔ حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا اُن کا فکر فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔ بے کیف۔ وہ حقائق جو مادی نہیں ہیں، ذاتِ باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

[3] پیشتر۔ ممکنات کے وجود

آسماں در دورِ ایشاں جرعہ[۱] نوش
آسمان ان کے دَور (جام) میں شراب نوش ہے

آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش
سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار
جب تو اُن میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے

ہم یکے باشند و ہم شش صد ہزار
وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

بر مثالِ موجہا اعدادِ شاں
اُن کی شمار موجوں جیسی ہے

در عدد آوردہ باشد بادِ شاں
جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

مُفترق شد آفتابِ جانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے

در درونِ روزنِ اَبدانہا
جسموں کے سوراخوں میں

چوں نظر در قُرص داری خود یکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے

آنکہ شد محجوبِ اَبداں در شکیست
جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

تفرقہ در رُوحِ[۲] حیوانی بُود
تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے

نفسِ واحد رُوحِ انسانی بود
انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

روحِ انسانی کنفسِ واحد ست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے

روحِ حیوانی سفالِ جامد ست
حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

گفت حق رَشَّ عَلَیۡهِمۡ نُورَهٗ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے

مُفترق ہرگز نہ گردد نورِ اُو
اُس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے

عقلِ[۳] جزو از رمز ایں آگاہ نیست
ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے

واقفِ ایں سِرّ بجز اللہ نیست
اِس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار
اِس معاملے میں عقل کا کیا کام؟

کرِّ مادر زاد را سُرنا چہ کار
پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال
اے ساتھی تھوڑی دیر کیلئے ملال کو چھوڑ دے

تا بگویم وصفِ خالے زاں جمال
تاکہ میں تجھ سے اُس حُسن کے ایک تِل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو
اُس کی خوبی کا حُسن بیان نہیں کیا جا سکتا

ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو
دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تِل کا عکس

چونکہ من از خالِ خوبش دم زنم
جب میں اُس کے حسین تِل کا بیان کرتا ہوں

نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

---

۱ جرعہ گھونٹ۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمین سنہرا کپڑا۔ چوں از ایشان۔ رُوحِ اعظم میں سب کا اشتراک ہے لہٰذا تمام اولیا حقیقت میں مُتحد اور ایک ہیں۔ ہم شش صد ہزار تشخص کے اعتبار سے اُن میں دوئی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ دو قائم مقام چھ لاکھ کے ہیں۔ بر مثالِ موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔

۲ روحِ حیوانی۔ اُس کا خاصہ درندگی اور شہوت ہے جو تفرّق کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں مُتّحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔

۳ عقلِ جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رمز۔ اشارہ، بھید کی بات۔ کر۔ بہرا۔ مادرزاد۔ پیدائشی۔ سُرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تِل، مُراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔

چون کُنم لب را کشادن نیست راہ | فکر تے کُن تا نماید رہ اِلٰہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے | تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو مورے[1] اندریں خرمن خوشم | تا فزوں از خویش بارے میکشم
اس ڈھیر میں مَیں چیونٹی کی طرح خوش ہوں | اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھا رہا ہوں

بستہ شدنِ تقریرِ معنیِ حکایت بسببِ میلِ مُستمع باستماعِ
حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان

صورتِ ظاہرِ حکایت وغیرآں
حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست | تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
(اسرار کی) دھتا بر رشک (کرنیوالی ذات) کب موقع دیتی ہے؟ | کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحر کف پیش آرد و سدّے کُند | جر کُند وز بعدِ جر مدّے کُند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے | کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دیدیتا ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد، مگر | مُستمع را رفت دل جائے دگر
اب سُن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید | سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش[2] شد سوئے صوفیِ قُنُق | اندراں سودا فرو شد تا عُنُق
اُس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا | اِس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال | سوئے آں افسانہ بہرِ وصفِ حال
اِس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہو گیا | اُس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کیلئے

صوفیِ صورت مپندار اے عزیز | ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا | بچوں کی طرح اخروٹ اور منقّی سے کبتک دلچسپی؟

جسمِ ما جوز و مویز ست اے پسر | گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقّی ہے | اگر تو مرد ہے تو اِن دونوں چیزوں سے گزر جا

ور[3] تو اندر نگذری اکرامِ حق | بگذراند مر ترا از نُہ طبق
اگر تو خود، نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم | تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنوا کنوں صورتِ افسانہ را | لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را
اب افسانہ کی صورت سُن لے | لیکن خبردار! بُھس سے غلّہ کو جُدا کر لینا

[1] مور - چیونٹی - خرمن - انبار - فزوں - زیادہ - بار - بوجھ - رشکِ روشنی - اللہ تعالیٰ جو اسرار کے افشار سے روکتا ہے - بحر - سمندر - کف - جھاگ - سدّ - روک - جر - کھینچنا - مد - پھیلانا - مُستمع سننے والا -

[2] خاطر - طبیعت، دل - قُنُق - ترکی لفظ ہے مہمان - عُنُق - گردن - مقال - بات چیت - صوفیِ صورت - ظاہری صوفی - جوز - اخروٹ - مویز - منقّی - جسم - مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے

[3] ور تو - اگر انسان ذاتی کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے - نہ طبق - نو آسمان یعنی ملاءِ اعلیٰ - دانہ را - یعنی قصہ کی روح کو سمجھ لے -

اِلتزام کردنِ خادم تعہّدِ بہیمہ را و تخلف نمودن

خادم کو چوپائے کی نگرانی اپنے ذمّہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مُستفید[1] — چونکہ در وجد و طرب آخر رسید
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ — جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خواں بیاوردند بہرِ میہماں — از بہیمہ یاد آورد آں زماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے — تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخُر برو — راست کُن بہرِ بہیمہ کاہ و جو
خادم سے کہا اصطبل میں جا — چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن ست — از قدیم ایں کارہا کارِ من ست
اُس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے — یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت تر کُن آں جَوش را از نخست[2] — کاں خرک پیر ست و دندانہاش سست
اُس نے کہا اُس کے جَو کو پہلے بھگو لینا — کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اُسکے دانت کمزور ہیں

گفت لاحول ایں چہ می گوئی مِہا — از من آموزند ایں ترتیب ہا
اُس نے کہا لاحول، یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟ — یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرو نہ پیش پیش — داروئے منبل بنہ بر پُشتِ ریش
اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے — زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لاحول آخر ایں حکمت گذار — جنسِ تو مہمانم آمد صد ہزار
اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے — تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی[3] رفتہ اند از پیشِ ما — ہست مہمان جانِ ما و خویشِ ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں — مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دہ ولیکن شیر گرم — گفت لاحول از توام بگرفت شرم
اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم — اُس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

گفت اندر جَو تو کمتر کاہ کُن — گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کُن
اُس نے کہا جَو میں گھاس کم ملانا — اُس نے کہا لاحول، بات مختصر کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پُشک — ور بود تر ریز بروے خاکِ خشک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کرنا — اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

---

[1] مُستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد۔ کیفیت وجدیہ جو صوفیا پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ یعنی صوفی کا گدھا۔ آخُر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔

[2] نخست۔ ابتدا۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ پیر۔ بزرگ، بڑا۔ پالان۔ گدھے کا چارجامہ۔ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔

[3] راضی۔ چونکہ میں نے اچھی خدمات انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ شرم۔ آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔ پُشک۔ مینگنی، لید۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کن
اُس نے کہا لاحول، اے باوا! لاحول پڑھ

با رسولِ اہل کمتر گُن سخن
لائق قاصد سے بات کم کر

گفت بستاں شانہ پُشت خرِ بخار
اُس نے کہا کُھریرا لے، گدھے کی کمر پر پھیر دے

گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اُس نے کہا لاحول اے باوا! شرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند
اُس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کرکے باندھ

تا ز غلطیدن نیفتند اُو بہ بند
تاکہ لوٹنے میں اُس میں نہ پھنس جائے

گفت لاحول اے پدر چندیں منال
اُس نے کہا لاحول، اے باوا! اِس قدر نہ رو

بہرِ خر چندیں مرَو اندر جُوال
گدھے کے لئے اِس قدر پریشان نہ ہو

گفت بر پشتش فگن جُل زود تر
اُس نے کہا کہ اُس کی کمر پر جلد جُھول ڈال دے

زانکہ شب سرماست اے کانِ ہنر
اے ہنرمند! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو
اُس نے کہا لاحول اے باوا! اِس قدر باتیں نہ کر

استخواں در شیر چوں نبوَد مجو
دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے تلاش نہ کر

من ز تو اُستاترم در فنِ خود
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں

میہماں آید مرا از نیک و بد
میرے پاس اچھے اور بُرے مہمان آتے رہتے ہیں

لائقِ ہر میہماں خدمت کنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں

من ز خدمت چوں گُل و چوں سوسنم
میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میاں را بست چست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی

گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جَو لاؤں

رفت وز آخر نکرد اُو ہیچ یاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی

خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
اُس صوفی کو غفلت کی نیند آگئی

رفت خادم جانبِ اوباش چند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا

کرد بر اندرزِ صوفی ریشخند
صوفی کی نصیحت کی مذاق اُڑائی

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا

خوابہا می دید با چشمِ فراز
بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

کاں خرش در چنگِ گرگے ماندہ بود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیئے کے پنجے میں ہے

پارہا از پُشت و رانش می ربود
وہ اُس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اُتار رہا ہے

ك رسولِ اہل - سمجھدار قاصد۔ شانہ - یعنی کھریرا ۔ دُم افسار - پچھاڑی ۔ غلطیدن - لوٹنا ۔ منال - نہ رو ۔ جُوال - صاحب غیاث نے بمعنی بورا جس میں غلہ یا گھاس بھر کر گھوڑے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے۔ بعض شارحین نے در جُوال رفتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اسی اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔

ك جل - جُھول - استخواں - دودھ میں ہڈی ڈھونڈنا فضول کام ہے۔ اُستا - استاد۔ سوسن - آسمانی رنگ کا ایک خوشبودار پھول ہے۔ خوابِ خرگوش - کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خوابِ غفلت۔

ك اوباش - فارسی میں مفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ آوارہ ۔ ریشخند - مذاق، دل لگی ۔ شد دراز - لمبے پیر کر کے سو گیا ۔ بعض نسخوں میں شب دراز ہے یعنی شب دراز بود۔

گفت لاحول ایں چہ مالیخولیاست[۱] — اے عجب آں خادم مشفق کجاست
بولا، لاحول، یہ کیا دیوانگی ہے؟ — ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

باز میدید آں خرش در راہرو — گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
پھر اس نے دیکھا کہ اس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں — کبھی کنوئیں میں گرتا تھا، کبھی گڑھے میں

گوناگوں می دید ناخوش واقعہ — فاتحہ می خواند با القارعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا — سورۃ الحمد مع سورۃ القارعہ کے پڑھتا تھا

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند — رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
اس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں — سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

باز می گفت اے عجب آں خادمک — نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر — کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

من نکردم با وے الا لطف و لیں — او چرا با من کند بر عکس کیں
میں نے تو اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی — وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

ہر عداوت را سبب باید سند — ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہئے — ورنہ ہم جنس ہونا، وفاداری سکھاتا ہے

باز[۲] می گفت آدمؑ با لطف و جود — کے بر آں ابلیس جورے کردہ بود
پھر کہتا کہ مہربانی اور کرم کرنے والے آدمؑ نے — کب اس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد — کو ہمیخواہند او را مرگ و درد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟ — کہ وہ اس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

گرگ را خود خاصیت بدریدنست — ایں حسد در خلق آخر روشن است
بھیڑیے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے — مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے

باز میگفت ایں گمان بد خطاست — بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر کہتا یہ بدگمانی بری ہے — بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز گفتے حزم سوء الظن تست — ہر کہ بد ظن نیست کے ماند درست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے — جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ و آں خر چناں — کہ چناں[۳] بادا جزائے دشمناں
صوفی وسوسوں میں، اور وہ گدھا اس حال میں — کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

---

۱ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ گو۔ گڑھا۔ گوناگوں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورۃ الحمد، القارعۃ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لطف۔ مہربانی۔ لین۔ نرمی۔ کین۔ کینہ وری۔ سند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ بڑھانا، سکھانا۔

۲ باز می گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ برائی کرنے والے بلاوجہ بھی برائی کرتے ہیں جیسے ظلم۔ کژدم۔ بچھو۔ شعر
نیش عقرب نہ از پئے کین است — مقتضائے طبیعتش این است
حسد۔ اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ برائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔ سوء الظن۔ بدگمانی۔ حزم۔ پختہ کاری، احتیاط۔

۳ کہ چناں۔ گدھا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔

آں خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ — کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ[1]

وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں — پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے علف — گاہ در جاں کندن و گہ در تلف

راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے — کبھی جاں کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے الٰہ — جَو رہا کردم کم از یکمشت کاہ

گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا! — میں نے جَو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے،

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ — رحمتے کُن سوختم زیں خامِ شوخ

زبان حال سے کہتا تھا، اے بزرگو! — رحم کرو میں اِس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا!

انچہ آں خر دید از رنج و عذاب — مرغِ خاکی بیند اندر سیلِ آب

جو رنج اور عذاب اُس گدھے نے دیکھا — خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر — آں خرِ بیچارہ از جوع البقر[2]

رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا — وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جَو — مستمند از اشتیاقِ کاہ و جَو

گھاس اور جَو کی جدائی میں روتا تھا — گھاس اور جَو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز — نالہا می کرد آں شب تا بروز

درد و سوزش اور تکلیف میں اِسی طرح — اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد بامداد[3] — زود پالاں جُست بر پشتش نہاد

دن ہوا، خادم صبح کو آیا — بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد — کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد

گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں — گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش — کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش

چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا — زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟!

گمان بُردنِ کاروانیاں کہ بہیمۂ صوفی رنجور ست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد رواں — خر بُرو افتادن آمد در زماں

جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا — اُس وقت گدھا مُنہ کے بل گرنے لگا

[1] پالہنگ۔ باگ ڈور۔ علف۔ گھاس چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ ذکر یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔ خام یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ شوخ شریر۔ مرغِ خاکی خشکی کا پرندہ۔ سیل۔ بہاؤ۔

[2] جوع البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے ہر وقت کھاتا ہے کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔ مستمند۔ رنجیدہ۔

[3] بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔ آنچہ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔ جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔ بہیمہ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔ بُرو افتادن۔ مُنھ کے بل گرنا۔

ہر زمانش خلقؔ می برداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے
جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
سب ہی نے اُس کو بیمار سمجھا

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت
کوئی اُس کا کان، سخت مروڑتا
واں دگر در زیر گامش جست لخت
کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در نعلِ اُو می جست سنگ
کوئی اُس کے کھُر میں پتھر ڈھونڈتا
واں دگر در چشمِ اُو می دید رنگ
کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

باز می گفتند اے شیخ ایں زچیست
پھر کہتے اے شیخ! اِس کو کیا ہوا ہے؟
دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قویست
کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو
جُز بدیں شیوہ نداند راہ بُرد
اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کر سکتا ہے

چونکہ قُوت خر بشب لاحول بود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی
شب مسبّح بود و روز اندر سجود
رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غمِ تو ممتحن۵
اے مُبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو
خویش کارِ خویش باید ساختن
اپنا کام خود کر لینا چاہیئے

آدمی خوار اند اغلب مردماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں
از سلام علیکِ شاں کم جُو اماں
اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں
کم پذیر از دیوِ مردم دمدمہ
انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

از دمِ دیو آنکہ اُو لاحول خورد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا
ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گریگا

ہر کہ در دنیا خورد تلبیسِ۳ دیو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے
وز عدوّے دوست رُوئے تعظیم ریو
اور دوست نما دشمن سے تعظیم پر پھولتا اور فریب کھاتا ہے

در رہِ اسلام بر پولِ صراط
اسلامی طریقہ کے مطابق پُل صراط پر
در سر آید ہمچو آں خر از خباط ق
حماقت کی وجہ سے اُس گدھے کی طرح سر کے بل گریگا

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ
دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
جال کو دیکھ، زمین پر بے پروا ہو کر نہ چل

لہ خلق۔ لوگ۔ پنداشتند۔ اُس کے گرنے سے اُس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔ لخت۔ یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ در چشم اُو۔ جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ زچیست۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل گذشتہ۔ کو۔ کہ او۔ لاحول خورد۔ یعنی اُس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ۔ طریقہ راہ بردن۔ چلنا۔ مسبّح۔ تسبیح پڑھنے والا۔ سجود۔ مُنہ کے بل گرنے کو سجدے سے تعبیر کیا ہے۔

۵ ممتحن۔ مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم۔ نفی کے معنی میں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ دیوِ مردم۔ شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ۔ فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ در سر آمدن۔ سر کے بل گرنا۔

۳ تلبیس۔ فریب۔ ریو۔ مکر۔ پول۔ پُل۔ خباط۔ دیوانگی۔ بیوقوفی۔ عشوہ۔ ناز و انداز۔ فریب۔ منیوش۔ مت سُن۔ دام۔ جال۔ ایمن۔ مطمئن۔

صد ہزار ابلیس لاحول[۱] آر بیں — آدما ابلیس را در مار بیں

لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدِ نظر رکھ — اے آدم! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست — تا چو قصابے کشد از گوشت پوست

دھوکا دے گا تجھے اے جانِ دوست کہے گا — تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ لے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد — وائے آں کز دشمناں افیوں چشد

وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے — اُس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد بر پائے تو قصاب وار — دم دہد تا ریزدت خوں زار زار

قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے — فریب دیتا ہے تاکہ خوب قوت سے تیرا خون بہائے

ہمچو شیراں صیدِ خود را خویش کن — ترکِ عشوہ اجنبی و خویش کن

شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر — اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں — بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں

کمینوں کی رُو رعایت خادم جیسی سمجھ — نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بیکسی بہتر ہے

در زمینِ مرد ماں خانہ مکن — کارِ خود[۲] کن کارِ بیگانہ مکن

دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا — اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو — کز برائے اوست غمناکیِ تو

بیگانہ کون ہے تیرا خاکی جسم ہے — جس کے لئے تو فکرمند ہے

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی

جب تک تو جسم کو تر اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے — روح کے جوہر میں تو موٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مشک تن را جا شود — روزِ مُردن گندِ او پیدا شود

اگر جسم کی جگہ مُشک میں (بھی) ہو گی — موت کے دن اس میں بدبو پیدا ہو جائیگی

مشک[۳] را بر تن مزن بر دل بمال — مشک[۳] چہ بود نامِ پاکِ ذوالجلال

مُشک کو جسم پر نہ مَل، دل پر مَل — مُشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی ہے

آں منافق مشک بر تن می نہد — روح را در قعرِ گلخن می نہد

منافق جسم پر مُشک مَلتا ہے — روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

بر زباں نامِ حق و در جانِ او — گندہا از کفرِ بے ایمانِ او

زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اسکی رُوح میں — بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

---

۱ لاحول آر: یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما: اے آدم! ابلیس در مار: مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کیلئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست: دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد: دھوکا دیتا ہے۔ افیوں چشیدن: کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زار زار: بُری طرح۔ عشوہ: ناز و انداز۔ خادم: یعنی خانقاہ والا خادم جو رعایتیں کرتا ہے۔ خساں: کمینے لوگ۔ ناکس: نالائق۔

۲ کارِ خود: تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ کیست: لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسمِ خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دیگا۔ تا تو تن: تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہرِ جاں: تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گر میان: گل سڑ جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

۳ مُشک: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح معطر ہوتی ہے۔ قعر: گہرائی۔ گلخن: بھٹی، دوزخ۔ بر زباں: منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے لیکن اُس کے دل میں گندگی ہے۔

ذکرِ۱ با او ہمچو سبزہ گلخن ست | بر سرِ مبرز گُلست و سوسن ست

اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے | پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نبات آنجا یقین عاریت ست | جائے آں گُل مجلس ست و عشرت ست

وہ سبزہ اُس جگہ پر یقیناً عارضی ہے | اُس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے

طیّبات آمد برائے طیّبین | لِلْخَبِیْثَاتِ الْخَبِیْثِیْن ست ہیں

اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں | ہاں، بُرائیاں بُروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند | گورِ شاں پہلوئے کیں داراں نہند

کینہ وری نہ کر وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں | اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائینگے

اصلِ کینہ دوزخ ست۲ و کین تو | جزوِ آں کُلّست و خصمِ دینِ تو

کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ | اُس کُل کا جُز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزوِ دوزخی پس ہوش دار | جزو سُوئے کُلِّ خود گیرد قرار

چونکہ تو دوزخ کا جُز ہے، لہٰذا سمجھ لے | جُز اپنے کُل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

ور تو جزوِ جنّتی اے نامدار | عیشِ تو باشد ز جنّت پائدار

اے نامور! اگر تُو جنّت کا جُز ہے | تیری زندگی جنّت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں مُلحق شود | کے دَمِ باطل قرینِ حق شود

یقیناً کڑوا، کڑووں کے ساتھ مل جاتا ہے | باطل بات، حق (بات) کیساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے۳ برادر تو ہمیں اندیشۂ | ما بقی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہی ہے | باقی تو ہڈیاں اور رگیں رہ ہیں

گر گُل ست اندیشۂ تو گلشنی | ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی

اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گُلزار ہے | اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گلابی بر سر و جیبت زنند | ور تو چوں بَولی برونت افگنند

اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملینگے | اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دینگے

طبلہا در پیشِ عطّاراں ببیں | جنس را با جنسِ خود کردہ قریں

عطّار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ | جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جِنسہا با جِنسہا آمیختہ | زیں تجانس زینتے انگیختہ

ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے | اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

---

۱ ذکر۔ ذکرِ خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اُگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کر۔ یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔

۲ دوزخ۔ شعر

کینہ دل کا اک بڑا آزار ہے
کینہ کیا ہے اک عذابِ نار ہے

خصم۔ دشمن، حدیث شریف میں ہے کینہ ور جنّت میں نہ جائیگا۔ جزوِ دوزخی جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ ور دوزخ کا جزو ہے۔

۳ اے برادر۔ جنّتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گُل۔ اعمالِ صالحہ۔ خار۔ یعنی بُرے اعمال۔ گلابی۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بول۔ پیشاب۔ طبلہ۔ ڈبہ، ڈبیہ۔ عطّار۔ عطر فروش۔ قرین۔ ساتھی۔ تجانس۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔

تو رہائی جو ز ناجنساں بجِد[۱] — صحبتِ ناجنس گور ست و لحد

تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کرلے — ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عود و شکّرش — برگزیند یک یک از دیگرش

اگر اس کی شکر اور عود گڈ مڈ ہو جائیں — ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند — نیک و بد در ہمدگر آمیختند

ڈبیں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں — اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

حق فرستاد انبیاء را با ورق — تا گزید ایں دانہا را بر طبق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا — یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد انبیاء را بہرِ دیں — تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اسلئے بھیجا ہے — تاکہ ان کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مؤمن و کافر مسلمان و جہود — پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود

مؤمن اور کافر، مسلمان اور یہودی — ان سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ما ہمہ یکساں بدیم — کس ندانستے کہ ما نیک و بدیم

ان سے پہلے ہم سب یکساں تھے — کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

قلب[۲] و نیکو در جہاں بودے رواں — چوں جہاں شب بود و ما چوں شب رواں

کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا — چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

تا بر آمد آفتابِ انبیاء — گفت اے غش دور شو صافی بیا

یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا — اس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو اور اے صاف تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را — چشم داند لعل را و سنگ را

آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے — آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے

چشم داند گوہر و خاشاک را — چشم را زاں می خلد خاشاکہا

آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے — اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمنِ روزند ایں قلابگاں[۳] — عاشقِ روزند آں زرہائے کاں

یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے دن کے دشمن ہیں — کان کے سونے، دن کے عاشق ہیں

زانکہ روز ست آئینہ تعریف را — تا بہ بیند اشرفی تشریف را

اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے — تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

---

[۱] جِد۔ کوشش۔ صحبت ناجنس۔ شعر

بارِ سار البس ایں قدر زنداں
کہ بود ہم طویلۂ رنداں

عُود۔ اگر۔ طبلہا۔ یعنی عالمِ ارواح میں نیک و بد روحیں جداگانہ تھیں عالمِ ناسوت میں نیک و بد مِل جُل گئے۔ ورق۔ یعنی آسمانی صحیفے۔ طَبَق بعض شارحین نے بمعنیٰ مطابقت لکھا ہے، بعض نے طباق کے معنیٰ میں لیا ہے۔ ایشاں۔ انبیاء۔ مؤمن۔ یہ تقسیم انبیاء کی بعثت کے بعد ہوئی ہیں۔

[۲] قلب۔ کھوٹا سکہ۔ رواں۔ رائج۔ شب رواں۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ صافی۔ خالص۔ چشم داند۔ انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے برے کو پہچان لیتے ہیں۔ می خلد۔ آنکھ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اس کی قدر گھٹا دیتی ہے۔

[۳] قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زرہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفے۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں اشرفی ہے جو کہ ایک سونے کا سکہ ہے۔ تشریف۔ اعلیٰ منزلت۔ بلند مرتبہ۔

حق قیامت را لقب زاں روز کرد[1] — روز بنماید جمالِ سرخ و زرد

اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ دن سرخ اور زرد کا حسن دکھاتا ہے

پس حقیقت روز سِرِ اولیاست — روز پیشِ مہرِ شاں چوں سایہاست

پس (اُس) روزِ (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے — اُنکے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکسِ رازِ مردِ حق[2] دانید روز — عکسِ ستّاریش شامِ چشم دوز

دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو — آنکھ کو بند کردینے والی شام اُنکی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ — والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰ[1]

اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا — اور ضحیٰ مصطفیٰ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست — ہم برائے آنکہ اینہم عکسِ اوست

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) — وہ بھی اسلئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اُنکے (دل کے نور) کا عکس ہے

ورنہ بر فانی قسم گفتن خطاست — خود فنا چہ لائقِ گفتِ خداست

ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے — کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن — پس فنا چوں خواست ربُّ العالمین

خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کرجانیوالوں کو پسند — تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرمالیا؟

لا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْں گفت آں خلیل — کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل

میں غروب کرجانیوالوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا — ربِ جلیل فنا کو کب پسند کرے گا؟

باز والّیل ست ستّاریِ او — واں تنِ خاکیِ زنگاریِ او

پھر "والّیل" آنحضورؐ کی ستاری ہے — اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش[3] چوں برآمد زاں فلک — با شبِ تن گفت ہیں ما وَدَّعَک

اُن (آنحضورؐ) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلکِ — جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اُسنے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عینِ بلا — زاں حلاوت شد عبارت ما قلیٰ

خود ابتلاء سے وصل پیدا ہوگیا — "اُس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیرینی ہوئی

اش - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلک - یعنی آسمانِ الوہیت۔ شبِ تن - رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے۔ ما ودّعک - اُس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے۔ عینِ بلا - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا آنحضورؐ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اِس پر بطور تنبیہ کچھ دن کیلئے وحی منقطع ہوگئی اور پھر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمھیں وصل حاصل ہے لہٰذا انھیں ابتلاء سے وصل کی بشارت ملی۔

[1] قیامت - قرآن میں قیامت کو دن بتایا گیا ہے۔ حقیقت - صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے، تمام کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے اور اسماءِ الٰہی ظاہر حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہرِ اتم ہے۔ قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسمِ مُقسِط کا مظہر ہے تو کھوٹے کھرے کو جدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اُس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔

[2] مردِ حق - اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کردینے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی۔ لہٰذا دن اور رات اُن کے قلوب کا عکس ہیں۔ والضحیٰ - مولانا فرماتے ہیں کہ اِس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اگر دیگر مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنیٰ چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اِس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نورِ مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے۔ والّیل - خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے اُس سے آنحضورؐ کی ستاری اور جسدِ عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔

[3] آفتاب - ذاتِ خداوندی

ہر عبارت خود نشانِ حالتیست
ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے
حال چوں دست و عبارت آلتیست
حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر
سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں
ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در
ایسا ہی ہے جیسے ریتے میں بویا ہوا دانہ

وآلتِ اسکاف پیشِ برزگر
اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے
پیشِ سگ کہ استخواں در پیشِ خر
کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الحق در لبِ منصور نور
اَنَا الحق منصور کے لب پر نور تھا
بود اَنَا اللہ در لبِ فرعون زور
"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شد عصا اندر کفِ موسیٰؑ گوا
لاٹھی موسیٰؑ کے ہاتھ میں گواہ بنی
شد عصا اندر کفِ ساحر ہبا
جادوگر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰؑ بداں ہمراہِ خود
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰؑ نے اپنے ساتھی کو
در نیاموزید آں اسمِ احد
اللہ کا نام (اسمِ اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص بر آلت نہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا
سنگ بر گِل زن تو آتش کے جہد
تو چقماق کو مٹی پر رگڑ، شعلہ کب دے گا؟

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست
ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے
جفت باید جفت شرطِ زادن ست
جوڑا چاہیئے جننے کے لئے جوڑا شرط ہے

آنکہ بے جفت ست و بے آلت یکیست
جو (ذاتِ خدا) بے جوڑ ہے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہے
در عدد شک ست و آں یک بے شکیست
(اس کے) چند ہونے میں شک ہے اور اس کا ایک ہونا بے شک ہے

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں
جنہوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا
متفق باشند در واحد یقیں
یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

احولی چوں دفع شد یکساں شوند
بھینگاپن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے
آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

گر یکے گوئی تو در میدانِ او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اس کے میدان میں
گرد بر میگرد از چوگانِ او
اس کے بلّے پر چکر کاٹ

درعدد - چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت - چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے تو قائل ہوئے۔ احولی - بھینگاپن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے - موحد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تابع فرمان بنے۔

ل ہر عبارت - عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار میں مناسبت ہے، تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلتِ زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیشِ سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کہ ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے اَنَا الحق کہا تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔
٢ عصا۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے رسالت کی گواہ بنی، آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور انکی لاٹھیاں بیکار ہو گئیں۔ زیں سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کریگا۔ کو۔ اپنا قصور نہ سمجھے گا اسمِ اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔ جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔
٣ آنکہ۔ صحیح نتیجہ کیلئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کیلئے ہے خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔

گوئی[1] آنگہ راست و بے نقصاں شود
گیند اُس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے

کو ز زخمِ دستِ شہ رقصاں شود
جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوش دار اے احول اینہا را بہوش
اے بھینگے! اِس کو ہوش سے سُن لے

دارُوئے دیدہ بکش از راہِ گوش
کان کے راستے سے آنکھ کی دوا لگالے

پس کلامِ پاک در دلہائے کور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں

می نپاید می رود تا اصلِ نور
نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

واں فسونِ دیو در دلہائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں

می رود چوں کفشِ کژ در پائے کژ
اُتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دُہرائے

چوں تو نا اہلی شود از تو بری
جبکہ تو نا اہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہیگی

ور[2] چہ بنویسی نشانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اُس کی پہچان بنالے

ور چہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو ڈینگے مارے اُس کو بیان کرے

اُو ز تو رُو در کشد اے پُر ستیز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے مُنھ پھیر لیں گی

بندہا را بگسلد بہرِ گریز
بھاگنے کے لئے پھندے توڑ دیں گی

ورنہ خوانی و ببیند سوزِ تو
اگر تو (علمِ ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو

علم باشد مرغِ دست آموزِ تو
علم تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرند ہوگا

اُو نپاید پیشِ ہر نا اوستا
وہ بے اُستادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے

ہمچو بازِ شہ بخانہ رُوستا
جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتنِ بادشاہ بازِ گُم کردہ را بخانۂ پیر زن
بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں بازیست کو از شہ گریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا

گندہ[3] پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
بوڑھی نے نادانی سے اُسکے سامنے گھاس ڈالی

علم بازے داں کہ اُو از شہ گریخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا

سوئے آں کمپیر کو می آرد بیخت
اُس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی

تا کہ تتماجے پزد اولاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے

دید آں بازِ خوشِ خوش زاد را
اُس نے اُس خوبصورت، اچھی نسل کے باز کو دیکھا

---

[1] گوئی۔ یعنی گیند ہی ہے جو بلّے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ موحّد کو بھی چوگانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ راہِ گوش۔ نصیحت سُن کر صحیح عقیدہ قائم کرے۔ پس نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسونِ۔ شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت۔ علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔

[2] ور چہ۔ علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے۔ لاف۔ لافیدن۔ شیخی بگھارنا۔ رُو کشیدن۔ مُنہ موڑنا۔ پُر ستیز۔ جھگڑالو۔ ورنہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نپاید۔ پائیدار نہیں ہوتا۔ رُوستا۔ دیہاتی۔

[3] گندہ پیر۔ بوڑھی۔ جہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقفیت۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بیخت۔ آرد می بیخت۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔

پایکش[1] بست و پرش کوتاہ کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے
ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اُسکے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نا اہلاں نکردند ت بساز
بولی، نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا
پر فزود از حدّ و ناخن شد دراز
پَر حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دستِ ہر نااہل بیمارت کند
ہر نااہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مہرِ جاہل را چنیں داں اے رفیق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ
کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے
عاقبت زخمت زند از جاہلی
نادانی سے آخرکار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شہ در جستجو[2] بیگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا
سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
(بالآخر) اُس بڑھیا اور اُسکے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگہ باز را در دود و گرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار میں دیکھا
شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

گفت ہر چند ایں جزائے کارِ تست
بولا، درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے
کہ نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانا کیوں کرتا ہے؟
غافل از لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ نَار
لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ سے غافل

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر[3]
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے
خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

گندہ پیرِ جاہل ایں دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے
ہر کہ مائل شد بدو خوار و غبی ست
جو اُس کی طرف جُھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے
عاقل آں باشد کزیں جاہل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پالے

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہوگا بالآخر
آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

---

[1] پایکش۔ پایک اِش کاف تصغیر کے لئے ہے۔ کوتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت پرداخت۔ دست۔ نااہل کے ہاتھوں بُری گت بنتی ہے۔ مادر۔ بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ جیسے شعر۔ بود محبتِ ناداں بلا کہ یوسف کے طرب سرائے زلیخا تمام زندان است

[2] در جستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔ کار۔ یعنی بے وفائی۔ لَا یَسْتَوِیْ۔ قرآن پاک میں ہے "دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ بہشتی نجات پانیوالے ہیں۔"

[3] خبیر۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ دنی۔ کمینہ۔ بدو۔ باوُ۔ غبی۔ کُند ذہن۔ جاہل پرست۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ باز۔ پھر، بالآخر۔

بازمی مالید پر بر دستِ شاہ ۔۔۔ بے زباں[1] می گفت من کردم گناہ
باز، بادشاہ کے ہاتھ پر بازو ملتا تھا ۔۔۔ بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

پس کجا زارد کجا نالد لئیم ۔۔۔ گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے! ۔۔۔ اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

سر کجا بنہد ظلومِ شرمسار ۔۔۔ جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے؟ ۔۔۔ تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

لطفِ شہ جاں را جنایت جو کند ۔۔۔ زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند
شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے ۔۔۔ کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

رو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما ۔۔۔ زشت آید پیشِ آں زیبائے ما
گناہ کا رخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی) ۔۔۔ اُس ہمارے محبوب کے سامنے بری نظر آتی ہیں

خدمتِ[2] خود را سزا پنداشتی ۔۔۔ تو لوائے جرم ازاں افراشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا ۔۔۔ اس لئے تو نے خطا کاری کا جھنڈا بلند کر دیا

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد ۔۔۔ زاں دعا کردن دلت مغرور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے ۔۔۔ اس دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

ہم سخن دیدی تو خود را با خدا ۔۔۔ اے بسا کو زیں گماں افتد جدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا ۔۔۔ بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ[3] با تو شہ نشیند بر زمیں ۔۔۔ خویشتن بشناس و نیکو تر نشیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے ۔۔۔ اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم ۔۔۔ توبہ کردم نو مسلماں می شوم
باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں ۔۔۔ میں نے توبہ کی، از سرِ نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر ۔۔۔ گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے ۔۔۔ اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا ۔۔۔ برکنم من پرچمِ خورشید را
اگرچہ ناخن جاتے رہے (لیکن) جب تو میرا ہوگا ۔۔۔ میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں گا

ورچہ پرّم رفت چوں بنوازیم ۔۔۔ چرخ بازی کم کند در بازیم
اگرچہ میرے پَر جاتے رہے (لیکن)، جب تو مجھے نوازے ۔۔۔ آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں بد سکتا

---

[1] بے زباں یعنی زبانِ حال۔ زارد۔ زاریدن کا فعلِ ماضی ہے۔ لئیم۔ کمینہ گنہگار۔ ظلوم۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جو۔ خطا کار۔ نیکو کند۔ برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ رو مکن۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ما۔ ہماری نیکیاں بھی اُس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

[2] خدمت۔ یعنی عبادت۔ سزا یعنی خدا تعالیٰ کے لائق۔ لوا۔ جھنڈا۔ جرم۔ گناہ۔ مغرور شد۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔ زیں گمان۔ عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔

[3] گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیے۔ باز۔ یہاں سے پھر باز کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سرِ نو فرمانبردار۔ شیر گیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و رفتار پر قابو رکھتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بوڑھی نے ناخن تراش دیئے تھے۔

گر کمر بخشیم[1] کُہ را بُر کنم — گر دہی کِلکم عَلمہا بشکنم
اگر تو میرے پٹکا باندھ دے، پہاڑ کو اکھاڑ دوں — اگر تو مجھے (قلم کا) پورا دیدے میں جھنڈے گرا دوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم — مُلکِ نمرودی بپر برہم زنم
آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہوگا — نمرودی سلطنت کو پر سے زیر و زبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر — ہر یکے خصمِ مرا چوں پیل گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ — میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدرِ فُندق افگنم بُندق خریق — بُندقم در فعل صد چوں منجنیق
فندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا — میرا غلہ کام میں تو گوپھنوں کی طرح ہوگا

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود — لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود
اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے — لیکن جنگ میں نہ سر بچے گا نہ خود

رفت موسیٰ[2] در وغا با یک عصاش — زد براں فرعون و بر شمشیر ہاش
موسیٰؑ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے — اس کو فرعون اور اس کی تلواروں پر چلایا

ہر رسولے یک تنہ کاں در زدست — بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست
ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے — تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

نوحؑ چوں شمشیر در خواہید از ؤ — موجِ طوفاں گرد حق شمشیر اُو
نوحؑ نے جب اس (اللہ) سے تلوار چاہی — اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو آپکی تلوار بنا دیا

احمدا خود کیست اسپاہِ زمیں — ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں
اے احمدؐ! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟ — آسمان پر چاند کو دیکھ اور اس کی پیشانی چیر دے

تا بداند سعد و نحسِ بے خبر — دور دورِ تست نے دورِ قمر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے — یہ تیرا دور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

دورِ تست ایرا کہ موسیٰؑ کلیم — آرزو می بُرد زیں دورت مقیم[3]
یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰؑ کلیم (اللہ) — تیرے اس دور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

چونکہ موسیٰؑ رونقِ دورِ تو دید — کاندرو صبحِ تجلّی می دمید
چونکہ موسیٰؑ نے تیرے دور کی رونق دیکھی — کہ اس میں تجلّی کی صبح چمکتی ہے

گفت یارب ایں چہ دورِ رحمت ست — آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست
کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟ — وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

---

[1] کمر۔ پٹکا۔ بخشیم۔ بخش را۔ کِلک۔ قلم کا پورا۔ عَلم۔ جھنڈا۔ پشہ۔ مچھر۔ نمرود ایک ظالم بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اسکی ناک میں گھس گیا جو اسکی ہلاکت کا سبب بنا۔ بابیل۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اُس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعہ ان پر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم۔ مقابل۔ دشمن۔ پیل۔ ہاتھی۔ فندق۔ عناب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بُندق۔ غلہ۔ خریق۔ پھاڑنے والا۔ نخود۔ چنا۔ ہیجا۔ جنگ۔ خود۔ لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔

[2] موسیٰؑ۔ ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ عصا لیکر گئے تھے۔ وغا۔ جنگ۔ یک تنہ۔ تنہا۔ در۔ دروازہ۔ زد۔ داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوح۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اسپاہ۔ سپاہ۔ ماہ۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دورِ قمر۔ ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہوگیا ہے۔

[3] مقیم۔ ابو نعیمؒ نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی اس تمنا

غوطہ خور موسیا اندر بحار
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا

وز میانِ دورِ احمد سر بر آر
اور احمدؐ کے دَور کے درمیان سَر اُبھار دے

گفت یا موسیٰؑ بداں بنمودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰؑ اِسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے

راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
اِس خلوت کا راستہ تم پر اِسی لئے کھولا ہے

گر[1] تو زاں دوری دریں دور اے کلیم
اے کلیم! اگرچہ تو اس دَور سے دُور ہے (لیکن) اسی میں

پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
پیر پھیلا دے اس لئے کہ یہ کمبلی دراز ہے

من کریمم ناں نمایم بندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں

تا بگریاند طمع آں زندہ را
تاکہ اُس زندہ کو لالچ رُلا دے

بینیِ طفلے بمالد مادرے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے

تا شود بیدار و وا جوید خورے
تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے

واں دو پستاں می چکد از مہر در
اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

کُنتُ[2] کَنزًا رَحمَۃً مَخفِیَّۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا

فَابتَعَثتُ اُمَّۃً مَهدِیَّۃً
تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمّت پیدا کی

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں
جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے

اُو نمودت تا طمع کردی دراں
اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تاکہ تو اُن کا لالچ کرے

چند بُت بشکست احمدؐ در جہاں
احمدؐ نے دنیا میں چند بُت توڑے

تاکہ یا ربّ گوی گشتند اُمّتاں
تو اُمّتیں یا ربّ کہنے والی بن گئیں

گر نبودے کوششِ احمدؐ تو ہم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی، تو بھی (اے مخاطب)

می پرستیدی چو اجدادت صنم
اپنے باوا دادا کی طرح بُت پُوجتا

ایں سرت وارست[3] از سجدہ صنم
تیرا یہ سَر بُت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا

تا بدانی حقِ اُو را بر اُمم
خبردار، اُمّتوں پر اُن کے حق کو سمجھ لے

گر بگوئی شکرِ ایں رستن بگو
اگر تو اِس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر

کز بُتِ باطن ہمت بر ہاند اُو
تاکہ اندرونی بُت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

مر سرت را چوں رہانید از بُتاں
جس طرح اُس نے تیرے سَر کو بُتوں سے آزاد کر دیا

ہم بداں قوّت تو دل را وارہاں
اِسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بُت پرستی سے) آزاد کر

---

[1] گر تو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دَورِ احمدیؐ سے دُور ہے لیکن تو اُس سے متمتّع اور لطف اندوز ہے۔ گلیم۔ چادر یعنی آنحضورؐ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ اُنکی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آ جائے، حضرت موسیٰؑ کو دَورِ احمدیؐ کی جھلک اِسی لئے دکھائی گئی۔ مادرے۔ ماں سوئے ہوئے بچّہ کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اُس کو پلائے۔

[2] کُنتُ۔ حدیث شریف ہے۔ کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ۔ "میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا"۔ اُمّۃً مَهدِیَّۃً ہدایت یافتہ اُمّت یعنی اُمّتِ محمدی جس کو معرفتِ ذات و صفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کی بعثت بھی اِنہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرفُ المخلوقات نے اپنا مقام پا لیا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سَر بسجود تھا۔

[3] وارست۔ چھوٹ گیا۔ بگو۔ اُس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بُت سے بھی نجات پائیگا۔ قوّت۔ یعنی آنحضورؐ کے اتباع کی قوّت۔

سخت[51] زشکرِ دیں ازاں برتافتی — کز پدر میراثِ ارزاں یافتی

دین کے شکریہ سے تونے اِس لئے منہ موڑا ہے — کہ تونے باپ سے سستی میراث پائی ہے

مردِ میراثی چہ داند قدرِ مال — رستمے جاں کند مجّاں یافت زال

وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ — رستم نے جان کھپائی، بوڑھی نے مفت حاصل کرلیا

چوں بگریانم بجوشد رحمتم — آں خروشندہ نیوشد نعمتم

جب میں رُلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے — وہ رونے والا سُن لیتا ہے "میں نعمت ہوں"

گر نخواہم داد خود ننمایمش — چونکش کردم بستہ دل بکشایمش

اگر میں دینا نہ چاہوں تو اُس کو نہ دکھاؤں — جب میں اُسکو تنگدل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کردیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست — بعد ازاں از بحرِ رحمت موج خاست

میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے — اُس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اُٹھتی ہے

تا نگرید[52] طفل کے جوشد لبن — تا نگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ نہ روئے، دودھ کب جوش مارتا ہے؟ — جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدنِ شیخ احمد خضرویہ از جہتِ غریماں بالہامِ حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے اِلہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً اُو وام دار — از جوانمردی کہ بود اُو نامدار

ایک شیخ ہمیشہ قرضدار رہتے تھے — اُس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دہ ہزاراں وام کردے از مہاں — خرج کردے بر فقیرانِ جہاں

وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے — دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کردیتے تھے

ہم بوام اُو خانقاہے ساختہ — جان و مال و خانقہ در باختہ

اُنھوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی — گھربار اور خانقاہ (قرض میں) کھو چکے تھے

احمدِ خضرویہؒ بودے نامِ اُو — خدمتِ عشاق بودے کامِ اُو

اُن کا نام احمد خضرویہؒ تھا — (خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وامِ اُورا حق ز ہر جا می گذارد — کرد حق بہرِ خلیلؑ از ریگ آرد[53]

اللہ تعالیٰ اُن کے قرض کہیں نہ کہیں سے اُتار دیتا تھا — خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

---

[51] سخت۔ نسلی مسلمان کو نعمتِ اسلام کی قدر نہیں ہے۔ انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا۔ میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے وارث اُس کو اُڑا ڈالتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔ چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمتِ خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گر نخواہم۔ جس کو دینا مقصود نہیں ہوتا ہے اُسکو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چونکش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اُسکو دیکر خوش کردیتا ہوں۔

[52] تا نگرید۔ اِس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کرلو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے اَبر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اِس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اُس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فارسی والے یا پر زبر ہا کو ساکن کرکے پڑھتے ہیں۔ وام۔ قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔

[53] ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا وہاں اُس کو قرض نہ ملا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اُس نے اونٹ پر ریت لاد لیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا گیہوں کی بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اُس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔

گفت پیغمبر کہ در بازارہا ۞ دو فرشتہ می کنند از دل دعا[1]

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں ۞ دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

کاے خدا تو منفقاں را دہ خلف ۞ اے خدا تو ممسکاں را دہ تلف

کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دیدے ۞ اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دیدے

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد ۞ حلقِ خود قربانئ خلاق کرد

خصوصاً وہ خرچ کرنیوالا جس نے جان خرچ کی ۞ اپنے گلے کو اللہ (تعالیٰ) کی قربانی بنایا

حلق پیش آورد اسماعیلؑ وار ۞ کارد بر حلقش نیارد کردگار

(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اس نے گلا پیش کر دیا ۞ خدا اس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش ۞ تو بداں قالب بمنگر گبر وش

پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں ۞ تو انکے (خاکی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

چوں خلف دادست شاں جانِ بقا ۞ جانِ ایمن از غم و رنج و شقا

چونکہ انکو اللہ تعالیٰ نے باقی رہنے والی جان عوض (میں دی ہے) ۞ وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

شیخ وامی[2] سالہا ایں کار کرد ۞ می ستد می داد ہمچوں پائمرد

قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا ۞ مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل ۞ تا بود روزِ اجل میرِ اجل

مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے ۞ تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

چونکہ عمر شیخ در آخر رسید ۞ در وجودِ خود نشانِ مرگ دید

جب شیخ کی آخری عمر آ گئی ۞ انہوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

وام خواہاں گردِ او بنشستہ جمع ۞ شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع

قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے ۞ شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش ۞ دردِ دلہا یار شد با دردِ شش

قرض خواہ نا امید اور ناراض تھے ۞ دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہوگیا تھا

شیخ گفت ایں بدگماناں[3] را نگر ۞ نیست حق را چار صد دینار زر

شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ ۞ (کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد ۞ لافِ حلوا بر امیدِ دانگ زد

ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی ۞ پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

---

[1] دعا۔ یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں۔ منفق یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف یعنی خرچ کا بدلہ۔ ممسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلاق۔ اللہ تعالیٰ۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیلؑ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو اُخروی حیات ابدی ملی ہے اُن کے جسم خاکی کو دیکھ کر کافر اس کا منکر بنتا ہے۔ جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔

[2] وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اجل۔ موت کا وقت۔ اَجَل۔ بزرگ۔ نشان۔ علامت۔ شمع۔ شیخ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ شش۔ پھیپھڑا یعنی دلوں کے درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہوگیا۔

[3] بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چارصد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔ دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھ رتی کا ہوتا ہے۔

شیخ اشارت کرد خادم را بسر[١]
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا
کہ برو آں جملہ حلوا را بخر
کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند
کیونکہ قرضخواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے
یک زمانے تلخ درمن ننگرند
تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

درزماں[٢] خادم بروں آمد ز در
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا
تا خرد آں جملہ حلوا ازاں پسر
تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت اُو را جملۂ حلوا بچند
خادم نے اُس سے پوچھا حلوا کتنے کا ہے؟
گفت کودک نیم دینار ست و اَند
لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو
اُس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ
نیم دینارت دہم افزوں مگو
تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

اُو طبق بنہاد اندر پیش شیخ
اُس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا
تو ببیں اسرارِ سرّ اندیشِ شیخ
(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

کرد اشارت با غریماں کیں نوال[٣]
(شیخ نے) قرضخواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا ہے،
نک تبرک خوش خورید ایں را حلال
یہ تبرک ہے اِس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

بہرِ فرماں جملگی حلقہ زدند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا
خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد
جب طباق خالی ہو گیا اُس لڑکے نے اُٹھایا
گفت دینارم بدہ اے پُر خرد
بولا، اے دانشمند میرا دینار دے

شیخ گفتا از کجا آرم درم
شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں
وام دارم میروم سوئے عدم
میں مقروض ہوں۔ (ملکِ) عدم کی طرف جا رہا ہوں

کودک از غم زد طبق را بر زمیں
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا
نالہ و گریہ بر آورد و حنیں
رونا اور چیخنا شروع کر دیا

بانگ می کرد و فغان و ہائے ہائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا
کاے مرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

کاشکے من گردِ گلخن گشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا
بر درِ ایں خانقاہ نگذشتمے
اِس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

١ بسر- سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ غریماں- غریم کی جمع ہے، قرضخواہ۔ جملگی- یعنی حلقہ۔
٢ درزماں- فوراً۔ بچند- کس قیمت کا ہے۔ اَند- بضع کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو- زیادہ نہ بول۔ اسرار- سِر کی جمع ہے، راز۔ سرّ اندیش- راز کو سوچنے والا۔
٣ نوال- عطیہ۔ نک- اینک کی تخفیف ہے بمعنی اینست والکنوں۔ درم- درہم، ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ حنیں- رونا چلانا۔ گلخن- بھٹی یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔

صوفیانِ طبلِ خوار[1] لقمہ جو ۔۔۔ سگ دلان ہمچو گربہ روئے شو
پیٹو صوفی، لقمہ ڈھونڈنے والے ۔۔۔ کتوں کا دل رکھنے والے، بلی کی طرح مُنہ دھونے والے

از غریوِ کودک آنجا خیر و شر ۔۔۔ گرد آمد گشت بر کودک حشر
لڑکے کے شور و غل سے اُس جگہ بھلے اور بُرے ۔۔۔ جمع ہو گئے، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخِ درشت[2] ۔۔۔ تو یقیں داں کہ مرا اُستاد کُشت
شیخ کے سامنے، کہ اے سنگدل شیخ! ۔۔۔ تو یقین کر لے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا

گر روم من پیشِ اُو دستِ تہی ۔۔۔ اُو مرا بکُشد اجازت میدہی
اگر میں اُس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں ۔۔۔ وہ مجھے مار ڈالے گا، تو روا رکھتا ہے؟

واں غریماں ہم بانکار و جحود ۔۔۔ رُو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرضخواہ بھی تردید اور اِنکار کے ساتھ ۔۔۔ شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا؟

مالِ ما خوردی مظالم می بری ۔۔۔ از چہ بود ایں ظلمِ دیگر بر سری
ہمارا مال مارا، حقوق لے جا رہا ہے ۔۔۔ علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست ۔۔۔ شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا ۔۔۔ شیخ نے آنکھیں بند کر لیں اور اُسکی طرف دیکھا بھی نہیں

شیخ فارغ از جفا و از خلاف ۔۔۔ درکشیدہ روی چوں مہ در لحاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (البال) تھے ۔۔۔ چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

با ازل خوش با ابد خوش شادکام ۔۔۔ فارغ از تشنیع و طعنِ خاص و عام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش و مسرور! ۔۔۔ خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

آنکہ[3] جاں در روئے اُو خندد چو قند ۔۔۔ از ترشروئیِ خلقش چہ گزند
جس کی جان اُسکے سامنے قند کی طرح (میٹھی) مسکراتی ہو ۔۔۔ اُس کو مخلوق کی بد مزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشمِ اُو ۔۔۔ کے خورد غم از فلک و ز خشمِ اُو
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے ۔۔۔ وہ آسمان اور اُس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک ۔۔۔ از سگاں و عوعو ایشاں چہ باک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر ۔۔۔ کتوں اور اُن کے بھونکنے سے کیا خوف؟

سگ وظیفہ خود بجا می آورد ۔۔۔ مہ وظیفہ خود برُخ می گسترد
کتا اپنا کام کر رہا ہے ۔۔۔ چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

[1] طبل خوار۔ طبل، ڈھول یعنی کھا کر ڈھول سا پیٹ پھلانے والے۔ گربہ۔ بلی اپنا زہد دکھانے کے لئے اپنا مُنہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور و غل۔ خیر و شر۔ بھلے بُرے لوگ۔ حشر۔ مجمع۔

[2] درشت۔ یعنی سنگدل۔ اُستا۔ استاد۔ کُشت۔ اُلٹے معنے مار ڈالے گا۔ دستِ تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ و دانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔ مظالم۔ حقوق، مطالبات۔ بر سری۔ علاوہ۔ نمازِ دیگر۔ نمازِ اول ظہر دوسری نمازِ عصر۔ دیدہ۔ آنکھ۔ فارغ۔ خالی۔ جفا۔ ظلم۔ خلاف۔ لڑائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔

[3] آنکہ۔ جس کی روح اُس کے سامنے مسکرائے کسی کا مُنہ بنانا اُس کے لئے مُضر نہیں ہے۔ شبِ مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ قمر کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔

کارکِ[1] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے
آب نگذارد صفا بہرِ خسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

خس خسانہ می رَود بر روئے آب
تنکا کینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے
آبِ صافی می رود بے اِضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

مُصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰ، آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں
ژاژ می خاید ز کینہ بُولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

آں مسیحا مُردہ زندہ می کُند
(حضرت) عیسیٰ مردے کو زندہ کر رہے ہیں
واں جہود از خشم سُبلت می کَند
یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

بانگِ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟
خاصہ ماہے کو بوَد خاصِ اِلٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

مے خورد شہ بر لبِ جُو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے
در سماع از بانگِ چُغراں بےخبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہم شدے توزیعِ[2] کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے
ہمّتِ شیخ آں سخارا کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اُس سخاوت کو روک دیا

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے
قوّتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوت اس سے بھی بڑھ کر ہے

شُد نمازِ دیگر[3] آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا
یک طبق بر کف زِ پیشِ حاتمے
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

صاحبِ مالے و حالے پیشِ پیر
ایک صاحبِ مال و حال نے پیر کی خدمت میں
ہدیہ بفرستاد کز وے بُد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اُس کی حالت سے باخبر تھا

چار صد دینار بر گوشۂ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار
نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

خادم آمد شیخ را اِکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی
واں طبق بنہاد پیشِ شیخِ فرد
اور اُس طبق کو یگانۂ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا
خلق دیدند آں کرامت بےجحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

---

[1] کارک۔ معمولی کام۔ خس۔ تنکا۔ خسانہ۔ کمینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی دریا کا جوش۔ مُصطفےٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب۔ آنحضور کا چچا جو آپکی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰ جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود۔ یہودی لوگ۔ سُبلت۔ مونچھ۔ مے خوردن۔ شراب می نوشند۔ بر لبِ جو۔ دریا کے کنارے شراب نوشی فرید لطف کا سبب ہوتی ہے۔

[2] توزیع۔ تقسیم چندہ مراد ہے۔ آں سخا۔ لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع بنی۔ کودک۔ یعنی حلوا بیچنے والا لڑکا۔ قوت۔ باوجود دوسرے قرضخواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند نہ کی اسلئے کہ بزرگوں کی قوتِ باطنی کے مقابلہ میں یہ سب قرض ہیچ تھا۔

[3] نمازِ دیگر۔ عصر کی نماز، اوّل نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ فرضیتِ نماز کے بعد امامتِ جبرئیل میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔ حاتم۔ یعنی سخی۔ بُد خبیر۔ وہ سخی شیخ کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار۔ جس کا حلوا خریدا تھا۔ فرد۔ یکتائے زمانہ۔ کرامت۔ بزرگوں سے جو بات غیبی نظام کے ماتحت، عام سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو وہ کرامت کہلاتی ہے۔

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زُود
نورًا سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی

کاے سرِ[1] شیخان و شاہاں ایں چہ بود
کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا؟

ایں چہ سرِّ ست ایں چہ سلطانیست باز
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟

اے خداوندِ خداوندانِ راز
اے راز داروں کے آقا!

ما ندانستیم ما را عفو کن
ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے

بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

ما کہ کورانہ عصاہا می زنیم
ہم جو اندھا دُھند لاٹھی گھماتے ہیں

لاجَرَم قندیلہا را بشکنیم
یقینًا قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ما چو کرّانِ ناشنیدہ یک خطاب
ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سُنے بغیر

ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب
اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ما ز موسیٰؑ پند نگرفتیم کو
ہم نے (حضرت) موسیٰؑ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی

گشت از انکارِ خضرؑ زرد رُو
(حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

باچناں[2] چشمے کہ بالا می شتافت
ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالمِ (بالا) کی طرف جاتی تھیں

نورِ چشمش آسماں را می شگافت
اُنکی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

کردہ با چشمت تعصب موسیا
اے موسیٰ! (شیخ خضرویہ) تیری آنکھوں کے ساتھ تعصب برتا

از حماقت چشمِ موشِ آسیا
حماقت کی وجہ سے (ہماری) چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال
شیخ نے فرمایا وہ سب اِنکار اور گفت گو

من بحل کردم شمارا آں جدال
وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

سرِّ آں ایں بود کز حق خواستم
اُس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی

لاجَرَم بنمود راہِ راستم
لامحالہ اُس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

گفت[3] ایں دینار اگرچہ اندکست
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں

لیک موقوفِ غریوِ کودکست
لیکن بچہ کے رونے پر موقوف ہیں

تا نگرید کودکِ حلوا فروش
جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے

بحرِ بخشش در نمی آید بجوش
بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

اے برادر طفلِ چشمِ تُست
اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے

کامِ خود موقوفِ زاری داں نخست
پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

[1] سِرّ۔ سردار۔ بہتر۔ راز۔ خداوند۔ آقا۔ قندیلہا۔ یعنی بزرگوں کے روشن دل — ما چو کرّاں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے ہیں اور اپنے قیاس سے اٹکل پچو باتیں بنانے لگتے ہیں۔ موسیٰ: حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچے تھے اور اعتراضات کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔

[2] باچناں چشمے: اولیاء کی چشمِ بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے۔ تعصب۔ بیجا حمایت۔ موسیا یعنی شیخ خضرویہ۔ موش۔ چوہا۔ آسیا۔ چکی۔ اِنکار۔ یعنی وہ تمام بیہودہ باتیں جو ان لوگوں نے کی تھیں۔ بحل کردم۔ میں نے معاف کر دیں۔ جدال۔ لڑائی جھگڑا۔

[3] گفت۔ یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو۔ شور و غل۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کھلا اسی طرح تو بھی اپنے معاملہ کو سمجھ۔

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے
بے تضرع[1] کامیابی مشکل ست
گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے
خارِ محرومی بگُل مُبدَل شود
محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے
پس بگریاں طفلِ دیدہ بر جسد
تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدنِ شخصے زاہدے را کہ کم گری تا کور نہ شوی
ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر، تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا
کم گری تا چشم را ناید خلل
کم رویا کر تاکہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے
چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
اُس حُسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ غم[2] ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟
در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست
اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ور نہ خواہد دید از حق نور و ضو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی
ایں چنیں چشمِ شقی گو کور شو
تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ ترا ست
آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے
چپ مرو تا بخشدت دو چشمِ راست
ٹیڑھا نہ چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے

عیسیِ روحِ تو با تو حاضر ست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے
نصرت از وے خواہ کو خوش ناصر ست
مدد اُس سے مانگ، وہ بہترین مددگار ہے

لیک بیگارِ تنِ پُر استخواں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار
بر دلِ عیسیٰ منہ تو ہر زماں
کسی وقت (بھی)، عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ[3] کہ اندر داستاں
اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں
ذکرِ او کردیم بہرِ راستاں
اہلِ حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگیِ تن مجو از عیسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب بن
کامِ فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

---

[1] تضرع - عاجزی، گڑگڑانا۔ خارِ محرومی - یعنی مصیبتیں نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت - شاہی لباس۔ یمِّ درعمل - یارِ طریقت، ہم مشرب۔ گری - گریستن سے صیغہ امر ہے۔ خلل - نقصان۔ گفت - یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں رو کر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہونگی اور مجھے دیدارِ حق میسر آجائیگا۔ تو پھر مجھے اِن جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہو جانا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔

[2] چہ غم - یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ - جو آنکھیں دیدارِ حق کیلئے ملیں گی۔ عیسیٰ - یعنی وہ خدا جو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو - کجروی نہ اختیار کر۔ راست - درست۔ عیسیِ روح - یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نُصرت - مدد۔ بیگار - بے مزدوری کا کام۔ بردلِ عیسیٰ - یعنی اللہ تعالیٰ سے رُوح کی زندگی چاہو۔

[3] ابلہ - حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کامِ فرعونی - یعنی تن پروری لذاتِ جسمانی۔ موسیٰ - یعنی اللہ تعالیٰ۔

بر دلِ خود کم نہ اندیشۂ معاش[1] — عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر — معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد رُوح را — یا مثالِ کشتیٔ مر نوحؑ را
یہ جسم روح کا خیمہ ہے — یا کشتی جیسا ہے، نوحؑ کے لئے

تُرک چوں باشد بیابد خرگہے — خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے
سپاہی جب (ملازم) ہوتا ہے اُسکو خیمہ ملجاتا ہے — خصوصاً جب کہ وہ دربار میں باعزت ہو

تمامی قصۂ زندہ شدنِ استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے ہڈیوں کے زندہ ہوجانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰؑ دید آں اَبلہ رفیق — جز کہ استیزہ نمیداند طریق
جب (حضرت) عیسیٰؑ نے اُس بیوقوف ساتھی کو دیکھا — کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از اَبلہی — بُخل می پندارد اُو از گمرہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے — نادانی کی وجہ سے (اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو) بُخل سمجھتا ہے

خواند عیسیٰؑ نامِ حق[2] بر استخواں — از برائے التماسِ آں جواں
(حضرت) عیسیٰؑ نے ہڈیوں پر اسمِ اعظم پڑھ دیا — اُس جوان کے اِصرار کی وجہ سے

حُکمِ یزداں از پئے انجامِ مَرد — صورتِ آں استخواں را زندہ کرد
اللہ (تعالےٰ) کے حکم نے (اُس) انسان کے انجام کیلئے — اُن ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

از میاں بر جَست یک شیرِ سیاہ — پنجۂ زد کرد نقشش را تباہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا — اُس (شیر) نے پنجہ مارا اور اُس کے نقش کو مٹا دیا

کلّہ اش بر کَند و مغزش ریخت زود — ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اُسکی کھوپڑی اُکھاڑ دی اور جلد اُس کا بھیجا بکھیر دیا — اُس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر وُرا مغزے بُدے ز اشکستنش — خود نبودے نقص اِلّا بر تنش
اگر اُس میں گودا ہوتا، اُس کے ٹوٹنے سے — محض اُس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت[3] عیسیٰؑ چوں تتابش کوفتی — گفت زاں رُو کہ تو زو آشوفتی
حضرت عیسیٰؑ نے اُس (شیر) سے فرمایا تونے اِسقدر جلد — اُس نے کہا اِس لئے کہ تم اُس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰؑ چوں نخوردی خونِ مرد — گفت در قسمت نبودم رزقِ خود
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا تونے اُس کا خون کیوں نہ پیا؟ — اُس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

---

[1] معاش یعنی جسمانی زندگی کا گذارا۔ درگاہ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ خرگاہ خیمہ یعنی اصل روح ہے اور جسم محض اُس کی قیامگاہ ہے۔ کشتی۔ اصل حضرت نوحؑ کی ذات تھی اور کشتی محض اُنکی نشست گاہ تھی۔ تُرک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وفادار سپاہی بن گئے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرمادے گا۔ عزیز۔ باعزت۔ اِستیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند یعنی حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت۔ بُخل۔ حضرت عیسیٰؑ کے اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو اُن کے بُخل پر محمول کر رہا تھا۔

[2] نامِ حق یعنی اسمِ اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا بیوقوف ساتھی۔ از میاں یعنی گڑھے کے اندر سے یا فوراً۔ شیرِ سیاہ۔ کالا شیر، خوفناک شیر۔ نقش یعنی ہستی۔ ہمچو۔ یعنی کھوپڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغزے بُدے۔ یعنی عقل ہوتی۔

[3] گفت عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ نے شیر سے کہا۔ آشوفتی۔ اُس نے بے جا سوال کر کے حضرت عیسیٰؑ کو پریشان کیا تھا۔ در قسمت۔ شیر اپنی مقدر روزی کھا کر طبعی موت مرا تھا۔

اے بسا[۵۱] کس ہمچو آں شیرِ ژیاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اُس غضبناک شیر کی طرح

صیدِ خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ
اُنکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اُنکی حرص پہاڑ جیسی ہے

جُستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور
مال کو جمع کیا، اور قبر میں چلا گیا

دشمناں در ماتمِ اُو کردہ سُور
دشمنوں نے اُس کے ماتم میں جشن منایا

اے میسّر کردہ بر ما در جہاں
اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے

سُخرہ و بیگار مارا وارہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

طُعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا، اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا

آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں اُسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار

بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بُدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا

خود چہ کارستے مرا با مُردگاں[۵۲]
میرا مُردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

ایں سزائے آنکہ یابد آبِ صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے

ہمچو خر در جُو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اُس میں پیشاب کر دے

گر بداند قیمتِ آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدر و) قیمت جانتا

اُو بجائے پا نہد در جوئے سر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیابد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے

میرِ آبِ زندگانی پرورے
جو زندگی کے پرورش کرنیوالے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیشِ اُو از امرِ کُن[۵۳]
(لفظِ) کُن کے حکم سے اس کے سامنے جان کیوں (نہ دے)

اے امیرِ آب مارا زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ ایں نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کُتّے کی زندگی نہ چاہ

کُو عدوِّ جانِ تست از دیرگاہ
کیونکہ وہ مُدّت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک بر سر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈیوں پر خاک، جو کہ

مانعِ ایں سگ بُود از صیدِ جاں
اِس کتّے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

---

۵۱ اے بسا کس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہ۔ تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سُور۔ محفلِ نشاط جشنِ مسرت۔ سُخرہ۔ بیگار، بغیر اُجرت کی مزدوری۔ طُعمہ۔ خوراک۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لاحاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔

۵۲ مُردگاں۔ یعنی میں مَر کر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسیٰؑ کی ذاتِ گرامی میسّر آئی جو بمنزلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اُس کو اپنی روح کی پاکیزگی کرنی چاہیئے تھی لیکن اُس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔

۵۳ امرِ کُن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیرِ آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ عدو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسمِ انسانی۔ جاں۔ یعنی روحانی کمالات۔

سگ[1] نہ بر استخواں چوں عاشقی
دیو چہ وار از چہ بر خوں عاشقی

تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟
جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشمست آنکہ بینائیش نیست
زامتحانہا جز کہ رسوائیش نیست

وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے
امتحانوں میں رسوائی کے سوا اس کیلئے کچھ نہیں ہے

سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ
اینچہ ظن ست اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے
یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہو!

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری
مدتے بنشیں و بر خود می گری

تو دوسروں پر رویا ہے
کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

ز ابر گریاں شاخ سبز و تر شود
زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے
جیساکہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں
زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ
کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں[2] در فراق فانی اند
غافل از لعلِ بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مردے) کے فراق میں (مبتلا) ہیں
بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بر دل نقشِ تقلید ست بند
رو بآب چشم بندش را برند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے
جا، آنسوؤں سے اس رکاوٹ کو فنا کر دے

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوئیست
کہ بود تقلید گر کوہِ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے
تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے[3] لمترست و تیز خشم
گوشت پارہ اش داں کہ او را نیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے
اسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید ز مو باریک تر
آں سرش را زاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے
اس کے دماغ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے

مستیِ دارد ز گفتِ خود و لیک
از بر وے تا بمے راہیست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن
اس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

فربہ، موٹا۔ تیز خشم غضبناک۔ سخن یعنی باریک نکتے۔ سرش۔ جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ از بر وے۔ میں نے لفظ بر کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ مے۔ یعنی عشقِ خداوندی کا نشہ۔

[1] سگ نہ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دیو چہ۔ جونک، دیمک۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں امتحان کے وقت رسوا ہوں گی۔ سہو۔ اگر انسان لذائذ جسمانی اور اخروی نعمتوں میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو قابلِ معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھا پن ہے۔ بر دیگراں یعنی دوسروں کے عیب۔ بر خود یعنی اپنے معائب پر رونا چاہیے۔ ز ابر گریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے اسی طرح اپنے معائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ از گریہ۔ موم بگھل کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مردے پر رونا حنیں۔ رونا چلانا۔

[2] ایشاں۔ مردے پر رونے والے۔ فانی۔ یعنی مرنے والا انسان۔ لعلِ کانی معدنی لعل یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ راسلئے ممنوع ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے اس ممانعت کو پرخلوص رونے سے ختم کر دو۔ برند۔ صاف کر دے، رندیدن یعنی ستردن سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔ کہ بود۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

[3] ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر۔

همچو جوئیست[۱] او نہ آبے میخورد
اس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی
آب ازو بر آب خواراں بگذرد
اس کا پانی، پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جوزاں نمی گیرد قرار
پانی اِس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا
زانکہ آں جو نیست تشنہ و آب خوار
کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

ہمچو نائے نالۂ و زاری کند
جیسا کہ بانسری نالہ وزاری کرتی ہے
لیک بیگارِ خریدارے کند
لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

نوحہ گر[۲] باشد مقلد در حدیث
نوحہ گر بات میں مقلد ہوتا ہے
جز طمع نبود مرادِ آں خبیث
اس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر گوید حدیثِ سوزناک
نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے
لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک
لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟

از مقلد تا محقق فرقہاست
مقلد اور محقق میں بہت فرق ہے
کیں چو داؤد ست و آں دیگر صداست
یہ داؤدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

منبعِ گفتارِ ایں سوزے بود
اسکی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے
واں مقلد کہنہ آموزے بود
اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے

ہیں مشو غرہ[۳] بداں گفتِ حزیں
اس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
بار بر گاؤ ست بر گردوں حنیں
بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہم مقلد نیست محروم از ثواب
مقلد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے
نوحہ گر را مزد باشد در حساب
نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

کافر و مومن خدا گویند ولیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن
در میانِ ہر دو فرقے ہست نیک
دونوں میں بہت فرق ہے

آں گدا گوید خدا از بہرِ ناں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے
متقی گوید خدا از عینِ جاں
متقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

اللہ اللہ می زنی از بہرِ ناں
تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں
لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ اللہ کہہ

گر بدانستے گدا از گفتِ خویش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا
پیشِ چشمِ او نہ کم ماندے نہ بیش
اس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

---

۱ ہمچو- یعنی واعظ بے عمل اور مقلد بے بصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے، نہر خود نفع نہیں اٹھاتی بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

۲ نوحہ گر- وہ عورت یا مرد جو اجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مقلد- نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے دوسرے اسی کو دہراتے ہیں۔ خبیث یعنی نوحہ گر۔ محقق- وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داؤد- مشہور نبی ہیں جن کا لحن و لہجہ بڑا پُر اثر تھا انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وجد کرنے لگتے تھے۔ صدا- آوازِ بازگشت۔

۳ غرہ- مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں- غمناک۔ گردوں- گاڑی، چھکڑا۔ مقلد- اچھے کام کی تقلید بھی باعثِ ثواب ہے۔ مزد- مزدوری۔ در حساب- طے شدہ۔ خدا گویند- خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرِ ناں- روٹی کمانے کے لئے۔ عینِ جاں- یعنی تہ دل۔ گفتِ خویش- یعنی اللہ کا نام۔

سالہا گوید خدا آں نان خواہ[1] | ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے | گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

گر بدل در تافتے گفت لبش | ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش
اگر اُس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی | تو اُس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

نام دیوے رہ بُرد در ساحری | تو بنام حق پشیزے می بری
جادو گری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے | تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر[2] بہ بست | شیر گاوش خورد و بر جایش نشست
ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا | شیر نے اُس کی گائے کھالی اور اسکی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ | گاؤ را می جست شب آں کنجکاؤ
دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا | وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر | پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
شیر کے اعضا پر ہاتھ پھیرتا تھا | کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیر ار روشنی افزوں[3] بدے | بردریدے زہرہ اش دل خوں شدے
شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی | اُس کا پتا پھاڑ دیتے اُس کا دل خون بنجاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم | کو دریں شب گاؤ می پنداردم
اس طرح نڈر ہو کر مجھے سہلا رہا ہے | کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور | نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے! | کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا!

کہ لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ | لَانْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَلْ
کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اُتارتے | تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر جگہ سے ہل جاتا

از من ار کوہِ اُحد واقف بدے | پارہ گشتے و دلش پُر خوں شدے
اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا | ٹکڑے ہو جاتا اور اُس کا دل پُر خون ہو جاتا

از پدر وز مادر ایں بشنیدۂ | لاجرم غافل ازیں پیچیدۂ
تو نے ماں باپ سے یہ سُنا ہے | لامحالہ تو غفلت سے اِس میں لگا ہوا ہے

---

[1] نان خواہ - روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر - قرآن میں فرمایا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو تورات کے حامل بنائے گئے اور پھر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ قالبش - اس کا جسم اُسکے نام کی تجلی سے ... پارہ پارہ ہو جاتا۔ نام دیو - عملیات میں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں۔ پشیز - دمڑی۔

[2] روستائی - دیہاتی - آخر - جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج کاؤ - کونے کونے کو کھودنے والا، کنج گوشہ - کاؤ، کاویدن سے بنا ہے، کھودنے والا۔

[3] افزوں - رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اُس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ - پتا۔ گستاخ - نڈر۔ حق ہمی گوید - جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اُس دیہاتی کا دل شق نہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت نہ ہونے سے اُس کے نام کا تحمل ہو جاتا ہے ورنہ کوہ طور کی طرح جسم انسانی پارہ پارہ ہو جائے۔ کہ - قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ اُحد - مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر - ماں باپ سے جو سنتا ہے انسان اس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم - لامحالہ۔

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی — بے نشاں از لطف چوں ہاتف[1] شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اُس سے واقف ہو جائے — ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را — تا بدانی آفت تقلید را
تنبیہ کے لئے یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمہ صوفی مسافر را جہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفیی در خانقاہ از رہ رسید — مرکب خود برد و در آخر کشید
ایک صوفی (سفر کے) راستے سے ایک خانقاہ میں پہنچا — اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دستِ خویش — نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اپنے ہاتھ سے اُس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا — اُس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط[2] — چوں قضا آید چہ سود ست احتیاط
اُس (صوفی) نے اُس (سواری) کی بھول اور دیوانگی سے — جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

صوفیاں درویش بودند و فقیر — کاد فقر ان یکن کفرا یبیر
صوفی درویش اور فقیر تھے — قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تونگر تو کہ سیری[3] ہیں مخند — بر کژی آں فقیر دردمند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس — اس دکھی فقیر کی کج روی پر

از سر تقصیر آں صوفی رمہ — خر فروشی در گرفتند آں ہمہ
اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے — سب نے خر فروشی شروع کر دی

کز ضرورت ہست مرداری مباح — بس فسادے کز ضرورت شد صلاح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مُردار جائز ہے — بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں

ہم دراں دم آں خرک[4] بفروختند — لوت آوردند و شمع افروختند
فوراً ہی انھوں نے وہ گدھیا بیچ دی — مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ — کامشباں لوت و سماع ست و وَلَہ
خانقاہ میں غُل مچ گیا — کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے، مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند — چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ؟ — کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک!

---

[1] ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔ تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مُضر ہوتا ہے۔ مرکب یعنی گدھا۔ آبکش۔ تھوڑا پانی کھے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اُس نے خود اپنے گدھے کو چارہ پانی نہ دیا تھا خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سہو۔ بھول۔

[2] خباط۔ خبط، دیوانگی۔ کاد فقر۔ حدیث میں ہے قریب ہے کہ افلاس کفر بن جائے یعنی مفلس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

[3] سیر۔ پیٹ بھرا۔ کژی۔ کجروی۔ رمہ۔ بکریوں کا ریوڑ، یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔ خر فروشی یعنی انھوں نے اس مسافر کے گدھے کو بیچنے کا معاملہ کر ڈالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے کہ مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ یعنی ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔

[4] خرک۔ معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ وَلَہ۔ مستی، جوشِ عشق۔ سہ روزہ۔ اس میں ہا نسبت کی ہے اور اُس کا موصوف محذوف ہے یعنی فاقہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

ما ہم از خلقیم جاں داریم ما — دولت امشب میہماں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں — آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخمِ باطل[1] را ازاں می کاشتند — کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
باطل کا بیج انھوں نے اس لئے بویا — کہ جو جان نہیں ہے اس کو انھوں نے جان سمجھا

واں مسافر نیز از راہِ دراز — خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے — تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند — نردِ خدمتہاش خوش می باختند
ایک ایک صوفی نے اس کو نوازا — اس کی خدمتگذاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید و دست — واں یکے پرسیدش از جا نشست
ایک اس کے ہاتھ پیر دبا رہا تھا — ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رختِ او — واں یکے بوسید دستش را و رو
ایک اس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا — دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلانِ شاں بوے — گر طرب امشب نخواہم کرد کے
جب اس نے ان کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا — اگر آج (عیش و) طرب نہ کرونگا تو کب کرونگا؟

لوت خوردند و سماع آغاز کرد — خانقہ تا سقف شد پر دود[2] و گرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا — خانقاہ، چھت تک دھوئیں اور گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گردِ آں پا کوفتن — ز اشتیاق و وجدِ جاں آشوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی — شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند — گہ بسجدہ صُفّہ را می رُوفتند
کبھی بھاؤ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے — کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آز از روزگار — زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے — اسی لئے صوفی پُرخور ہوتا ہے

جز[3] مگر آں صوفیِ کز نورِ حق — سیر خورد و فارغ ست از ننگ و دق
مگر سوائے اس صوفی کے جو اللہ کے نور سے — پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز ہو

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند — باقیاں در دولتِ آں می زیند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں — باقی اُن کی بدولت جیتے ہیں

---

[1] تخمِ باطل۔ یعنی بُرے اعمال۔ کانکہ۔ انھوں نے نفسِ امارہ کو روح سمجھ کر اس کی پرورش شروع کر دی۔ اقبال۔ بتوجہ ہونا۔ ناز۔ مہربانی۔ یک بیک۔ با اتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نواختن۔ نوازنا۔ نرد باختن۔ چال چلنا، دھوکا دینا۔ پرسید۔ یعنی کھانے کیلئے جائے نشست کے بارے میں پوچھتا تھا یا تکیا مگاہ کو پوچھتا تھا۔ رخت۔ سامان۔ گفت یعنی مسافر صوفی نے دل میں کہا۔ میلان۔ توجہ۔ طرب۔ مستی، وجد میں رقص کرنا۔

[2] دود۔ دھواں یعنی مطبخ کا دھواں۔ گرد۔ یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ نچاتے ہوئے یعنی بھاؤ دکھاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ۔ کبھی سجدہ ریز ہو کر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز۔ حرص، مقصد۔ زاں سبب۔ بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔

[3] جز۔ یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ۔ یعنی بھیک مانگنے کی ذلت۔ دق۔ کوٹنا یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔ در دولت۔ بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا کما لیتے ہیں۔

چوں سماع آمد ز اوّل تا کراں[1]
جب سماع (کا سامان) اوّل تا آخر ہو گیا
مطرب آغازید یک ضرب گراں
گویے نے ایک مؤثر گت شروع کی

خر برفت خر برفت آغاز کرد
گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دُھن) کو شروع کیا
زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دُھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے
کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا

از رہ تقلید آں صوفی ہمیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی
خر برفت آغاز کرد اندر حنین
(روتے ہوئے) گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع
جب وہ (کھانا) پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا
روز گشت و جملہ گفتند الوداع
دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

خانقہ خالی شد و صوفی بماند
خانقاہ خالی ہو گئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا
گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

رخت از حجرہ بروں آورد او
اس نے حجرے سے سامان باہر نکالا
تا بخر بندد آں ہمراہ جو
تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر لاد دیں

تا رسد در ہمرہاں[2] خوش می شتافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے
رفت در آخر خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اس کو پانی پلانے لے گیا ہے
زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟
گفت خادم ریش بیں[3] جنگے بخاست
خادم نے کہا اپنی داڑھی کا خیال کر (اس پر دونوں میں) جھگڑا

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
(صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے
من ترا بر خر مؤکل کردہ ام
میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
معقول بات کر، حجت بازی نہ کر
وانچہ من بسپردمت واپس بیار
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس دے

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں
باز دہ آنچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس کر

[1] کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مُطرب۔ گویّا۔ قوال۔ ضربِ گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے چین کر دے۔ حرارت۔ گرمی۔ انباز۔ شریک کار۔ پا کوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں: تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی۔ حنین۔ آہ و بکا۔ الوداع۔ رخصت کرنا۔

[2] ہمرہاں۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گذشتہ رات، گذشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔

[3] ریش بیں۔ یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ موکل۔ وکیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

گفت[1] پیغمبر کہ دستت ہر چہ بُرد — بایدش در عاقبت واپس سپرد

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے — اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہیئے

ور نہ از سرکشی راضی بدیں — نک من و تو خانۂ قاضیِ دیں

اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے — ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

گفت من مغلوب بودم صوفیاں — حملہ آوردند و بودم بیمِ جاں

(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے — حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا

تو جگر[2] بندے میانِ گربگاں — اندر اندازی و جوئی زاں نشاں

تو کلیجہ کو بلیوں میں — پھینکتا ہے اور اس کا نشان ڈھونڈتا ہے

در میانِ صد گرسنہ گردۂ — پیشِ صد سگ گربۂ پژمردۂ

سو بھوکوں میں ایک روٹی — مری بلی سو کتوں کے سامنے

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند — قاصدِ خونِ منِ مسکیں شدند

(صوفی نے) کہا مانتا ہوں، تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے — مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

تو نیائی و نگوئی مر مرا — کاں خرت را می برند اے بینوا

تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے — کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تا خر از ہر کہ برد من واخرم[3] — ورنہ توزیعے کنند ایشاں زرم

تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لیتا — ورنہ وہ چندہ کر کے میری قیمت دیدیتے

صد تدارک بود چوں حاضر بدند — ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند

جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے — اب تو ہر ایک، ایک ملک کو روانہ ہو گیا

من کرا گیرم کرا قاضی برم — ایں قضا خود از تو آمد بر سرم

میں کس کو پکڑوں؟ کس کو قاضی کے پاس لیجاؤں؟ — یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر آئی ہے

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب — پیش آمد ایں چنیں ظلمِ مہیب

تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن! — ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

گفت واللہ آمدم من بارہا — تا ترا واقف کنم زیں کارہا

(خادم نے) کہا، خدا کی قسم میں کئی بار آیا — تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر — از ہمہ گویندگاں باذوق تر

تو کہتا تھا، اے بیٹا! گدھا چلا گیا — سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

[1] گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ ہاتھ جو کچھ لے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ ورنہ۔ یعنی ورنہ راضی۔ مغلوب۔ عاجز۔ بیم جان۔ جان کا خوف۔

[2] جگر بند۔ جگر، پھیپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگان۔ گربہ کی جمع یعنی بلی کے صوفی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، پھیل، خیمہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

[3] واخرم۔ میں لوٹا لیتا خریدنا۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ۔ زر یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ ملک، ولایت۔ قضا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر، بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا۔ یعنی صوفیوں کے کارنامے۔ باذوق تر یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔

بازمی گشتم کہ اُو خود واقف ست — زیں قضا راضیست مردِ عارفست[1]

میں واپس ہوجاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے — اِس مصیبت پر راضی ہے، عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش — مرمرا ہم ذوق آمد گفتنش

(صوفی نے) کہا وہ سب اُسکو ذوق سے گا رہے تھے — اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہوگیا

مرمرا تقلیدِ شاں بر باد داد — کہ دُو صد لعنت برآں تقلید باد[2]

مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا — ایسی تقلید پر دُو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں — کابرو را ریختند از بہرِ ناں

خصوصًا ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید — جنھوں نے روٹی کی خاطر آبرو لُٹا دی

عکسِ ذوقِ آں جماعت میزدے — ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے

اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا — میرا دل عکس سے صاحبِ ذوق بن رہا تھا

عکس چنداں باید از یارانِ خوش — کہ شوی از بحرِ بے عکس[4] آب کش

اچھے دوستوں کا عکس اِس قدر درکار ہے — کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاوّل زد تو آں تقلید داں — چوں پیاپے شد بُود تحقیق آں

شروع میں جو عکس پڑے تو اُس کو تقلید سمجھ — جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہوگی

تا نشد تحقیق از یاراں مَبُر — از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر

جبتک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ — جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جُدا نہ ہو

صاف خواہی چشمِ عقل و سمع را — بر دراں تو پردہائے طمع را

اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے — تو لالچ کے پردوں کو چاک کردے

زانکہ[5] آں تقلیدِ صوفی از طمع — عقلِ اُو بر بست از نور و لمع

اسلئے کہ لالچ کی وجہ سے اُس صوفی کی تقلید نے — اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ صوفی را طمع بُردش زِ راہ — ماند در خُسران و شد کارش تباہ

کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا — ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہوگیا

طمعِ لُوت و طمعِ آں ذوقِ سماع — مانع آمد عقلِ اُو را زِ اطلاع

مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ — اُس کی عقل کے لئے باخبر ہونے سے مانع بنگیا

گر طمع در آئینہ برخاستے — در نفاق آں آئینہ چوں ماستے

لالچ، اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے — نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

---

[1] مردِ عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید۔ یعنی اندھا دُھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ بہرِ ناں۔ یعنی شکم پُری کے لئے اُن موذیوں نے خیانت کی۔ عکس۔ یعنی اُن لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مُرشدینِ کاملین، یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔

[4] بحرِ بے عکس۔ ذاتِ ہمتا، اللہ تعالیٰ۔ عکس کاوّل۔ سالک ابتداءً مُرشدِ کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہوجانے پر یہ مُقلد محقق بن جاتا ہے۔ مَبُر۔ منقطع نہ ہو تاکہ وہ شیخِ کامل تربیت کرتا ہے۔ صدف۔ سیپ یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مستفیض ہونے کے لئے بُرے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔

[5] زانکہ۔ اس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ لمع۔ چمک۔ زِ اطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔ آئینہ۔ آئینہ حقیقتِ حال کو صحیح طور پر واضح کر دیتا ہے۔ لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضربُ المثل ہے۔

گر ترازو را طمع بودے بمال — راست کے گفتے ترازو وصفِ حال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا — (تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قارُوں شوی — آخر الامر اندریں ہاموں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائیگا — انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا — من نخواہم مزدِ پیغام از شما
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا — میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شمار امشتری — داد حق دلالیم ہر دو سری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے — اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

ہست مزدِ کار مر دلال را — مزد باید داد تا گوید سزا
ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے — اجرت دینی چاہیئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مزدِ کارِ من[2] دیدار یار — گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
میرے کام کی اجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار — اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزار او نباشد مزدِ من — کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن
ان کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہو سکتے — پوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش — تا بدانی کیں طمع شد بندِ[3] گوش
میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے — تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع اَلکن شود — با طمع کے چشمِ دل روشن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے — لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے

پیشِ چشمِ اُو خیالِ جاہ و زر — ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
اس کی آنکھ کے سامنے رتبے اور مال کا خیال — ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود — گرچہ بدہی گنجہا او حُر بود
ہاں سوائے اس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو — اگرچہ تو اس کو خزانے بخش دے وہ آزاد ہوتا ہے

ہر کہ از دیدار برخوردار شد — ایں جہاں در چشمِ اُو مُردار شد
جو دیدار (خداوندی) سے بہرہ ور ہو گیا — یہ دنیا اس کی نظر میں مُردار ہو گئی

لیک آں صوفی ز مستی دور بود — لاجرم از حرصِ خود بے نور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دور تھا — لا محالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

[1] ترازو - ترازو بھی کم و بیش کو صحیح صحیح بتا دیتی ہے۔ قارون - حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا مشہور مالدار بخیل ہے۔ ہاموں جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی - حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل - راستہ بتانے والا، دلال۔ مشتری - خریدار — ہر دو سری - دونوں جانب، دلال دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا - مناسب، دلال کو دلالی ملجاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔

[2] من - یعنی یہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بوبکرؓ - حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ پر اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے ان کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ شبہ - شین کے زیر کے ساتھ بمعنی مثل اور شین کے زبر کے ساتھ بمعنی پوتھ۔

[3] بند گوش - یعنی لالچ میں پڑ کر انسان کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اَلکن - ہکلا یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیشِ چشم - مال و جاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حُر بود - جو ئے حق کا مست ہے وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔ ایں جہاں - دنیا۔ مردار - حدیث شریف میں ہے "دنیا مردار ہے اس کے طالب کتے ہیں" [illegible]

صد حکایت بشنود مدہوش حرص — در نیاید نکتۂ در گوش حرص

حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

تعریف[1] کردنِ منادیان قاضیِ مفلس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مفلسے بے خان و مان — ماند در زندان و بندِ بے اماں

ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بر دلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف

خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہِ قاف کی طرح (بھاری) تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ رُبا چابک برد

کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ اُچک لینے والا فوراً (اُڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمتِ رحماں بود — او گدا چشم ست گر سلطاں بود

جو رحمان کی رحمت سے دُور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ ہو اُسکی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروت را نہادہ زیرِ پا — گشت زنداں دوزخے زاں ناں رُبا

اُس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر امیدِ راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید آفتے

اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا — اُس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آ جائے گی

ہیچ کنجے بے دد[2] و بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کنجِ زندانِ جہانِ ناگزیر — نیست بے پامزد و بے دقِ الحصیر

دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخِ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی

خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائیگا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

آدمی[3] را فربہی ہست از خیال — گر خیالاتش بود صاحب جمال

خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے — اگر اُس کے تصورات حسین ہوں

ور خیالاتش نماید ناخوشے — می گدازد ہمچو موم از آتشے

اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں — آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

---

[1] تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان و مان۔ خان، خانہ، مان، گھر سامان، یعنی بے گھر بے در۔ گزاف۔ بیہودہ۔ کوہِ قاف۔ ایران کا مشہور پہاڑ ہے۔ مزجرہ۔ چابک۔ چابکت۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔

[2] دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔ زندانِ جہان۔ پہلے رسمی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اُسکے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اِس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پامزد۔ محنت، مزدوری۔ دقِ الحصیر۔ دق، کوٹنا حصیر بوریا، جم کر بیٹھنے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی محنت مشقت کے آتے ہیں۔

[3] آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب اِن اشعار میں اُن مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ صاحب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تر و تازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور رکھتا دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔

درمیانِ مار و کژدم گر ترا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان

با خیالاتِ خوشاں دارد خدا
عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

مار و کژدم مر ترا مونس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے

کاں خیالت کیمیائے مس شود
کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہو جائینگے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست
اچھے خیال سے صبر، شیریں بنا ہے

کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست
کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر
دل میں خوشی، ایمان سے آتی ہے

ضعفِ ایماں نا امیدی و زحیر
ایمان کی کمزوری نا امیدی اور ناخوشی ہے

صبر از ایماں بیابد سر کُلہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے

حَیثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ
جس کو صبر (نصیب) نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

گفت پیغمبر خدائش ایماں نداد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خدا نے اسکو ایمان

ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

آں یکے در چشمِ تو باشد چو مار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے

ہم وے اندر چشمِ آں دیگر نگار
وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

زانکہ در چشمت خیالِ کفرِ اوست
اس لئے کہ تیری نظر میں اس کے کفر کا خیال ہے

واں خیالِ مومنی در چشمِ دوست
دوست کی نگاہ میں اس کے مومن ہونے کا خیال ہے

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں

گاہ ماہی باشد او گاہے شست
کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی پکڑنے کا کانٹا

نیمِ او مومن بود نیمیش گبر
اس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر

نیمِ او حرص آوری نیمیش صبر
اس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

گفت یزدانت فَمِنْکُمْ مُؤْمِنٌ
تیرے خدا نے فرمایا ہے پس تم میں سے مومن ہیں

باز مِنْکُمْ کَافِرٌ گبرِ کہن
پھر فرمایا، تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ
اس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے

نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اس کو لوٹا دیتا ہے

ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے (خریداری کی) کوشش کرتا ہے

---

۱ درمیانِ مار۔ انسان اچھے خیالات کی بنا پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے مونس۔ یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال فرح۔ خوشی۔ ز ایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سر کلہ۔ کلاہِ سر۔ نداد۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر۔ دل۔ زحیر پیچش، ناخوشی۔

۲ آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں، ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے دوسرا اس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔ زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اس کی برائیاں ہیں دوست سمجھنے والے کے خیال میں اس کی بھلائیاں ہیں۔

۳ کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں برے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ نیم او۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں مومنانہ صفات بھی۔ ہمچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح ہے۔ ایں نیمہ یعنی کالا حصہ۔ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔

ازجمالِ یوسفؑ اخواں بس نفور ۔۔۔ لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور

یوسف (علیہ السلام) کے حُسن سے بھائی سخت متنفر ۔۔۔ لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نورِ چشم تھے

ازخیالِ بدمر اُورا زشت دید ۔۔۔ چشمِ فرع و چشمِ اصلی ناپدید

(بھائیوں نے) بُرے خیال کی وجہ سے اُنکو بدشکل دیکھا ۔۔۔ (اُنکی) فرع والی آنکھ تھی اور اصلی آنکھ ناپید تھی

چشمِ ظاہر سایۂ آں چشم داں ۔۔۔ ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں

ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پرتو سمجھ ۔۔۔ جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائیگی

سایۂ اصل ست فرع اما کجا ۔۔۔ سایہ با خورشید دارد پا بجا

فرع، اصل کا سایہ ہے، لیکن کہاں ۔۔۔ ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی اصلِ تو در لامکاں ۔۔۔ ایں دکاں بر بند و بکشا آں دکاں

تو مکانی ہے، تیری اصل لامکان میں ہے ۔۔۔ یہ دکان بند کردے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات ۔۔۔ ششدرست و ششدرہ مات ست مات

چاروں طرف بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں ۔۔۔ پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کیلئے ہار ہی ہار ہے

ایں سخن را نیست حد زندانیاں ۔۔۔ مضطر اند از دستِ آں خر قلتباں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی ۔۔۔ اُس دیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردن اہلِ زنداں پیشِ وکیلِ قاضی از دستِ آں مفلس

قیدیوں کا اُس مُفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

با وکیلِ قاضیِ ادراک مند ۔۔۔ اہلِ زنداں در شکایت آمدند

عقلمند قاضی کے وکیل سے ۔۔۔ قیدی شکایت کرنے لگے

کہ سلامِ ما بقاضی بر کنوں ۔۔۔ باز گو آزارِ ما زیں مردِ دوں

کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا ۔۔۔ پھر اُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ

کاندریں زنداں بماند و مستمر ۔۔۔ یاوہ تاز و طبل خوار ست و مُضر

وہ ہمیشہ اس قیدخانہ میں رہتا ہے ۔۔۔ فضول گشت کرنے والا، پُرخور اور تکلیف دہ ہے

مردِ زندانی نیابد لقمۂ ۔۔۔ ور بصد حیلت کشاید طعمۂ

قیدی کو (اول تو) روٹی ملتی نہیں ہے ۔۔۔ اگر سَو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو ۔۔۔ حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو

وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے ۔۔۔ اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

۱؎ یوسفؑ۔ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر تھے اور اُنکو اُن کے بھائی بُرا سمجھتے تھے۔ ازخیال۔ چونکہ اُن کے بھائیوں کے خیالات بُرے تھے اُن کو یوسف بُرے نظر آئے۔ چشمِ اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشمِ ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ دل کی آنکھ کے تابع ہے۔ اصل یعنی دل کی آنکھ۔ فرع۔ یعنی جسمانی آنکھ۔

۲؎ تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اُس کا مسکن عالمِ بالا ہے لہذا انسان کو عالمِ ارواح کے کاروبار میں لگنا چاہیئے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے۔ ششدر۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو، وہ چھ خانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے بچتا ہے۔ ششدرہ۔ نرد کا وہ مہرہ جو ششدر میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہِ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

۳؎ بر۔ بُردن سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھا کر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کا گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ کلوا۔ تم کھاؤ۔

چوں مگس حاضر شود در ہر طعام — از وقاحت[۱] بے صلاح و بے سلام

ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے — بے شرمی سے، بغیر بُلائے اور بغیر سلام کے

پیشِ اُو ہیچست لوتِ شصت کس — کر کند خود را اگر گوئیش بس

اُس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے — اگر اُس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

زیں چنیں قحطِ سہ سالہ داد داد — ظلِّ مولانا ابد پاینده باد

اِس تین سال قحط سے فریاد ہے، فریاد ہے — جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

گو ز زنداں تا رود ایں گاومیش — یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش

حکم دیدیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے — یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کردیجئے

اے ز تو خوش ہم ذکور[۲] و ہم اناث — داد کن اَلمُستغاث اَلمُستغاث

اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں! — انصاف کیجئے المدد المدد

سُوئے قاضی شد وکیلِ با نمک — گفت با قاضی شکایت یک بیک

خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا — ایک ایک کرکے قاضی سے شکایتیں کردیں

خواند از زنداں وِرا قاضی بہ پیش — پس تفحص کرد از اعیانِ خویش

قاضی نے اُس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا — اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

گشت ثابت پیشِ قاضی آں ہمہ — کہ نمودند از شکایت آں رمہ

وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہوگیا — جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو — سُوئے خانہ مُردہ[۳] ریگِ خویش شو

قاضی نے کہا اُٹھ اس قید خانے سے چلا جا — اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست — ہمچو کافر جنتم زندانِ تست

اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے — کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر ز زندانم برانی تو برد — خود بمیرم من ز درویشی و کَد

اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دیگا — میں مُفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام — رَبِّ اَنظِرنی اِلیٰ یومِ القیام

شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا! — مجھے قیامت تک مہلت دیدے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم — تا کہ دشمن زادگاں را می کُشم

کہ اس دنیا کے قید خانہ میں مَیں خوش ہوں — تاکہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

---

۱ وَقاحت۔ بے شرمی۔ صلاح۔ نیکی، کھانے کیلئے بُلانا۔ کر کند یعنی اگر اُسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔ قحطِ سالہ۔ وہ بیشو شاید تین سال سے جیل خانہ میں تھا۔ گاومیش بھینس۔

۲ ذکور۔ ذکر کی جمع، مرد۔ اِناث۔ اُنثیٰ کی جمع، عورت۔ اَلمُستغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ بانمک۔ خوش مزاج، بامذاق۔ یک بیک۔ ایک ایک۔ تفحص۔ جستجو۔ اَعیان۔ سردار۔ رَمہ۔ جماعت، گروہ۔

۳ مُردہ ریگ۔ موروثی چیز۔ ہمچو۔ حدیث میں ہے "دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے"۔ کد۔ محنت، مشقت۔ ربّ۔ قرآنِ پاک میں شیطان کا مقولہ مذکور ہے "اے میرے پروردگار مجھے روزِ قیامت تک مہلت دے"۔ دشمن زادگان۔ بنی آدم، حضرت آدمؑ سے شیطان کی دشمنی ہے۔

هر کہ او را قوتِ[1] ایمانے بود | وز برائے زادِ رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو | اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو | تا برآرند از پشیمانی غریو
(اس سے)، کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لونگا | تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی کنم تہدیدِ شاں | گہ بزلف و خال بندم دیدِ شاں
کبھی ان کو افلاس سے ڈراؤں | کبھی ان کی نگاہ زلف اور تل میں پھنساؤں

قوتِ[2] ایمانی دریں زنداں کم ست | وانکہ ہست از قصدِ ایں سگ در خم ست
اس قیدخانہ میں ایمان کی روزی کم ہے | جو ہے وہ اس کتے کی وجہ سے پیچ و خم میں ہے

از نماز و صوم و صد بیچارگی | قوتِ ذوق آید برد یکبارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے | ذوق میسر آتا ہے، جس کو وہ ایکدم لے بھاگتا ہے

أَسْتَعِيْذُ اللهَ مِنْ شَيْطَانِهٖ | قَدْ هَلَكْنَا آهِ مِنْ طُغْيَانِهٖ
میں اللہ سے اس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں | آہ، ہم اس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود | ہر کہ در وے رفت او آں می شود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے | جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

ہر کہ[3] سردت کرد میداں کو در وست | دیو پنہاں گشت اندر زیرِ پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سست بنائے سمجھ لے | کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیابد صورت آید در خیال | تا کشاند آں خیالت در وبال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آجائیگا | تاکہ وہ تصور تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تو می آید بلا | چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے | چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دکاں | گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکان (کا خیال) | کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری | گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال | کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن | گہ خیالِ بو الفضول و بو الحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال | کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

[1] قوت۔ خوراک۔ راہ۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکر و فریب۔ غریو۔ شور و غل۔ گہ بدرویشی۔ قرآنِ پاک میں ہے "شیطان تمہیں افلاس کے احتمال میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے"

[2] قوت۔ اس دنیا کے قیدخانہ میں مومن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس چیتو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اس کو شیطان اڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اس کی ذریت بہت سے شیاطین ہیں۔ شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

[3] ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادت کی سرگرمیوں کو سرد کرے اس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اس کا مجسم ہو کر سامنے آنا ضروری نہیں ہے وہ انسانی خیالات میں خباثت ملا دیتا ہے جو تباہی کا سبب بنجاتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ ان تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش کوشش کا سبب ہے۔ بو الفضول۔ بیہودہ انسان۔ بو الحزن۔ غمگین۔

گہ خیالِ آسیا[1] و باغ و راغ — گہ خیالِ میغ و ماغ و لیغ و لاغ

کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال — کبھی ابر اور کُہر اور بدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا — گہ خیالِ نامہا و ننگہا

کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال — کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش — گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش

کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا — کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کُن از سر ایں تخییلہا — ہیں بروب از دل چنیں بد حیلہا

خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے — خبردار! اِن بُری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہاں[2] بگو لاحول ہا در ہر زماں — از زباں تنہا نہ بل از عینِ جاں

خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ — صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمۂ قصۂ آں مُفلس

اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مُفلسی را وانما — گفت اینک اہلِ زندانت گواہ

قاضی نے کہا، مُفلسی کو ثابت کر — اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے سامنے گواہ ہیں

گفت ایشاں مُتّہم[3] باشند چوں — می گریزند از تو می گریند خوں

(قاضی نے) کہا وہ مُتّہم ہوں گے کیونکہ — وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ سے خون کے آنسو بہا کر

وز تو می خواہند تا ہم وارہند — زیں غرض باطل گواہی می دہند

وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کریں — اِس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

جملہ اہلِ محکمہ گفتند ما — ہم بر ادبار و بر افلاسش گوا

محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم — بھی اُس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

ہر کرا پُرسید قاضی حالِ اُو — گفت مولا دست ازیں مُفلس بشو

قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا — اُس نے کہا جناب! اِس سے دستبردار ہو جائیں

گفت قاضی کِش بگردانید فاش — گردِ شہر ایں مفلس ست و ہم قلاش

قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ — شہر کے چاروں طرف کہ یہ مُفلس اور کنگال ہے

کُو بکو اُو را منادیہا کنید — طبلِ افلاسش عیاں ہر جا زنید

کوچہ بکوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کرو — علی الاعلان اُسکے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹو

---

[1] آسیا - چکی - راغ - جنگل - میغ - بادل - ماغ - کہر، غبار - لیغ - بدل - لاغ - شوخی کا - سامان - قماش - ریشمین کپڑا، گھر کا ساز و سامان - مفرش - فرش بچھانے کی جگہ -

[2] ہاں - اِن فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل و جاں سے لاحول پڑھتا رہے - واضح اگر مفلس کا اِفلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اُس کو قید نہیں رکھا جا سکتا ہے - گواہ یعنی قیدی اِفلاس ثابت کر دیجئے -

[3] مُتّہم - اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے - غرض - صاحبِ غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی - کِش - کہ اُس - قلاش - مفلس، کنگال -

تا کسے نسیہ[۵۱] بفروشد بدو — قرض ندہد ہیچکس او را تسو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے — کوئی اُس کو آدھا حبّہ (بھی) قرض نہ دے

ہر کہ دعویٰ آردش اینجا بفن — پیشِ زندانش نخواہم کرد من
جو کوئی اُس پر اس جگہ چالاکی سے دعویٰ کریگا — اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

پیشِ من افلاسِ او ثابت شدست — نقد و کالا[۵۲] نیستش چیزے بدست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہو گیا ہے — نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے

آدمی در حبسِ دنیا زاں بود — تا بود کافلاسِ او ثابت شود
انسان دنیا کے قید خانہ میں اسیوجہ سے ہوتا ہے — تاکہ اُس کا افلاس ثابت ہو جائے

مُفلسیِّ دیو را یزدانِ ما — ہم منادی کرد در قرآن ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مُفلسی کا — بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے

کو دغا و مفلس ست و بدسخن — ہیچ با او شرکت و سودا مکن
کہ وہ (مجسّم) دغا اور مُفلس اور بدکلام ہے — تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

ور کُنی او را بہانہ آوری — مُفلس ست او صرفہ از وے کم بری
اگر تو کرے گا تو اُسکے لئے بہانہ مہیا کرے گا — (وہ) مُفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کر سکیگا

حاضر[۵۳] آوردند چوں فتنہ فروخت — اُشترے کُردی کہ ہیزم می فروخت
جب فتنہ روشن ہو گیا (لوگ) لائے — ایک کُردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

کُرد بیچارہ بسے فریاد کرد — ہم مُوکل را بدانگے شاد کرد
بیچارے کُردی نے بہت فریاد کی — سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

اُشترش بردند از ہنگامِ چاشت — تا شبِ افغان او سودے نداشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے — رات تک کے لئے اور اُس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا

بر شتر بنشست آں قحطِ گراں — صاحبِ اشتر پئے اُشتر دواں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا — اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

سُو بسُو و کو بکو می تاختند — تا ہمہ شہرش عیاں بشناختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے — یہانتک کہ تمام شہر نے اُسکو نمایاں طور پر پہچان لیا

پیشِ ہر حمّام و ہر بازارگہ — کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
ہر حمّام اور ہر بازار کے سامنے — سب لوگوں نے اُسکی صورت پر نگاہ ڈال لی

[۵۱] نسیہ۔ ادھار۔ تسو۔ چار جَو کا وزن۔ ہر کہ۔ نادہندگی سزا قید ہے لیکن جبکہ اُس کا افلاس ثابت ہو جائے تو پھر قید نہیں کیا جا سکتا۔

[۵۲] کالا۔ سامان۔ آدمی۔ انسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اِسی لئے مقیّد کیا ہے تاکہ عملِ صالح سے اُس کا افلاس یا مالداری ثابت ہو سکے۔ مُفلسی۔ اللہ تعالےٰ نے شیطان کی مُفلسی کا اِسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اُس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اُس مُفلس کے بارے میں کرایا تھا۔ صرفہ۔ یعنی زر ڈگری۔

[۵۳] حاضر آوردند۔ چونکہ اُس مُفلِس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مُفلِس کو سارے شہر میں گھمانا تھا۔ کُرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ مُوکّل۔ کارندہ۔ دانگ۔ چھ رتّی کے وزن کا سکہ ہے۔ شاد کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہا تاکہ اُس کا اونٹ چھوڑ دے۔ قحطِ گراں۔ یعنی وہ مُفلس قیدی جونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ نگہ۔ اُس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اُس کو دیکھا۔

دَہ[1] مُنادیگر بُلند آوازیاں
دس بلند آواز مُنادی کرنے والے

تُرک و کُرد و رُومیان و تازیاں
تُرک، اور کُرد، اور رومی، اور عرب

جُملگاں آوازہا برداشتہ
سب چیختے تھے

کایں ہمہ تخمِ جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مُفلس ست و ایں ندارد ہیچ چیز
یہ مُفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے

تاکس اُو را قرض ندہد یک پشیز
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبّۂ
کھلا ڈھپا اُس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے

مُفلسے قلبے دغائے دِبّۂ
مُفلس ہے کھوٹا ہے دغاباز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

بینوائے بدادائے[2] بے وفا
مُفلس ہے، نادہند ہے، بے وفا ہے

ناں رُبائے زرگدائے بے حیا
روٹی کا اُچکا ہے، ٹکا بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں وہاں با اُو حریفی کم کُنید
خبردار! خبردار! اُس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا

چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اسلئے مضبوط گرہ لگالو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے

من نخواہم کرد زنداں مُردہ را
میں مُردے کو قید نہ کروں گا

خوش دم ست و آں گلوش بس فراخ
بُت بنا (باتونی) ہا! اُس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے

با شعارِ نَو دِثارِ شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

گر بپوشد[3] بہرِ مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے

عاریہ است آں تا فریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

حرفِ حکمت بر زبانِ ناحکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات

حُلّہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

گرچہ دُزدے حُلّۂ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے

دست تو چوں گیرد آں بُریدہ دست
(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ (مُفلس) اونٹ سے نیچے اُترا

کُردُ گفتش منزلم دورست و دیر
کُردی نے اُس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر ہو گئی ہے

بر نشستی اُشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے

جَور ہا کردم کم از اخراجِ کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)

---

[1] دَہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں مُنادی کر رہے تھے۔ پشیز۔ تانبے کا سکہ، پیسہ، دھیلا۔ حبّہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔ دِبّہ۔ دال کے زیر کے ساتھ، مٹی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ ریچھنی۔

[2] بدادا۔ نادہند، بدمعاملہ۔ زر۔ بڑا۔ حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ۔ یہ گرہ کٹ ہے، جیب کی حفاظت رکھو۔ حکم۔ یعنی محکمۂ قضا۔ خوش دم۔ چرب زبان، باتونی۔ شعار۔ اوپری لباس۔ دِثار۔ اندرونی لباس، یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بُرا شخص ہے۔

[3] گر بپوشد۔ مانگ کر اچھا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرفِ حکمت۔ بیوقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ چھپانے کے لئے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے، یہی بیوقوف کا حال ہے۔ شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مُفلس اُترا۔ پگاہ۔ صبح۔ جَورہا کردم۔ میں نے جو معاف کئے۔

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس　　　ہوشِ تو کو[۱] نیست اندر خانہ کس
(مُفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟　　　تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

چرخ افلاسم شنید اے پُر طمع　　　تو نہ بشنیدی بگوشِ بے لمع
اے لالچی! میرے فلاس (کی بات) آسمان نے سُن لی　　　پھوٹے کان سے تو نے نہ سُنی

طبلِ[۲] افلاسم بچرخ سابعہ　　　رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک　　　پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سُنا

گوشِ تو پُر بودہ است از طمعِ خام　　　پس طمع کر می کند گوش اے غلام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے　　　اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں　　　مُفلس ست و مُفلس ست ایں قلتباں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سُن لیا　　　(کہ) یہ دیوث مُفلس ہے مُفلس ہے

تا بشب گفتند و در صاحبِ شتر　　　بر نزد کو از طمع پُر بود و پُر
وہ (منادی کرنیوالے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا

ہست بر سمع و بصر مُہرِ خدا　　　در حُجب بس صورت ست و بس صدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مُہر ہے　　　بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

آنچہ[۳] اُو خواہد رساند آں بہ چشم　　　از جمال و از کمال و از کرشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے　　　(یعنی) حُسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ اُو خواہد رساند آں بگوش　　　از سماع و از بشارت و ز خروش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے　　　(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں　　　وقتِ حاجت حق کند آنرا عیاں
اگرچہ تو اب اُن سے غافل ہے　　　ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُنکو ظاہر کر دیگا

گفت پیغمبرؐ کہ یزدانِ مجیدؒ　　　از پئے ہر درد درماں آفرید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے　　　ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں　　　کاے خدا درمانِ کارِ من رساں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے　　　کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ و بو　　　بہرِ دردِ خویش بے فرمانِ اُو
لیکن تو اُس علاج کا رنگ بو نہیں دیکھے گا　　　اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

---

[۱] کو۔ کجا۔ نیست اندر خانہ کس۔ گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے۔ یہ محاورہ اُس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے۔ چرخ۔ آسمان۔ لمع۔ نور، روشنی۔ قوّتِ سماعت مراد ہے۔

[۲] طبل۔ ڈھول۔ سابعہ۔ ساتواں۔ طمعِ خام۔ بیہودہ لالچ۔ کر۔ بہرا۔ قلتبان۔ دیوث، بھڑوا۔ حُجب۔ حجاب کی جمع ہے، پردہ۔ بس۔ بہت۔

[۳] آنچہ۔ تمام تاثیرات اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہیں۔ کرشم۔ ناز و انداز۔ بگوش۔ آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے۔ وقت۔ قیامت کے روز سب باتیں عیاں ہو جائیں گی۔ درماں آفرید۔ حدیث شریف میں ہے خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔ لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے لیکن اِس مرض کی دوا بھی بتائیدِ خداوندی حاصل ہو سکے گی۔

چشم را اے چارہ جو در لامکان[1] — ہیں بنہ چوں چشمِ کشتہ سوئے جاں

اے علاج کی جستجو کرنیوالے! آنکھ کو لامکان میں — لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کیطرف لگی رہتی ہے

کون پُر چارہ است و ہیچت چارہ نے — تا کہ نکشاید خدایت روزنے

دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے — جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست — کہ ز بے جائے جہاں را جا شدست

یہ جہان، بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے — لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالمِ وجود میں) جگہ ملی ہے

باز گرد از ہست سوئے نیستی — گر تو از جاں طالبِ مولیستی

ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ — اگر تو (دل و) جان سے مولا کا طالب ہے

جائے دخل ست ایں عدم از وے مرم — جائے خرج ست ایں وجودِ بیش و کم

یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر — یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

کارگاہِ صُنعِ حق چوں نیستی ست — جز معطّل در جہانِ ہست کیست

اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے — عالمِ ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انباز[2] و یار — دست گیر و جرمِ ما را در گذار

اے خدائے پاک جو لاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے — دستگیری فرما اور ہماری خطا سے درگذر فرما

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق — کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے — اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو — ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی — اطمینان تیری طرف سے ہے، ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کُن — مُصلحی تو اے تو سلطانِ سُخن

اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کردے — اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے

کیمیا[3] داری کہ تبدیلش کُنی — گرچہ جُوئے خوں بود نیلش کُنی

تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے — اگر خون کی نہر ہو تو اسکو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں میناگریہا کارِ تست — ایں چنیں اکسیرہا اسرارِ تست

ایسی میناکاری تیرا کام ہے — ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

---

[1] لامکاں۔ عالمِ ملکوت۔ چوں چشمِ کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً پھیلی رہ جاتی ہیں تو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہو تو بھی درد کے علاج کے لئے عالمِ ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالمِ کون و مکان کو ذاتِ بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت و مکان سے نگاہ ہٹا لے۔ مرم۔ یعنی لامکان عالمِ ملکوت۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالیٰ نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہٰذا اپنے آپ کو نیست بنالے

[2] انباز۔ شریک، ساتھی، یار، مددگار۔ ہم دعا۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرے۔ ایمنی۔ خدا کی غفاریت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرما دے۔

[3] کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اللہ تعالیٰ بھی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ میناگری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیرہا یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

آب[1] را و خاک را برہم زدی | زآب و گل نقشِ تنِ آدمؑ زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا | پانی اور مٹی سے آدمؑ کے جسم کی صورت بنادی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم | باہزار اندیشۂ شادی و غم
(پھر) تو نے اُسکے ساتھ شوہر اور ماموں اور چچا (ہونے کی) | مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادہ | زیں غم و شادی جُدائی دادہ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا | اِس غم اور خوشی سے جدا کردیا

بُردہ از خویش و پیوند و سرشت | کردہ در چشمِ اُو ہر خوب زشت
(اُس کو) اپنے دوستوں، عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا | اُس کی نظر میں ہر لُبھانے والی چیز کو بُرا بنادیا

ہر چہ محسوس ست اُو رد می کند | وانچہ ناپیداست مسند می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کردیتا ہے | جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشقِ اُو پیدا و معشوقش نہاں | یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے | یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اُسکا فتنہ ہے

ہین[2] رہا کن عشقہائے صورتی | نیست بر صورت نہ بر روئے ستی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو | وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوق ست صورت نیست آں | خواہ عشقِ اینجہاں خواہ آنجہاں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے | خواہ اِس جہان (عالمِ ناسوت) کا عشق ہو یا اُس جہان (کا)

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ | چوں بروں شد جاں چرائش ہشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے | جب (اُسکی) جان نکل گئی تو اُسکو کیوں چھوڑا ہے

صورتش برجاست ایں سیری ز چیست | عاشقا واجو کہ معشوقِ تو کیست
اُس کی صورت موجود ہے، یہ دل بھرنا کیوں ہے؟ | اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ[3] محسوس ست گر معشوقہ است | عاشقستے ہر کہ اُو را حس ہست
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے | تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا آں عشق افزوں می کند | کے وفا صورت دگرگوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے | (تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

---

۱ آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنادیتا ہے تو برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرمادیں اور اُس کو ایسا ذی حس بنادیا کہ اُس میں غم و شادی کے جذبات ہیں۔ باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کرکے اپنا بنالیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ، خمیر۔ ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس۔ یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپید۔ یعنی حواسِ ظاہر سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ۔ مسند۔ بھروسہ کی چیز، معتمد علیہ۔ بیروں۔ یعنی دنیا و عقبیٰ سے باہر۔ فتنہ۔ یعنی اُس کے عشق میں جہان مبتلا ہے۔

۲ ہین۔ پہلے اشعار میں عشقِ حقیقی کا ذکر تھا اب عشقِ مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اینجہاں یعنی عالمِ ناسوت کا عشق۔ آنجہاں یعنی عالمِ ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق در اصل صورت ہے تو مر جانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے اب اُس سے عشق کیوں نہیں ہے۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

۳ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اُس سے عشق ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔ چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔

پرتوِ خورشید[1] بر دیوار تافت — تابشِ عاریتے دیوار یافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا — (تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کرلی

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم — وا طلب اصلی کہ او تابد مقیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے — اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصلِ خویش — خویش بر صورت پرستاں دیدہ بیش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے — اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

پرتوِ عقل ست آں بر حسِ تو — عاریت میداں ذہب بر مسِ تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے — اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زر اندود[2] ست خوبی در بشر — ورنہ چوں شد شاہدِ تو پیرِ خر
انسان کا حسن ملمع کی طرح کا ہے — ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد — کاں ملاحت اندر و عاریہ بد
فرشتہ جیسا تھا، بھوت جیسا بن گیا — کیونکہ اس میں حسن عارضی تھا

اندک اندک می ستاند آں جمال — اندک اندک خشک می گردد نہال
(اللہ تعالیٰ) اس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے — آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہو جاتا ہے

رو نعمرہ[3] ننکسہ بخواں — دل طلب کن دل منہ بر استخواں
جا نعمرہ ننکسہ کو پڑھ — دل کی طلب کر، ہڈی سے دل نہ لگا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست — دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے — اس کے دونوں ہونٹ آبحیات کے ساقی ہیں

خود ہم او آب ست و ہم ساقی و مست — ہر سہ یک شد چوں طلسمِ تو شکست
خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے — جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

آں یکے را تو ندانی از قیاس — بندگی کن ژاژ کم خا ناشناس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا — اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

معنیِ تو صورت ست و عاریہ — بر مناسب شادی و بر قافیہ
تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے — متناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

---

[1] خورشید۔ یعنی اللہ تعالیٰ اصلِ جمال، جمالِ حق ہے اور ممکنات پر اس کا پرتو ہے لہٰذا اس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل ہی سے کرنا چاہیئے۔ کلوخ یعنی جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔ اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوقِ حقیقی کا مظہر قرار دے کر اس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں یہ محض ان کے عقلی ڈھکوسلے ہیں اور یہ ان کی ملمع سازی ہے عقلی دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔

[2] زر اندود۔ ملمع کیا ہوا۔ شاہد۔ معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بوڑھے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے۔ اندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سر سبز شاداب چیز جھاڑ بن جاتی ہے

[3] نعمرہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ "اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسکو بناوٹ میں الٹا گھٹاتے ہیں"۔ دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں۔ یعنی ممکنات۔ جمالِ دل۔ اللہ تعالیٰ کا حسن۔ دو لبش۔ اس کے دونوں ہونٹ، بعض نسخوں میں دو لبش ہے یعنی اس کا عشق۔ خود ہم او۔ جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں اسکو وجود واحد ہی نظر آتا ہے۔ یکے۔ یعنی ذاتِ احد۔ قیاس۔ یعنی عقلی دلائل۔ بندگی۔ یعنی ذاتِ خداوندی کو مجاہدات کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خاردار گھاس ہے جسکو اونٹ بھی نہیں کھا سکتا ہے اسی سے ژاژ خائیدن بمعنی بکواس کرنا بنا ہے۔ معنی تو۔ یعنی جسکو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق محض معشوق پر متناسب اور موزوں اعضا کی وجہ سے ہے۔ عاریہ۔ عارضی۔ قافیہ۔ موزونیت۔

آں[1] بود معنیٰ کہ بستاند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے

بے نیاز از نقش گرداند ترا
تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

نبود آں معنیٰ کہ کور و کر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے

مر ترا بر نقش عاشق تر کند
تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے

کور را قسمت خیالِ غم فزاست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں

بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریراں[2] معدنند
اندھے، قرآن کے حروف کی کان ہیں

خر نہ بینند و بپالاں بر زنند
گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

چوں تو بینائی پئے خر رو کہ جست
اگر تو بینا ہے، گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا

چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا

کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہوگا

خر چو باشد کم نیاید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہوگا پالان کی کمی نہ ہوگی

خود بہ پشتش رو نہد پالانِ او
خود بخود اُس کی کمر پر اس کا پالان آ جائے گا

پشت خر دکانِ مال و مکسب ست
گدھے کی کمر، مال اور کمائی کی جگہ ہے

جانِ تو سرمایۂ صد قالب ست
تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے

خر[3] برہنہ بر نشیں اے بو الفضول
اے بکواسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا

خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار

اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مُعْرَوْرِیًا
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے

وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَاشِیًا
کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں

بارِ ایں و آں بسے بپذرفتہ است
اِس کا اور اُس کا بوجھ بہت اُٹھایا ہے

شد خرِ نفسِ تو بر میخش بہ بند
تیرا خرِ نفس (قبضہ سے) نکل گیا اُسکو کھونٹے سے باندھ

چند بگریزد ز کار و بارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

بارِ صبر و شکر او را بر دنیست
صبر اور شکر کا بوجھ اُس کو اُٹھانا ہے

خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

---

[1] آں بود۔ حقیقت کا عشق اِنسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کر۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔

[2] ضریر۔ اندھا۔ معدن۔ کان۔ خر نہ بینند۔ چشمِ بصیرت کے اندھے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر فریفتہ ہیں۔ چوں تو بینائی۔ صاحب بصیرت کو اصل مقصود کے درپے ہونا چاہیئے فروعات میں نہ پھنسنا چاہیئے۔ خر چو ہست۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اُس کے لوازم بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ پشتِ خر۔ ایک چیز ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہے گدھا، پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصلی مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کما کر کھانا اصلی مقصد ہے۔

[3] خر برہنہ۔ اصل مقصد سے کار رکھنا چاہیئے خواہ فروع نہ حاصل ہوں اگر پالان نہ بھی ہو تو گدھے پر سوار ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہیئے۔ شد خرِ نفس۔ نفسِ اَمّارہ کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اُس کی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لامحالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔

ہیچ وازِر وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اُٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھایا
ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

طمعِ خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا
خام خُوردن علّت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا
من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دکان کی جستجو کیوں کروں؟

کارِ بخت ست آں و آنہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے
کسب باید کرد تا تن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیئے

کسبِ کردن گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رُکاوٹ ہے؟
پا مکش از کار آں خود در پے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو اگر مگر میں ہرگز نہ پھنس
کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسولِ باوفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے
منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمُرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا
وز اگر گفتن بجز حسرت نبُرد
اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بسا کس مُردہ در بوک و مگر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے
از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

ور نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا
ایں مثل بشنو کہ دریابی مگر
تو یہ قصہ سُن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنی ایں بیت اگر را با مگر ہم جفت کردند
اِس شعر کے معنی سے متعلق تحفہ انھوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کر دی اُن سے

ازیشاں بچہ آمد کاشکے نام
"کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جُست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا
دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

لہ وازِر۔ بوجھ اُٹھانے والا۔ وِزر۔ بوجھ۔ ہیچکس۔ بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمعِ خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔ کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہیئے۔

لہ کسب کردن۔ انسان جس غیبی خزانے کے لالچ میں پڑا ہے، کما کر کھانا اُس کیلئے کب مانع ہے، اگر ملنا ہے تو وہ بھی خود مل جائیگا۔ تا نگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا، کسب اور عمل سے مانع بنتا ہے اور اُس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا یقین کے منافی ہے اور الیقین عینِ ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہے۔ منع کرد۔ آنحضورؐ نے فرمایا اِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ۔ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔

لہ بوک۔ یہ بود کہ کا مخفف ہے یعنی شاید کہ یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر را با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا اُس سے "کاشکے" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔

گفت اُو ایں را اگر سقفے بُدے — پہلوئے من مر ترا مسکن شُدے
اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر پر) چھت ہوتی — میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

هم عیال[1] تو بیا سودے اگر — در میانہ داشتے حُجرہ دگر
تیرے بال بچّوں کو بھی آرام ملتا ، اگر — دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا — هم بیا سودے اگر بودیت جا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا — وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سرا — خانۂ تو بودے ایں معمورِ ما
کاش یہ مکان آباد ہوتا — تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش است — لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
(مسافر نے) کہا بیشک دوستوں کا پڑوس اچھا ہے — لیکن اے جانِ (من)، "اگر" میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے

ایں همہ عالم طلبگارِ خوش اند — وز خوشِ تزویر اندر آتش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے — لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

طالبِ زر گشتہ جُملہ پیر و خام — لیک قلبِ از زر نداند چشمِ عام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں — لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

پرتوے[2] بر قلب زد خالص ببیں — بے محک زر را مکن از ظن گزیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے — بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

گر محک داری گزیں کن ور نہ رو — نزدِ دانا خویشتن را کن گرو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا — اپنے آپ کو کسی دانا کے سُپرد کر دے

پس محک[3] باید میانِ جانِ خویش — ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہیئے — اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

بانگِ غولاں هست بانگِ آشنا — آشنائے کو کشد سوئے فنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے — (لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کیطرف کھینچتا ہے

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں — سوئے من آئید نک راہ و نشاں
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے، کہ خبردار اے قافلے! — میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

نام ہر یک می بَرد غول اے فلاں — تا کُند آں خواجہ را از آفلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے! — تا کہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کر دے

---

[1] عیال۔ بال بچّے۔ معمور۔ آباد۔ آرے۔ ہاں۔ در اگر۔ اگر مگر کا جو خیالی مکان ہے اُس میں رہائش نہیں ہو سکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان اُن کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتشِ حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اس مسافر کے ساتھ اُس دوست نے کیا۔ طالبِ زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔

[2] پرتوے۔ شیطان بُرے اعمال کو مزیّن کر کے دکھا دیتا ہے اگر کوئی ایسا صاحبِ باطن ہو کہ خود اُس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی شیخِ کامل کے سُپرد کر دے تاکہ وہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

[3] محک۔ کسوٹی، یعنی بُرے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک، اینت۔ نشاں۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔

چوں رسد آنجا ببیند گرگ و شیر
وہ جب اس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے
عمر ضائع راہ دور و روز دیر
عمر برباد ہوئی، راستہ دور رہ گیا، اور دن بے وقت (ہو گیا)

چہ[۱] بود آں بانگِ غول اے نیکخو
اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟
مال خواہم جاہ خواہم آبرو
مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

از درونِ خویش ایں آوازہا
اپنے اندر سے ان آوازوں کو
منع کن تا کشف گردد رازہا
روک دے تاکہ راز کھلیں

ذکرِ حق کن، بانگِ غولاں را بسوز
اللہ کا ذکر کر، چھلاووں کی آواز کو پھونک دے
چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز
نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کرلے

صبحِ کاذب را ز صادق وا شناس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان
رنگِ مے را باز داں از رنگِ کاس
شراب کے رنگ کو پیالے کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بود کز دیدگانِ[۲] ہفت رنگ
ہو سکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے
دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
صبر اور استقلال ایک آنکھ پیدا کر دے

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے
گوہراں بینی بجائے سنگہا
سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے
آفتابِ چرخ پیمائی شوی
آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

کارکن در کارگاہ باشد نہاں
کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے
تو برو در کارگہ بینش عیاں
تو جا، کارخانہ میں اس کا مشاہدہ کرلے

کار[۳] چوں بر کارکن پردہ تنید
کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے
کارکن بر کارگہ باشد پدید
کاریگر کارخانہ میں رونما ہو گا

خارج ایں کار نتوانیش دید
کام سے علیحدہ تو اس کو نہ دیکھ سکے گا
منتظر در کارگہ آید پدید
جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہو گا

کارگہ چوں جائے باشِ عامل ست
جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے
آنکہ بیروں ست ازو غافل ست
جو اس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اس سے غافل ہے

---

۱ چہ بود۔ چھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں، جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ رازہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔ چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبحِ کاذب کہلاتی ہے اس لئے کہ اس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے اس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبحِ صادق کہا جاتا ہے جو در اصل صبح ہے، یعنی اصل کو عارضی چیز سے جدا کر لینے کی استعداد پیدا کر۔

۲ دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائیگی تو اصل حقیقت واضح ہو جائیگی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائیگا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالم بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مصنوعات و مخلوقات میں دیکھا جا سکتا ہے، مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔

۳ کار۔ اللہ کی صنعت اس کے لیے پردہ پوشی ہے تو اب اس کو کارگاہِ عالم ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کارگہ۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے اس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔

پس در آ در کارگہ یعنی عدم[1]
لہذا کارخانہ یعنی عدم میں آ
تا بہ بینی صُنع و صَانع را بہم
تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے
پس برونِ کارگہ پوشیدگیست
پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

رُو بہ ہستی داشت فرعونِ[2] عنود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا
لاجرم از کارگاہش کور بود
لامحالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لاجرم میخواست تبدیلِ قدر
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا
تا قضا را باز گرداند ز در
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے اُلٹا لوٹا دے

خود قضا بر سُبلتِ آں حیلہ مند
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر
زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند
ہر وقت زیرِ لب مُسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کُشت اُو بے گناہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کروا ڈالے
تا بگردد حُکم و تقدیرِ الٰہ
تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تا کہ موسیٰؑ نبی ناید بروں
تاکہ موسیٰؑ نبی ظاہر نہ ہوں
کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
اُس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰؑ زادہ شُد
اُس نے بہت (کشت) خون کیا اور موسیٰؑ پیدا ہو گئے
وز برائے قہرِ اُو آمادہ شُد
اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

گر بدیدے کارگاہِ لایزال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا
دست و پائش خُشک گشتے ز احتیال
حیلہ گری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ اش موسیٰؑ معاف
اُس کے گھر میں موسیٰؑ آرام سے تھے
وز بروں می کُشت طفلاں را گزاف
وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحبِ[3] نفس کو تن پرورد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے
بر دِگر کس ظنِ حقدے می برد
دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدو و آں حسود و دشمن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد، اور مخالف ہے
خود حسود و دشمنِ اُو آں تن ست
(حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

---

[1] یعنی عدم - اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کارگہ - کارخانۂ عالم۔ ہستی کو ختم کر کے مشاہدۂ حق کرنے کا مقام ہے جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

[2] فرعون - فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔ تبدیلِ قدر - مقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دینگے۔ سُبلت - مونچھ - بر سُبلت کسے خندیدن کے معنی ہیں کسی کو بنظرِ حقارت دیکھنا - ریشخند - مذاق اُڑانا۔ طفل - بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا - تاکہ موسیٰؑ - فرعون کو اُس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا - کارگاہِ لایزالی - اللہ تعالیٰ کا کارخانۂ قدرت - احتیال قضاءِ الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل - اندرونِ خانہ حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اُس نے قتلِ عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

[3] ہمچو صاحب نفس - جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے اُس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰؑ کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ آں تن ست - تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔

اُو[1] چو موسیٰ و تنش فرعونِ اُو | اُو بہ بروں می دود کہ کو عدو؟

وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُسکا فرعون ہے | وہ باہر بھاگا پھرتا ہے، کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنیں | بر دگر کس دست می خاید بکیں

نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے | وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

ملامت کردنِ مردم شخصے را کہ مادر را کُشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت | ہم بزخمِ خنجر و ہم زخمِ مُشت

ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا | خنجر کے زخم اور گھونسوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری | یاد ناوردی تو حقِ مادری

ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بدذاتی کی وجہ سے | تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کشتی ورا اے زشت رُو | می نگوئی اُو چہ کرد آخر بتو

افسوس! اے بدرُو تو نے اُسکو کیوں مار ڈالا؟ | کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا؟

ہیچ کس کُشتست مادر اے عنود | می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بُود

اے سرکش! کسی نے ماں کو بھی قتل کیا ہے؟ | کیوں نہیں بولتا کہ اُسنے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

گفت کارے[2] کرد کان عارِ ویست | کُشتمش کاں خاک ستارِ ویست

اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اسکے لئے عار تھا | میں نے اسکو قتل کر دیا کیونکہ مٹی ہی، اُسکی پردہ پوشی کرنیوالی ہے

مُتہم شد با یکے زاں کُشتمش | غرقِ خوں در خاکِ گور آغشتمش

وہ ایک کیساتھ متہم ہوئی اسلئے میں نے اسکو قتل کر دیا | خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُسکو ملا دیا

گفت آں کس را بکش اے محتشم | گفت پس ہر روز مردے را کشم

اُس نے کہا، ارے بھلے اُس شخص کو قتل کر | اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کُشتم اُو را رستم از خونہائے خلق | نائے او برم بہ است از نائے خلق

میں نے اُس کو قتل کر دیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا پا گیا | اُس کا گلا کاٹوں یہ اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

نفسِ[3] تُست آں مادرِ بد خاصیت | کہ فسادِ اُوست در ہر ناحیت

وہ بری عادت ماں تیرا نفس ہے | کہ ہر جانب اسی کا فساد ہے

ہیں بکُش اُو را کہ بہرِ آں دنی | ہر دمے قصدِ عزیزے می کنی

آگاہ! اُسی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے | تو ہر وقت کسی عزیز کی جان لینے کا قصد کرتا ہے

---

[1] اُو - یعنی اُس کی روح۔ نفس اندر تن - یعنی نفسِ امّارہ۔ نازنین - نازوں سے پلا ہوا۔ ملامت کردن - اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بُرائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہیے نفسِ امّارہ ہی سب برائیوں کی جڑ ہے۔ زخمِ مُشت - گھونسوں کی چوٹ۔ بدگوہری - اس میں یار کو مصدری اور خطاب کے لئے مان کر دو طرح ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ عنود - سرکش۔

[2] کارے - یعنی وہ ایک اجنبی سے ملوث تھی۔ خاک - یعنی قبر کی مٹی ہی اُس کی پردہ پوشی ہے۔ آں کس - یعنی جس کے ساتھ وہ متہم ہوئی تھی۔ خونہائے خلق - یعنی کہ جس سے متہم ہے اُس کو قتل کروں کل کو کسی دوسرے سے متہم ہو تو اُس کو قتل کروں۔

[3] نفس - انسان کی تمام برائیاں نفسِ امّارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت - گوشہ، جانب۔ آں دنی - کمینہ نفس۔

از[1] بوے ایں دنیا خوش بر تست تنگ
اسی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے
انبیاے او با حق و با خلق جنگ
اسی کے لئے اللہ (تعالےٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی زاعتذار
(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائیگا
کس ترا دشمن نہ ماند در دیار
دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

گر شکال آرد کسے بر گفتِ ما
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے
از براے انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیارا نے کہ نفس کشتہ بود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا
پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوش نہ تو اے طلبگارِ صواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر
بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
اس اشکال اور شبہ کا جواب سُن لے

دشمنِ[2] خود بودہ اند آں منکراں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے
زخم بر خود می زدند ایشاں چناں
اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصدِ جاں کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے
دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک عدوِ آفتاب
چمگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے
او عدوِ خویش آمد در حجاب
وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابشِ خورشید او را می کشد
سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے
رنج او خورشید ہرگز کے کشد
اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے
مانع آید لعل را از آفتاب
لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانعِ خویش اند جملہ کافراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں
از شعاعِ جوہرِ پیغمبراں
پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے[3] حجابِ چشمِ آں فرد اند خلق
لوگ اس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟
چشمِ خود را کور و کژ کردند خلق
لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور اپنے آپ کو بہرا بنایا ہے

چوں غلامِ ہندوی کو کیں کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے
از ستیزِ خواجہ خود را می کشد
آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

[1] از بوے۔ اس نفس کی وجہ سے۔ اعتذار۔ عذر خواہی۔ ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اُس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، جب دشمنی ختم ہو جائیگی تو معذرت کی ضرورت نہ رہیگی۔ کانبیا۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیا اور اولیا نے تو اپنے نفسِ امارہ کو مار دیا تھا پھر اُنسے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔

[2] دشمنِ خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے دشمن اُنکے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خود اُن کو پہنچتے تھے قصدِ جاں یعنی روح اور اس کے مراتب کو نقصان پہنچائے۔ می کند خود مخالفوں کی روح تباہ ہوئی خفاشک۔ ذلیل چمگادڑ خود ہی آفتاب کے نور سے محروم ہے اُس کے نور میں خلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کو نقصان پہنچے۔ لعل بعل آفتاب سے فیض حاصل کرتا ہے

[3] کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے یکتا کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی اُنکی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بہرہ بنا لیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ۔ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔

سر نگوں می افتد از بامِ سرا — تا زیانے کردہ باشد خواجہ[1] را

کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے — تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گر شود بیمار دشمن با طبیب — ور کند کودک عداوت با ادیب

اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہو جائے — اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

در حقیقت دشمنِ جانِ خود وند — راہِ عقل و جانِ خود را خود زدند

درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں — اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے[2] گر خشم گیرد ز آفتاب — ماہیے گر خشم می گیرد ز آب

دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے — مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

ق

تو نگو بنگر کرا دارد زیاں — عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں

تو غور کر، نقصان کس کا ہے — آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!

گر ترا حق آفریند زشت رُو — ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خُو

اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہو — خبردار، بدصورت اور بدعادت نہ بن

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ — ور دو شاخستت مشو تو چار شاخ

اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں چل — اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی[3] کز فلاں من کمترم — می فزاید کمتری در اخترم

تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں — وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیبِ دیگر ست — بلکہ از جملہ بدیہا بدتر ست

خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے — بلکہ تمام بُرائیوں سے بُرا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری — خویشتن افگند در صد ابتری

شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے — اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بُود — خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بُود

اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے — اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت — وز حسد خود را ببالا می فراشت

ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی — اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بُوالحکم نامش بُد و بُوجہل شد — اے بسا اہل از حسد نا اہل شد

اُس کا نام بُوالحکم تھا، بُوجہل ہو گیا — بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نا اہل بنے

---

[1] خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچتا دشمنی میں خود اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہو گی نہ جان کی بالیدگی ہو گی۔

[2] گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماھیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو اس میں اضافہ نہ کرنا چاہیے۔ انبیا اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور بود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے۔ اُسکو پتھریلی زمین میں چل کر دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ٹکڑا۔ مشو۔ یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔

[3] تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے، حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا اور سَو مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی تباہ ہو گیا۔ ابوجہل۔ آنحضورؐ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا وہ سب کے فیصلے کرتا تھا حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔

من ندیدم در جہانِ جستجو — ہیچ اہلیت بہ از خوئے[1] نکو
میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی — کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

انبیارا واسطہ زاں کرد حق — تا پدید آید حسدہا در فلق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اِسی سے بنایا ہے — تاکہ حسد، روشنی میں نمایاں ہوجائے

درگذر از فضل و زچستی و فن — کار خدمت دارد و خلقِ حسن
بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر — خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ[2] کس را از خدا عارے نبود — حاسدِ حق ہیچ دیّارے نبود
اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی — کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتے — زاں سبب با او حسد برداشتے
جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے — اُس سے اِسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرر شد بزرگیِ رسول — پس حسد ناید کسے را از قبول
جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہوگئی — تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس[3] بہر دورے ولیّ قائم ست — تا قیامت آزمائش دائم ست
ہر زمانے میں ایک ولیِ قائم ہے — قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا خوئے نکو باشد برست — ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا — جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حیّ و قائم آں ولی ست — خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست
زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے — خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدی و ہادی ویست اے نیکخو — ہم نہان و ہم نشستہ پیشِ رو
اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے — چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

او چو نور ست و خرد جبریلِ او — آں ولیٔ کم ازو قندیلِ او
وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبریلؑ ہے — اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

امامِ حیّ و قائم ہے مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اُس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سُرّ مَن رَأی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبریلِ او۔ اُس کی عقل اُس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیلِ او۔ دوسرے اولیاء اُس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔

[1] خوئے نیکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔ انبیاء۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیا کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہوجائے۔ کار۔ خدمت گذاری اور خوش خلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔

[2] زانکہ۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کا واسطہ نہ بناتا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصوّر کرکے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اُس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔

[3] پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہوجانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا، اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولیِ قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاءِ عالم اُسکی بقا سے ہے۔ ہر کرا۔ اچھی عادت والے اُس کا اتباع کرکے نجات حاصل کرلیں گے تنگ مزاج محروم رہیں گے۔ امامِ حیّ و قائم۔ شیعہ حضرات بارھویں امام محمد مہدیؓ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ اُن کے نزدیک امام صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہوسکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے ہر دور کا قطب الاقطاب

وانکہ[1] زیں قندیل کم مشکوٰۃِ ماست   نور را در مرتبہ ترتیبہاست
اور جو اس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے   مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق   پردہائے نور داں چندیں طبق
اسلئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے   تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام   صف صف اند ایں پردہاشاں تا امام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے   اُن کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

اہلِ[2] صفِ آخریں از ضعفِ خویش   چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ بیش
آخری صف والے، اپنی کمزوری کی وجہ سے   اُنکی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

واں صفِ پیش از ضعیفیِ بصر   تاب نارد از شعاعِ بیش تر
اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے   زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

روشنی کو حیاتِ اول ست   رنجِ جان و فتنۂ ایں احول ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے   اِس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

احولیہا اندک اندک کم شود   چوں ز ہفصد بگذرد او یم شود
اِس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے   جب سات سو پردوں سے گزر جاتا ہے تو وہ "یم" ہو جاتا ہے

آتشے[3] کو صلاحِ آہن یا زر ست   کے صلاحِ آبی و سیبِ تر ست
وہ آنچ جو لوہے یا سونے کی (باعثِ) اصلاح ہے   تازہ سیب اور بہی کی (باعثِ) اصلاح کب ہے؟

سیب و آبی خامیے دارد خفیف   نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں   لوہے جیسا نہیں، (اسلئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست   کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں   کیونکہ وہ گرمی کے اُن اژدہوں کو خوب جذب کرنیوالا ہے

ہست آں آہن فقیرِ سخت کش   زیرِ پتک و آتش ست او سرخ و خوش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے   ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ سرخ اور خوش ہے

حاجبِ آتش بود بے واسطہ   در دلِ آتش رود بے رابطہ
وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے   بغیر کسی ذریعہ آگ کے درمیان گھس جاتا ہے

شعلے۔ فقیرِ سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے اس کی حالت لوہے کی طرح ہے۔
حاجب۔ وہ اُس آگ کو براہِ راست بدن پر لے لیتا ہے۔

---

[1] وانکہ۔ قطب الاقطاب نور ہے جو اولیاء اُس سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں دیگر بزرگ جو اُن اولیاء سے مستفید ہیں اُن کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔ ہفصد یعنی بہت سے طبق یعنی اولیاء کے طبقات۔ از پس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔

[2] اہلِ صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صفِ پیش یعنی آخری صف سے اگلی صف والے محتاج۔ یعنی نورِ خداوندی حیاتِ اول۔ یعنی وہ تجلی جو صفِ اول کے لئے باعثِ حیات ہے۔ احول بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ احولیہا۔ کم تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کرکے اور حجابات طے کرکے عارفِ کامل بن جاتے ہیں۔ او یم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر وہ آنچ جو لوہے کیلئے مفید ہے سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائیگی۔ آبی۔ بہی۔ آں شعلہا۔ جو سخت آنچ لوہے کیلئے درکار ہے لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا یعنی

بے حجابے آب و فرزندانِ[1] آب — پختگی ز آتش نیابند و خطاب

پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے — آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

واسطہ دیگے بُوَد یا تابہٴ — ہمچو پا را در روِش پا تابہٴ

دیگ کا واسطہ ہو، یا توے کا — جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا

یا مکانے در میاں تا آں ہوا — میشود سوزاں و می آرد نما

یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا — گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست — شعلہا را با وجودش رابطہ ست

درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے — شعلوں کو اس کی وجود سے تعلق ہے

پس دلِ عالم وی است ایرا کہ تن — می رسد از واسطہ ایں دل بفن

وہ درویش عالم کیلئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم — اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو — دل نہ جوید تن چہ داند جستجو

اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟ — دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظرگاہِ شعاع آں آہن ست — پس نظرگاہِ خدا دل نے تن ست

لہٰذا شعلے کا منظورِ نظر، لوہا ہے — خدا کا منظورِ نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہا جزوی چوں تن ست — با دلِ صاحبدلے کو معدن ست

پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں — صاحبِ دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد[2] ایں کلام — لیک ترسم تا نہ لغزد فہمِ عام

یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے — لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تا نہ گردد نیکوئیِ ما بدی — ایں کہ گفتم ہم نہ بُد جز بیخودی

تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے — یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے

پائے کژ را کفشِ کژ بہتر بود — مر گدا را دستگہ بر در بود

ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے — گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ[3] بادشاہ باں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا اُن دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید — تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید

ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے — ان دونوں میں سے ایک سے بات بھی اور سنی

[1] فرزندانِ آب۔ پانی کی پیداوار غذا۔ یعنی ان کو بغیر روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہا جاتا۔ تابہ۔ توا۔ آٹا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے گا تب اس کو روٹی کہا جائیگا۔ پاتابہ۔ جوتہ۔ نما۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشو و نما پاتے ہیں۔ پس فقیر۔ عارفِ کامل براہِ راست کسبِ فیض کرتا ہے۔ وی است۔ قطب الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل نباشد۔ جسم کے سارے کمالات دل کی وجہ سے ہیں۔ نظرگاہِ خدا دل مقدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی یعنی اُس دور کے دیگر اولیاء یا دل کے صاحب ہیں۔ قطب الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصل کلام درکار ہے جس کا مآل وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تا نہ گردد۔ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہئے، باریک مسائل اُن کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مر گدا را۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو کچھ مل جائیگا گھر میں گھسے گا تو گت بن جائے گی۔

[3] امتحان پہلے کیا گیا تھا کہ ہر شخص کے مناسب حال اس سے بات کرنی چاہئے اسی ذیل میں یہ حکایت ہے۔ ارزاں۔ سستی چیز کو خریدتے وقت زیادہ نہیں پرکھا جاتا ہے اسلئے بادشاہ نے خریدنے کے بعد انکو آزمایا۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب ... از لبِ شکّر چہ زاید شکّر آب
اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا ... حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت

آدمی مخفیست در زیرِ زباں ... ایں زباں پردہ است بر درگاہِ جاں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے ... یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید ... سرِّ صحنِ خانہ شُد بر ما پدید
جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا ... گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا

کاندراں خانہ گہر[2] یا گندم ست ... گنجِ زر یا جملہ مار و کژدم ست
کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں ... سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

یا درو گنجست و مارے بر کراں ... زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں
یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے ... اِسلئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بے تأمّل اُو سخن گفتے چناں ... کز پسِ پانصد تأمّل دیگراں
وہ بے تأمّل ایسی باتیں کرتا ... جو دوسرے پانچسو بار غور کرکے (کرتے)

گفتے در باطنش دریاستے ... جملہ دُر یا گوہرِ گویاستے
گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے ... جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے

نورِ ہر گوہر کزو تاباں شُدے ... حق و باطل را ازاں فرقاں شُدے
[3] ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا ... حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہوجاتا

نورِ فرقاں فرق کردے بہرِ ما ... ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جُدا
قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کردیتا ... حق اور باطل کے ذرّے ذرّے کو علیحدہ

نورِ گوہر نورِ چشمِ ما شُدے ... ہم سوال و ہم جوابِ ما بُدے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہوجاتا ... ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہوجاتا

چشم کژ کردی دو دیدی قُرصِ ماہ ... چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
تونے آنکھ کو ٹیڑھا کرلیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا ... اِشتباہ کے معاملہ میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض) جیسی ہے

راست گرداں چشم را در ماہتاب ... تا یکے بینی تو مہ را اِینک جواب
چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کرلے ... تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

[1] لب شکر۔ شیریں دہن۔ زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ۔ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔ صحنِ خانہ یعنی انسان کا باطن۔ [2] گہر۔ یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم یعنی معمولی خصلتیں۔ مار و کژدم یعنی بُری خصلتیں۔ یا درو۔ یعنی اُس میں اچھی اور بُری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً اچھوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہی ہے۔ بے تأمّل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقان۔ الگ الگ نظر آتا

[3] نورِ فرقان۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اُس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اُس سے حق و باطل میں اِمتیاز ہوجاتا تھا اِس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں ہی جہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا۔ اِن اشعار میں مولانا نے اِس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بیشک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی کجی بیچ میں آڑے آجاتی ہے۔ فرقان۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کردیتا ہے۔ گوہر یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اُس کا جواب خود قرآن میں مل جاتا۔ چشم کژ۔ بھینگے، صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ اِینک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کرلے قرآن کی فرقانیت واضح ہوجائے گی۔

فکرتت را راست کُن نیکو نگر
اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ
هست[۱] هم نور و شعاعِ آں گهر
وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

هر جوابے کاں ز گوش آید بدل
جو جواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے
چشم گفت از من شنو آں را بهل
چشمِ البصیرت کہتی ہے مجھ سے سُن، اُس کو چھوڑ

گوش دلّالست و چشم اهلِ وصال
کان (تو) دلّال ہے اور چشمِ (البصیرت خود) صاحبِ وصل ہے
چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال
چشمِ (البصیرت) صاحبِ حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

در شنید[۲] گوش تبدیلِ صفات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے
در عیانِ دیدها تبدیلِ ذات
مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

ز آتش ار علمت یقیں شد لے سخن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے
پختگی جُو در یقیں منزل مکن
یقین میں پختگی طلب کر، ٹکا ؤ نہ کر

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین الیقین نہیں ہے
ایں یقیں خواهی در آتش نشیں
تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیده شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشمِ (البصیرت) بنجاتا ہے
ورنه قُل در گوش پیچیده شود
ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لوٹ
تا که شه با آں غلامانش چه کرد
دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاه یکے را ازاں دو غلام و ازیں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا اُن دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک[۳] را چو دید اهلِ ذکا
جب اُس (شاہ) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا
آں دگر را کرد اشارت که بیا
دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا نہیں
جَد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچونگڑا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاه
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا
بود او گنده دهاں دنداں سیاه
وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

لگایا جاتا ہے اُس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اُس چیز کی ذلت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے) بندے اور پیار کے اظہار کے لئے۔

ف۱ هست۔ صحیح فکر خدا کی دین ہے۔ گہر۔ یعنی ذاتِ باری۔ ہر جوابے۔ کسی شبہ کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں کا جواب سُن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش۔ سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت ہے جو ایک دلّال اور محبوبہ میں ہے۔ صاحبِ حال۔ جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو اصحاب قال۔ وہ لوگ جنھوں نے اُس کیفیت کو لوگوں سے سُنا ہو۔

ف۲ در شنید۔ کسی بُری بات کے نتیجہ کو سُن کر انسان اُس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اُس بُرائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجامِ بد میں بعینہٖ کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اُس بُرائی کا اِرتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔ یقین۔ آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبرِ صادق خبر دے اُس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا وہ علم الیقین ہے۔ کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اُس کے جلانے پر یقین حاصل ہو وہ عین الیقین ہے۔ خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر یقین حاصل ہو وہ حق الیقین ہے۔ گوش۔ کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

ف۳ غلامک۔ اِس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ اُو
بادشاہ اگرچہ اُسکی گفتگو سے (مُنہ کی بدبو سے) ناخوش ہوا
جُستجوئے کرد ہم زاَسرارِ[1] اُو
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جُستجو کی

گفت بااین شکل وگندہ دہاں
اُس بادشاہ نے کہا اِس شکل اور مُنہ کی بدبو ہوتے ہوئے
دور بنشیں مرکب ایں سوتر مراں
پرے ہوکر بیٹھو، سواری اس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زاہلِ نامۂ ورُقعہ بُدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے
نے جلیس ویار وہم بقعہ بُدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جبتک کہ ہم تیرے مُنہ کا علاج کریں
تو حبیب وما طبیب پُر فنیم
تو پیارا ہے اور ہم ہنرمند طبیب ہیں

بہرِ کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پسّو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)
نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسی طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

لیک قابل تر بُدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے
نزدِ ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آ جا کیونکہ تو اُس بُرے دوست سے بہتر ہے

باہمہ بنشیں دُو سہ دَستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصّے سُنا
تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو
تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی[2] را پس فرستاد اُو بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کیلئے بھیج دیا
سُوئے حمّامے کہ رو خود را بخار
حمّام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مَل دَل

ویں دگر را گفت تو چہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے
صد غلامی در حقیقت نے یکی
درحقیقت تو سَو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نہ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے
از تو ما را سَرد کرد آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

گفت کو دزد و کژ و کژ نشیں
اُس نے کہا ہے کہ وہ تو چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت ہے
حیز و نامرد و چنانست و چنیں
کم ہمّت (ہے) اور نامرد ہے) اور ایسا ہے اور ویسا ہے

گفت[3] پیوستہ بُدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچا ہے
راست گوئے من ندیدستم چو اُو
اُس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پن، اور نیک خصلتی اور شرم
حِلم و دینداری و احسان و سخا
بُردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت

ق

---

[1] اسرار۔ بھید۔ مرکب یعنی دُور تو بیٹھ لیکن اِس قدر دُور نہیں کہ بات ہی نہ سُن سکے۔ کہ تو۔ چونکہ تو گندہ دہن ہے اس لئے تو ہم مجلس تو بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائیگا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائیگی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائیگا۔ بہرِ کیکے۔ جس طرح ایک پسّو کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے اِسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔ لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا اس لئے اس طرح کی گفتگو شروع کی۔ یار بد۔ یعنی دوسرا غلام۔ باہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دستاں۔ داستاں۔

[2] ذکی۔ ذہین، روشن طبع۔ بخار۔ یعنی بدن مَل کر غسل کرلے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ غلامی۔ غلام ہستی۔ یکی۔ یک ہستی۔ خواجہ تاش۔ آقا شریک ہمسر کروں۔ برگشتہ بنانا۔ کژ۔ ٹیڑھا، بدچلن۔ کژ نشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ حیز۔ مخنث، نامرد۔

[3] گفت۔ یعنی مخاطب بدصورت غلام نے جواب میں کہا۔ بدست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بُردباری۔

راستیؔ[1] گوئی در نہادش خلقتست
(اور) سچائی اُس کے مزاج میں پیدائشی ہے
ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

کژ ندانم آں نکو اندیش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں
مُتّہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

باشد اُو در من بہ بیند عیبہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو
من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

ہر کسے گر عیبِ خود دیدے زپیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا
کے بُدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر
اے بابا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں
لاجرم گویند عیبِ ہمدگر
لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

من نہ بینم روئے خود را اے شمنؔ[2]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں
من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ

آں کسے کہ اُو بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے
نورِ اُو از نورِ خلقان ست بیش
اُس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

گر بمیرد نورِ اُو باقی بُوَد
اگر وہ مر (بھی) جائے اُس کا نور باقی رہتا ہے
زاں کہ دیدش دیدِ خلاقی بُوَد
کیونکہ اُس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نورِ حسّی نبوَد آں نورے کہ اُو
وہ نورِ حسّی نہیں ہوتا جو کہ وہ
روئے خود محسوس بیند پیشِ رو
اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے

گفتؔ[3] تو ہم عیبِ اُو گو مُو بمُو
(اُس نے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک کرکے کہہ دے
ایچناں کہ گفت اُو از عیبِ تو
جس طرح اُس نے تیرے عیب کہے ہیں

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے
کدخدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اسکے عیوب
گرچہ ہست اُو مرمرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

عیبِ اُو مہر و وفا و مردمی
اُس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے
خوئے اُو صدق و ذکا و ہمدمی
اُسکی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

---

[1] راست گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہر چہ گوید۔ وہ جو کچھ بھی میرے بارے میں کہتا ہے۔ مُتّہم۔ تہمت زدہ، بدنام۔ باشد۔ ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بُدے۔ بودے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

[2] شمن۔ بت پرست، عابد۔ روئے۔ منہ، یعنی عیب۔ خلقان۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب اُس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ دوسرے کے۔

[3] گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کدخدا۔ مہتمم، منتظم۔ مملکت۔ سلطنت۔ عیبِ او۔ یہ اُس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔

کمترین عیشش جوانمردی و داد[۱] — آں جوانمردی کہ جاں راہم بداد

اُس کا سب سے چھوٹا عیب سخاوت اور بخشش ہے — ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید — چہ جوانمردی بود کاں را ندید

خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں — جس نے انکو نہ دیکھا اُس سے (جان کی) سخاوت کیا ہو گی

ور بدیدے[۲] کے بجاں بخلش بدے — بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے

اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟ — (اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

بر لبِ جو بخلِ آب آں را بود — کو زجوئے آب نابینا بود

نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اُس میں ہو گا — جو نہر کے پانی سے اندھا ہو گا

گفت پیغمبرؐ کہ ہر کس از یقیں — داند او پاداشِ خود در یومِ دیں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر — قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

ق

ہر یکے را دہ عوض می آیدش — ہر زماں جودے دِگرگوں زایدش

کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے — اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہو گی

جودِ جملہ از عوضہا دیدن ست — پس عوض دیدن ضدِ ترسیدن ست

سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے — بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بخل[۳] نادیدن بود اعواض را — شاد دارد دیدِ دُر غواص را

بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے — موتی کی دید، غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل — زانکہ کس چیزے نبازد بے بدیل

ستارہ بخیل نہیں رہے گا

(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی شخص — اِس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم آمد نے ز دست — دید دارد کار جز بینا نرست

تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے — معاملہ دیکھنے پر ٹھہرا دیکھ لینے والے کے سوا کسی نے (بخل سے) نجات حاصل نہیں کی

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او — ہست در ہستیِ خود او عیب جو

(اُس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے — وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوی خود بدست — باہمہ نیکو و باخود بد بدست

وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے — سب کیساتھ بھلا اور اپنے لئے بُرا ہے

شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔ [۳] بخل۔ انسان بخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اُسکو یقین نہ ہو۔ اعواض۔ عوض کی جمع بدلہ۔ غواص۔ غوطہ خور۔ از چشم۔ بدلہ کا عین الیقین سخاوت کا سبب ہے۔ نے زدست۔ ہاتھ محض آلۂ کار ہے۔ نرست۔ بخل سے وہی چھٹکارا پائیگا جسکو بدلہ نظر آرہا ہو۔ بدست۔ بودہ است۔

[۱] جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش۔ آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دیدے۔ صد ہزاراں۔ اِس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اُس شخص کو ہو گا جس کے مدِّنظر وہ جانیں ہوں گی جو اُس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لٹا دینے سے حاصل ہونگی دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدِّنظر نہ ہوں بلکہ صرف مولیٰ کی رضا مدِّنظر ہو تو اِس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہو گا۔ وہ سخاوت کیا ہی اعلیٰ ہے جس میں بدلے کی جانیں پیشِ نظر نہ ہوں۔ اِن دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہو گا۔ [۲] ور بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی اَبدی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بخل نہ کرے۔ بر آب جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ پاداش۔ جزا، بدلہ۔ یومِ دین۔ بدلہ کا دن، روزِ قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف ہے کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرَةِ اَمْثَالِهَا۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلا دس گنا ملیگا۔ ترسیدن۔ ہ باہمہ۔ سب کی نیکیاں پیش نظر رکھتا ہے۔ باخود۔ اپنے لئے عیب جو ہے۔

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار — مدحِ[1] خود در ضمنِ مدحِ اُو میار

بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر — اُس کی تعریف کے ضمن میں خودستائی نہ کر

زانکہ من در امتحاں آرم وُرا — شرمساری آیدت در ماجرا

اِس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا — (اِس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہوگی

قسمِ غلام در صدق و وفائے یارِ خود از طہارت
بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے
ظنِ خود نزدیکِ شاہ
گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت[2] لے وَاللّٰہِ بِاللّٰہِ العَظِیم — مَالِکِ المُلکِ وَرَحمٰن ورَحِیم

اُس (غلام) نے کہا نہیں خدا کی قسم اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے — سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا — نے بحاجت بل بفضل و کبریا

وہ خدا جس نے نبی بھیجے — مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل — آفرید اُو شہسوارانِ جلیل

وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے — بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں — بگذرانید از تگِ افلاکیاں

اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کردیا — آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کردیا

برگرفت اے زنار و نورِ صاف ساخت — وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت

آگ سے اُن کو علیحدہ کردیا اور صاف نور بنایا — تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں سنا[3] برقے کہ بر ارواح تافت — تاکہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت

وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی — یہاں تک کہ (حضرت) آدمؑ نے اُس نور سے معرفت حاصل کی

آں کز آدمؑ رُست و دستِ شیثؑ چید — پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید

وہ (نور) کہ (حضرت) آدمؑ سے چمکا اور اُسکو حضرت شیثؑ نے ... — جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت شیثؑ) ...

نوحؑ از اں گوہر چو برخوردار شد — در ہوائے بحرِ جاں دُربار شد

جب حضرت نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے — جان کے سمندر کے تموج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ از اں انوارِ زفت — بے حذر در شعلہائے نار رفت

اِسی عالیقدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان — بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

---

[1] مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اِس لئے کرتا ہے کہ لوگ اُس کی نیکی کے قائل ہو جائیں۔ ماجرٰی جو ہوا واقعہ۔

[2] گفت۔ یعنی جو میں تعریف کرتا ہوں غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور سینتالیس۴۷ شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اڑتالیسویں۴۸ شعر "کہ در صفاتِ خواجہ تاش" جوابِ قسم ہے۔ نے بحاجت یعنی خدا انبیا کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیا کی رسالت بھی اُس کا کرم ہے۔ شہسواراں یعنی انبیا اور اولیا۔ خاکیاں۔ عنصری مخلوق۔ تگ۔ رفتار۔ افلاکیاں آسمانی مخلوق۔ نار۔ آگ بُرے اخلاق۔ تاخت۔ چڑھ دوڑا۔

[3] سنا۔ روشنی، حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے اُن پر نور برسایا جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت پا گیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔ شیثؑ حضرت آدمؑ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں اُن کو اپنا جانشین بنایا۔ نوحؑ حضرت آدمؑ کی وفات کے ایک سو چالیس۱۴۰ سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جوان ہوتے ہی رسول بنا دیے گئے۔ ابراہیمؑ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ ستائیس۲۷ سال کے تھے اُنکو نمرود نے آگ میں جلا دینا چاہا۔

چونکہ اسماعیلؑ[1] در جویش فتاد — پیشِ دشنہ آبدارش سر نہاد

چونکہ (حضرت) اسماعیلؑ اُس (نور) کی نہر میں گھُسے — اور اُس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد

(حضرت) داؤدؑ کی جان اُس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی — لوہا اُن کے بُننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع

چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اُس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے — دیو (اور پری) اُن کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر

(حضرت) یعقوبؑ نے جب (نور کے ہاتھ سے) خدائی حکم کے آگے (سر جھکا دیا) — تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفؑ[2] مہ رو چو دید آں آفتاب — شد چناں بیدار در تعبیرِ خواب

چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب اُس نور کا (آفتاب دیکھا) — تو خواب کی تعبیر دینے میں بہت بیدار (مغز) ہو گئے

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — مُلکتِ فرعون را یک لقمہ کرد

جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی — فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جرجیسؑ از فرش چوں راز یافت — ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اُس (نور) کی عظمت (کا راز پایا) — سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پالی

چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درختش جاں فدے

(حضرت) زکریاؑ نے (اُس نور کی وجہ سے) اُسکے عشق کا دم بھرا — اُس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ[3] جرعۂ زاں جام یافت — در درونِ ماہی او آرام یافت

چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اُس (نور کے) جام سے ایک (گھونٹ پایا) — مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انھوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوقِ او — سر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او

چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اُس (نور) کے ذوق سے مست ہو گئے — اُس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دیدیا

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا — چشم را درباخت از بہرِ لقا

جب (حضرت) شعیبؑ اُس (نور کی وجہ سے) اس رفعت سے آگاہ ہوئے — ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

---

[1] اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کیلئے فوراً تیار ہو گئے۔ داؤدؑ۔ حضرت شمویلؑ اور اس دور کے بادشاہ طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے رسول بنائے گئے اور زبور اُن پر نازل ہوئی اُن کا معجزہ تھا کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ آپکی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع۔ شیر خوار دیو جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ۔ اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

[2] یوسفؑ۔ حُسن اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا۔ نباتات میں پانی زندگی کا سبب ہے خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اُسنے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ مُلکت۔ ملک۔ لقمہ کرد۔ حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جرجیسؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں۔ ان کی قوم نے انکو کئی مرتبہ ہلاک کیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔ زکریاؑ۔ یہ خدا کے پیغمبر حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں ہیں قوم نے ستایا تو انھوں نے ایک درخت میں پناہ لی جسکو قوم نے آرے سے چیر کر انکو شہید کر دیا۔

[3] یونسؑ۔ آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا انکی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب انپر عذاب نازل ہوگا مع اہل و عیال کے اس بستی سے نکل کر چلے گئے عذاب نازل نہ ہوا تو شرمندگی کی وجہ سے کسی اور طرف چلدیئے اسپر انپر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی نے انکو نگل لیا۔ توبہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔ یحییٰؑ۔ مردوس نامی بادشاہ کے دور میں مبعوث ہوئے اُسنے ایک عورت کی سازش سے انکو قتل کرایا اور سونے کے طشت میں انکا سر رکھ کر اُس عورت کو پیش کر دیا۔ شعیبؑ۔ اہلِ مدین اور اصحاب ایکہ کیلئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کی وجہ سے وہ لوگ صاعقہ اور

شُکر کرد ایوبؑ[1] صابر ہفت سال
حضرت ایوب صابر نے (اُس نور کی بدولت) سات سال شکر ادا کیا

دَر بلا چوں دید آثارِ وصال
مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

خضرؑ و الیاسؑ از میش چوں دم زنند
(حضرت) خضرؑ اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا

آبِ حیواں یافتند و کم زوند
انھوں نے آبِ حیات پا لیا، اور پروا نہ کی

نَردبانش عیسیٔ مریمؑ چو یافت
(حضرت) عیسیٰ ابن مریم نے جب اُس (نور) کی سیڑھی پالی

بر فرازِ گنبدِ چارم شتافت
چرخ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں مُلک و نعیم
جب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نور کی) وہ دولت (اور نعمت پائی)

قرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم
فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد
جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیق (خداوندی) کی نشانی (بن گئے)

با چناں شہ صاحب و صدیق شد
ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد
جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے

حق و باطل را ز دل فاروق شد
دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہو گئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے

نورِ فائض بود و ذو النورین[2] گشت
نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چوں ز نورش مرتضیٰؓ شد دُر فشاں
جب اُس کے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰؓ موتی برسانے والے بنے

گشت اُو شیرِ خدا در مرجِ جاں
تو وہ جان کے جنگل میں شیرِ خدا ہو گئے

روشن از نورش چو سبطین آمدند
چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن پیدا ہوئے

عرش را دُرّیں و قرطین آمدند
عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

آں یکے[3] از زہرِ جاں کردہ نثار
اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی

واں سر افگندہ براہش مست وار
اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اسکی راہ میں سر دیدیا

چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بُدند
چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے

گوشوارِ عرشِ ربانی شدند
خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

سبطِ پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ
اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی

گوشوارِ عرشِ حیِّ ذو المنن
حیّ ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

چوں جنیدؒ از جندِ او دید آں مدد
جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی

خود مقاماتش فزوں شد از عدد
اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

[1] ایوبؑ - اُنکی طرح طرح سے آزمائش ہوئی مال و اولاد تباہ ہوئی جسم پھوٹنے لگا لیکن اُن کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔ خضر و الیاسؑ - حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے اُن کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہو گئے اُن کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ - مسیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں، اُن کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ قرصِ۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ سے مکہ میں ظاہر ہوا۔ صاحب۔ ساتھی۔ صدیق۔ راست گو، تصدیق کنندہ۔ فاروق۔ جدا کرنے والا۔

[2] ذوالنورین۔ دو نوروں والا حضرت عثمانؓ کی شادی حضورؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اسلئے اُن کا یہ لقب پڑا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ۔ دُر فشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ چراگاہ، جنگل۔ سبطین۔ دو بیٹے حسن حسین رضی اللہ عنہما۔ دُرّین۔ دو موتی۔ قرطین۔ دو گوشوارے۔

[3] آں یکے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دیدیا گیا جس سے اُنکی شہادت ہو گئی۔ واں۔ حضرت حسینؓ کو دشتِ کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ جنیدؒ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحبِ تصانیف ہیں شریعت و طریقت کے جامع

اور بہت بلند مرتبہ ہیں۔ خود مقاماتش۔ حضرت جنیدؒ کے مقامات بے انتہا بلند ہو گئے

بایزیدؒ¹ اندر مزیدش راہ دید — نامِ قطب العارفیں از حق شنید
(حضرت) بایزیدؒ نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا — خدا سے قطب العارفین کا لقب سنا

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس — شد خلیفۂ حق و ربانی نفس
چونکہ (حضرت) کرخیؒ اُس کے کرخ کے محافظ بنے — خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

پورِ ادہمؒ² مرکب آں سو راند شاد — گشت او سلطانِ سلطانانِ داد
ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اُس طرف سواری ہانکی — تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

واں شقیقؒ از شقِ آں راہِ شگرف — گشت او خورشید رای و تیز طرف
(حضرت) شقیقؒ اُس عجب راستہ کو طے کرنے کی وجہ سے — آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیرِ راہ — چوں بلحظِ لطف شد ملحوظِ شاہ
(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے پیر بنے — جب شاہ کی مہربانی سے منظورِ نظر بنے

بشرِ حافیؒ را مبشر شد ادب — سر نہاد اندر بیابانِ طلب
بشر حافیؒ کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا — تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذوالنونؒ³ از غمش دیوانہ شد — مصرِ جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اُس کے غم میں دیوانہ بنے — روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چوں سریؒ بے سر شد اندر راہِ او — بر سریرِ سروراں شد جاہِ او
جب سریؒ اُس کے راستہ میں فنا ہوگئے — شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہوگئی

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں — باد بر جان و روانِ پاکِ شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت — اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں — سر فرازانند زاں سوئے جہاں
لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت) — جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

ق

نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں بماند — ہر گدائے نامِ شاں را بر نخواند
اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا — کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

---

¹ بایزیدؒ۔ بسطامی کہلاتے ہیں اُن کا لقب قطب العارفین ہے۔ کرخیؒ۔ کرخ کا رہنے والا۔ کرخ بغداد یا بلخ کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروفؒ کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان۔ چونکہ حضرت معروفؒ مقامِ کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ زاری میں مصروف رہتے اسلئے اُن کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔

² پورِ ادہمؒ۔ ادہم کا بیٹا، یعنی حضرت ابراہیمؒ شاہی خاندان سے تھے، بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور جامعِ طریقت و شریعت تھے۔ شقیقؒ بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے پھر سب کچھ خیرات کرکے فقیری اختیار کرلی تھی امام ابویوسفؒ کے شاگرد تھے۔ فضیلؒ۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن بھیس صوفیا کا بنائے رکھتے تھے نماز باجماعت کے پابند تھے بالآخر ہدایت ملی اور اولیاء کاملین میں سے ہوگئے۔ بشرِ حافیؒ ننگے پیر رہنے والے بشر یہ بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوگئے۔ مبشر شد ادب۔ بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اسکو اٹھایا اور اس پر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا اُن کا یہ ادب اُن کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔

³ ذوالنونؒ مصری مشہور بزرگ ہیں۔ ملامتیہ فرقہ میں آپ کا شمار ہے۔ سریؒ۔ بوزن علی مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کباڑ فروشی بھی کرتے تھے۔ معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں ہیں۔ بے سر شد یعنی خود کو فنا کردیا، یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محبوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے اُن کو مخفی رکھتا ہے اور اِس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے انکو پہچانیں۔

حقِ آں نور و حقِ نورانیاں — کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں[1]

قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی — جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحرِ جان و جانِ بحر ار گویمش — نیست لائق نامِ نو می جویمش

اگر میں اُس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی — مناسب نہیں ہے، اسکے لئے نیا نام تلاش کرونگا

حقِ آں آنے کہ ایں و آں از وست — مغزہا نسبت بدو باشند پوست

اُس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے — اُسکے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ[2] خواجہ تاشِ و یارِ من — ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من

کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں — میرے اِس بیان سے سَو گنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم — باورت ناید چہ گویم اے کریم

اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں — اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں

شاہ گفت اکنوں از آنِ خود بگو — چند گوئی آنِ این و آنِ او

شاہ نے کہا، اب اپنی بات کہہ — اِس کی اور اُس کی کب تک کہے گا؟

تو چہ داری و چہ حاصل کردۂ — از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ

تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟ — دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

روزِ مرگ ایں حسِّ تو باطل شود — نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود

مرتے وقت تیری یہ حسّ تو بیکار ہو جائے گی — تیرے پاس روح کا نور بھی ہے جو دل کا رفیق بنے

در لحد[3] کیں چشم را خاک آگند — ہست آنچہ گور را روشن کند

قبر میں اِس آنکھ کو مٹی بھر دے گی۔ — وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار — مستعار آں را مداں اے مستِ عار

اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے — اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ

آں زماں کیں دست و پایت بر درد — پرّ و بالت ہست تا جاں بر پرد

جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے — بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے

آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند — جانِ باقی بایدت بر جا نشاند

جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی — اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیئے

شرطِ مَن جَآءَ بِالْحَسَن نے کردن ست — بل حسن را سوئے حضرت بردن ست

"جو شخص نیکی لایا" کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے — بلکہ نیکی کو دربار میں لے جانا ہے

[1] ہمچو ماہیاں۔ اولیاء کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دیجاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی بغیر پانی زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح وہ لوگ تقربِ الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات سے اُس کا کوئی نام ظاہر نہیں کرسکتا۔ مغزہا۔ اور ملکیتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں وہ ملکیتِ خداوندی کی بہ نسبت ہیچ ہیں۔

[2] کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ہم پیالہ۔ باور یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔ آن۔ طرز و انداز۔ تگ۔ تہ۔ ایں حس۔ قوائے ظاہری۔ نورِ جاں یعنی قوائے باطنی۔

[3] لحد۔ قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔ پر و بال یعنی روحانی کمالات۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔ جانِ باقی۔ روحِ انسانی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنِ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ "جو ایک نیکی لایا تو اُس کے لئے دس گنا اجر ہے۔" مولانا فرماتے ہیں کہ اِس شرطیہ جملہ میں مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔

جوہرے[1] داری ز انساں یا خری — ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا نرا (گدھا) ہے — یہ اعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لیجائیگا؟

ایں عرضہائے نماز و روزہ را — چونکہ لایبقی زمانین انتفا
یہ نماز، روزہ عرض — جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے

نقل نتواں کرد مر اعراض را — لیک از جوہر برند امراض را
اعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے — ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

تا مبدل گشت جوہر زیں عرض — چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے — جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد — شد دہانِ تلخ از پرہیز شہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو ختم کر کے نیا) ہو گیا — کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت[2] خاکہا شد سنبلہ — داروئے مو کرد مو را سلسلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی — بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاحِ زن عرض بد شد فنا — جوہرِ فرزند حاصل شد زما
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا — فرزند جوہر، ہم سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض — جوہرِ کرّہ بزائیدن غرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے — مقصود: بچہ، جوہر جننا ہے

ہست[3] آں بستاں نشاندن ہم عرض — گشت جوہر میوہ اش اینک عرض
باغ لگانا بھی عرض ہے — اس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار — جوہرے زاں کیمیاگر شد بیار
کیمیاگری کو بھی عرض سمجھ — کیمیاگر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آ گیا

صیقلی کردن عرض باشد شہا — زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے — یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام — دخلِ آں اعراض را بنما مرم
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کیے ہیں — ان اعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

سے جو سونا بنتا ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ صیقلی۔ صیقل کرنا، عرض ہے اس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو ناقابلِ انتقال ہیں اور دربارِ خداوندی میں پیش نہیں کیجا سکیں گی بلکہ روح پیش ہو گی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سے اس کی نشوونما

[1] جوہر۔ موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جوہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو بلکہ بالذات قائم ہو۔ خری۔ خرستی۔ عرض۔ وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ۔ نماز روزہ۔ حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہے زمانۂ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں اُن کا وجود نہیں رہتا ہے۔ اعراض۔ عرض کی جمع ہے عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جوہر۔ روح۔ امراض یعنی برے اخلاق۔ پرہیز عرض ہے اس کے ذریعہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ وہاں جنفواد مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] زراعت۔ کھیتی کرنا عرض ہے خاکہا۔ زمین کی مٹی جو جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عرض ہے۔ مو۔ بال جوہر ہے جس میں درازی آئی۔ نکاح۔ عرض ہے جس سے بچہ جو جوہر ہے پیدا ہو۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔

[3] ہست۔ باغ کا لگانا عرض ہے، اس کا پھل جوہر ہے جو مقصود ہے۔ ہم عرض داں۔ کیمیاگری ایک عرض ہے اس

این صفت کردن[1] عرض باشد خمش
اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا، چُپ رہ
سایۂ بُز را پئے قرباں مکُش
قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست
اس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا
گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
اے شاہ! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے
ہر عرض کاں رفت باز آئندہ نیست
(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
اگر عرض کیلئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے
فعل بودے باطل و اقوال قشر
"کرنا" باطل ہوگا اور "کہنا" چھلکا ہوگا

این عرضہا نقل شد لونِ دگر
یہ اعراض دوسری طرح منتقل ہوں گے
حشرِ ہر فانی بود کونِ دگر
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہوگا

نقلِ ہر چیزے بود ہم لائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اس کے مناسب ہوگا
لائقِ[2] گلہ بود ہم سائقش
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے

وقتِ محشر ہر عرض را صورتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی
صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست
ہر عرض کی صورت کیلئے ایک نوبت (معین) ہے

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
تو خود اپنے اندر غور کر، تو عرض تھا
جنبشِ جفتے بہ جفتے با غرض
ایک جوڑے کی جوڑے کیساتھ حرکت خواہش کیساتھ تھی

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ
در مُہندس بود چوں افسانہا
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا
بود موزوں صُفّہ[3] و سقف و درش
اسکا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا

از مُہندس آں عرض و اندیشہا
انجینیر کا وہ عرض اور خیالات
آلت آورد و ستوں از بیشہا
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟
جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

---

[3] صُفّہ۔ ایسا مسقف حصہ جس پر چہار دیواری نہ ہو۔ سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشۂ۔ صرف انجینیری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔

[1] کردن یعنی انسان کا عمل عرض ہے۔ بکری جوہر ہے اس کا سایہ عرض ہے بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔ گفت۔ غلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر ناقابلِ انتقال کہا جائیگا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں انکو دربارِ خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جاسکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورتِ جواہر کر دی جائے تو پھر اُن کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کریگا اور دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا۔

[2] لائقِ گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوبتیست۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کریگا جس کے لئے وقت مقرر ہے۔ بنگر۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے اسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کر لی۔ مُہندس۔ انجینیر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔

جملہ اَجزائے جہاں را بے غرض　　در نگر حاصل نشد جُز از غرض

دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)　　دیکھ سوائے غرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

اوّل[1] فکر آمد آخر در عمل　　بِنیتِ عالم چناں دٰاں در ازل

پہلے فکر آیا، پھر عمل　　ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)

میوہا در فکرِ دل اوّل بُود　　در عمل ظاہر باخر می شوَد

پھل، اوّل دل کے خیال میں ہوتے ہیں　　آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

چوں عمل کردی شجر بنشاندیٔ　　اندر آخر حرفِ اوّل خواندیٔ

جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی　　(گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست　　آں ہمہ از بہرِ میوہ مُرسَل ست

اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے　　وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سرے کہ مغزِ ایں افلاک بُود　　اندر آخر خواجۂ[2] لولاک بود

پس وہ سردارِ جوان آسمانوں کا مغز تھا　　آخر میں صاحبِ لولاک ہوا

نقلِ اعراض ست ایں بحث[3] و مقال　　نقلِ اعراض ست ایں شیر و شگال

یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے　　یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جُملہ عالم خود عرض بودند تا　　اندریں معنیٰ بیامد ھَلْ اَتٰی

تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک　　کہ اِسی مقصد کے لئے ھَلْ اَتٰی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عَرضہا از چہ زایَد از صُوَر　　ویں عَرض ہم از چہ زایَد از فکر

یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے ہے صُورِ (مثالی)　　اور یہ عرض (صورِ مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا فکر (صُورِ علمیہ)

ایں جہاں یک فکرت ست از عقلِ کُل　　عقل چوں شاہ است و فکرتہا رُسُل

یہ دنیا ایک عقلِ کُل (اللہ) کا ایک علم ہے　　عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صُورِ علمیہ) قاصد ہیں

عالمِ اوّل جہانِ امتحاں　　عالمِ ثانی جزائے ایں و آں

پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے　　دوسرا عالم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کُند　　آں عَرض زنجیر و زنداں می شوَد

اے شاہ! آپ کا نوکر بددیانتی کرتا ہے　　وہ عَرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالم عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صُوَر یعنی مثالی صورتیں جو عالمِ شہود سے پہلے عالمِ مثال میں تھیں۔ وزیں عرض یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صُورِ علمیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔
عقلِ کُل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالمِ اوّل۔ دنیا۔ عالمِ ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری ایک عرض ہے وہ بصورتِ زنجیر و قید ظاہر

[1] اوّل فکر۔ مشہور مقولہ ہے۔ اَوَّلُ الفِکرِ آخِرُ العَمَلِ یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل۔ جملہ اجزائے عالم ازل میں صُورِ علمیہ تھے پھر اُن کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اُسکے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔ اندر آخر۔ تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہیں مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود آتا ہے۔

[2] خواجۂ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک حدیث قدسی ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ یعنی اے محمد اگر تمہارا وجود پیشِ نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا، عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضور کی ذاتِ گرامی ہے اِسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[3] ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرنا ہے۔ ابتداءً تصورات تھے بعد کو بصورتِ جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے اُن کا تصور کیا جاتا ہے پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال۔ شغال، گیدڑ۔ ھَلْ اَتٰی قرآن مجید میں ہے۔ بیشک انسان پر ایسا وقت

بندہ ات چوں خدمتِ[1] شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی
آں عَرَض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عَرَض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عَرَض با جوہر آں بیضہ است و طیر
اس عَرَض (کی نسبت) جوہر کیساتھ انڈے اور پرندے کی ہے
ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

گفت شاہنشہ[2] چنیں گیر المراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو
ایں عَرَضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے اِن اَعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ست آں را خِرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُسکو پوشیدہ رکھا ہے
تا بُوَد غیب ایں جہانِ نیک و بد
تاکہ یہ جہانِ نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اَشکالِ فکر
اِس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں
کافر و مومن نگفتے جُز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکرِ (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہوتا نہ کہ غیب
نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بُت و بُتگر بُدے
اِس عالم میں بُت اور بُتگر کب ہوتے؟
چوں کسے را زہرۂ تسخر بُدے
کس طرح کسی کو مذاق اُڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی
در قیامت[3] کے کُند جرم و خطا
(اور) حشر میں جرم و خطا (کوئی) کب کر سکتا ہے؟

گفت شہ پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے برائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے
لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خاص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں
از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے
و ز صُوَرہائے عملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا
ماہ را ابر من نمی پوشد غمام
ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارف کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔ تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔

[1] خدمت۔ خدمت کرنا عَرَض ہے وہ بصورت خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عَرَض۔ عَرَض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مرغی کی ہے، انڈے سے مرغی، مرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اسی طرح عَرَض سے جوہر اور جوہر سے عَرَض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عَرَض کا انتقال ہے یا عَرَض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے، غلط بات ہے۔

[2] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا کہ چلو یہی صحیح کہ عَرَض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عَرَض بصورتِ جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی۔ اَشکالِ فکر یعنی اَعراض بشکلِ جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اعمال بُری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے۔ نہ کوئی کافر رہتا اور نہ دین کا مذاق اُڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہونگے۔

[3] در قیامت۔ محشر میں سب مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ گفت شہ۔ بیشک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور

گفت[۱] پس از گفتِ من مقصود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟
چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا ہے

گفت شہ حکمت دُرا اظہارِ جہاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت
آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جبتک (اللہ تعالٰے نے) اُسکو پیدا نہ کردیا جسکو وہ جانتا تھا
بر جہاں ننہاد رنجِ طلق و درد
دنیا پر دردِ زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زماں بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے
تا بدی یا نیکئی از تو بجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

ایں[۲] تقاضاہائے کار از بہرِ آں
کام کے یہ تقاضے اِس لئے
شد مُوکّل تا شود سِرّت عیاں
مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟
چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟
چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
جبکہ دل کا دھاگا اُس کو چلاتا ہے

تاسہ[۳] تو شد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے
بر تو بیکاری بُود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسۂ تو آں کشش را شد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے
ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے

ایں جہان و آں جہاں زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے
ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبّب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبّب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا
تا بزاید زو اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسبّبات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن
دیدۂ باید منوّر نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہیئے

---

[۱] گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اِس قدر بڑھا ہوا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اُس کے علم میں سب کچھ ہے اِسی لئے اُس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اُس کو عالمِ تکلیف قرار دیا ہے۔ یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے۔

[۲] ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اِسی لئے مجبور کیا ہے تاکہ اُس کی پوشیدہ نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آجائے۔ ورنہ۔ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ بُرائی بھلائی کو عالمِ وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ ہر وقت کیوں گھومتا ہے اور اُس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ کلابہ۔ چرخہ، آنٹی۔

[۳] تاسہ۔ بے چینی، بیکاری میں انسان کی بے چینی اِس کی دلیل ہے کہ اُس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جاں کنی۔ ایں جہاں۔ دنیا کو عالمِ اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اُس سے وجود میں آجاتا ہے یہ سب اِسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبّب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبّب سبب بن کر کسی دوسرے مسبّب کو موجود کر دیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبّب ہوا۔ پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے۔

شاہ[1] با او در سخن اینجا رسید — تا بدید از وے نشانے یا ندید

بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا — (نہ معلوم) اُس (غلام کے مل) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

گر بدید آں شاہِ جویا دُور نیست — لیک ما را ذکرِ آں دستور نیست

اگر اِس جستجو کرنیوالے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں — لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں زگرما بہ بیامد آں غلام — سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہُمام

جب وہ غلام حمام سے آیا — تو مَلکِ معظّم نے اُس کو اپنی طرف بُلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام

پھر اُس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحّاً[2] لکَ نعیمٌ دائمٌ — بس لطیفی و ظریف و خوبرُو

اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لئے) — تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر — تا ازیں دیگر شود او باخبر

پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کیلئے بھیج دیا — تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر بنے

پیش بنشاندش بصد لُطف و کرم — بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظُلم

بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا — اُس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد مُوئی مُشکبُو — نیک خُوئی نیک خُوئی نیک خُو

تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگریالے بال والا ہے مشک کی سی — تو نیک خُو ہے، تو نیک خُو ہے، نیک خُو ہے

اے دریغا گر نبودے در تو آں — کہ ہمی گوید برائے تو فلاں

ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں — جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

ق

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے — دیدنت مُلکِ جہاں ارزیدیے

جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا — تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے[3] زاں بگو اے بادشا — کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ

اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! اُسمیں سے کچھ بتایئے — اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصفِ دُو روئیت کرد — کاشکارا تو دوائی خفیہ درد

اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اُسنے تیرے دو رُخے ہونے کی — کہ بظاہر تو دوا ہے، بباطن درد ہے

خُبثِ یارش را چو از شہ گوش کرد — در زماں دریائے خشمش جوش کرد

جب اُسنے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سُنی — فوراً ہی اُس کے غصہ کا دریا جوش میں آگیا

---

[1] شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا۔ صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اِس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارفِ کامل تھا لہٰذا وہ بذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔ گرمابہ۔ حمام۔ ہُمام۔ معظّم۔

[2] صحّاً۔ تصح صحًا جملہ دُعائیہ ہے خدا تجھے تندرست رکھے۔ لکَ نعیمٌ دائمٌ۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے، خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ آں دگر۔ گندہ دہن غلام ازیں۔ وہ غلام جو نہا کر آیا تھا۔ ماہ اندر ظُلم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے، دن میں اُس کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ جعد مُو۔ گھنگریالے بال۔ فلاں۔ یعنی گندہ دہن غلام۔ دیدیے۔ دیدے یائے تمنائی ہے اس میں ایک یاء زیادہ لگا دی گئی ہے۔

[3] رمزے۔ اشارہ۔ دیں تباہ۔ بے دین، فاسق۔ دُو روئی۔ دو طرفہ منافقت۔ کاشکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی۔ خُبث۔ بدباطنی۔ گوش کرد۔ سُنا۔ در زماں۔ فوراً

کف[1] برآورد آں غلام و سرخ گشت | تا کہ موجِ ہجوِ او از حد گذشت

وہ غلام منہ میں جھاگ بھر لایا اور سرخ ہو گیا | یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

کوز اوّل دم کہ با من یار بود | ہمچو سگ در قحط بس گیں خوار بود

کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا | قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس | دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

جب اس نے اس کی گھنٹے کی طرح دمادم مذمت کی | شہنشاہ نے اس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا از وے بداں | از تو جاں گندست از یارت دہاں

اس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اسے سمجھ گیا، سمجھ لے | تیری روح گندی ہے اور اس کا منہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندہ[2] جاں از دور تو | تا امیر او باشد و مامور تو

بس اے گندہ روح! تو دور بیٹھ۔ | تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں | رَاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ

اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے | انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا | ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا

حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریاکاری کیساتھ تسبیح | اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

پس بداں کہ صورتِ خوب نکو | با خصالِ بد نیرزد یک تسو

بس سمجھ لے بھلی، اچھی صورت | بری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جو کے لائق نہیں ہے

ور[3] بود صورت حقیر و ناپذیر | چوں بود خلقش نکو در پاش میر

اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو | جب اسکے اخلاق اچھے ہوں تو اسکے قدموں میں جان دیدے

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں | عالمِ معنیٰ بماند جاوداں

سمجھ لے، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی | باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشقِ صورت بگو | طالبِ معنیٰ شو و معنیٰ بجو

بتا، صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟ | سیرت کا طلبگار بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق با نقشِ سبو | بگذر از نقشِ سبو و آب جو

ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟ | ٹھلیا کے نقش (رنگ) کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

صورتش دیدی ز معنیٰ غافلی | از صدف دُر را گزیں گر عاقلی

تو نے اس کی صورت دیکھی اسکی سیرت سے غافل ہے | سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

---

[1] کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔ ہمچو سگ خود ذلیل جانور ہے اور اسکی دنائت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے کی چیز کھا جاتا ہے۔ دمادم۔ دم بدم۔ جرس۔ گھنٹا، اس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب۔ ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر۔ دانستم۔ یعنی میں تیرے اور اس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغۂ امر ہے۔ دہاں۔ وہ گندہ دہن تھا۔

[2] گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ از زیادہ ہے۔ راحۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے "مَنْ سَکَتَ نَجیٰ وَرَاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ" جو خاموش رہا بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے"۔ در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل خوبی باطن کی ہے حسنِ صورت معتبر نہیں ہے۔ گولخن۔ گلخن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ خوبصورت غلام چونکہ بدسیرت تھا لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

[3] ور بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدردانی ہونی چاہیئے۔ در پاش۔ در پائے او۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنیٰ۔ سیرت، اخلاق، حقیقت۔ نقشِ سبو یعنی ظاہر۔ آب۔ یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف دُر۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

این صدفہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں
گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں[۱]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے
چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

کانچہ دارد ویں چہ دارد می گزیں
اُس میں کیا ہے، اِس میں کیا ہے، چُن
زانکہ کم یاب ست آں درِ ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں
در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

ہم بصورت دست و پا و پشمِ تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال
ہست صد چنداں کہ نقشِ چشمِ تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے
کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں

از یک اندیشہ[۲] کہ آید در درون
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اُس سے
صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

جسمِ سلطاں گر بصورت یک بود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے
صد ہزاراں لشکرش در پے دود
(لیکن) اُس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اسی) منتخب بادشاہ کی صورت
ہست محکومِ یکے فکرِ خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے

خلقِ بے پایاں ز یک اندیشہ[۳] بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادے سے لاانتہا مخلوق
گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے
لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد
لیکن بہاؤ کی طرح اُس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

خلقِ عالم چوں رمہ ست و حق شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ چرواہا
میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

چرواہا- شباں- خلاف قیاس شب کی جمع ہے-

[۱] بحرِ جاں- جان کا سمندر یعنی ذاتِ حق تعالیٰ بعض نسخوں میں از بہرِ جاں ہے تو ترجمہ ہو گا جان کی حفاظت کیلئے۔
لیک- ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔
کانچہ- ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں جسمیں خوبیاں ہوں اُس کو پسند کرو۔ دُرِ ثمین- قیمتی موتی۔
گر بصورت- جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ، لعل سے افضل ہوتا۔ ہم بصورت- انسان کا باقی بدن اُس کی آنکھوں سے چند گنا لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے۔ گزیں- برگزیدہ۔

[۲] اندیشہ- فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ جسمِ سلطان- بادشاہ کا ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمران محض اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باز- پھر یہی حکمران کا جسم اُس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا مدار معنیٰ اور باطن پر ہے۔

[۳] اندیشہ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ قرآن پاک میں ہے- اللہ تم جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو کلمہ کُن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے- اندیشہ- اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً تباہ ہو جاتی ہے۔ رمہ- ریوڑ۔ شباں۔

پس[1] چو می بینی کہ از اندیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہا و قصرہا و شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہہا و دشتہا و نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیش تو کور
تو تجھ اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمان ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیش چشمت کہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم[2] اندر چشم تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

ز ابر و برق و ز رعد داری لرز و بیم
ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہان فکرتی اے کم ز خر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالمِ فکر سے

ایمن و غافل چو سنگ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی و ز خرد بے بہرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خو نیستی خر کرۂ
تو آدمی خصلت نہیں ہے، گدھے کا بچہ ہے

جہل محضی و ز خرد بیگانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانۂ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص ازاں شد نزد تو بازی و سہل
اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

نک ز غیبت[3] یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالمِ غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

[1] پس چو می بینی۔ تو غور کریگا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقا ما اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔

[2] عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔ وز جہانِ فکر، فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں اُس سے بے خبر اور مطمئن ہے۔ نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہے آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد اور فکر کی وجہ سے ہے جو معرفتِ حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے۔

[3] ز غیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اسلئے بنا لیتا ہے کہ حقیقت بیں نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائیگی غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے، آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

بازا فزون ست ہنگامِ اثر — ازہزاراں[1] تیشہ و تیغ و تبر

پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے — ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش[2] تا روزیکہ آں فکر و خیال — برکشاید بے حجابے پرّ و بال

اس دن تک ٹھہر جبکہ وہ فکر اور خیال — کُھلم کُھلا بال و پر نکالے

کوہہا[3] بینی شدہ چوں پشم نرم — نیست گشتہ ایں زمینِ سرد و گرم

تو پہاڑوں کو نرم اون کی طرح دیکھے گا — یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود — جُز خدائے واحدِ حیّ وَدُود

تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود — ایک خدا، حیّ اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ — تا دہد مر راستیہا را فروغ

ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے) — تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردنِ حشم بر غلامِ خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندہ را از کرم — برگزیدہ بود بر جملہ حشم

ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو — تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگی[4] او وظیفہ چل امیر — دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر

اس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ کی برابر تھی — سو وزیروں نے بھی اس کے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع[5] و اقبال و بخت — او ایازے بود و شہ محمودِ وقت

بخت اور اقبال اور نصیب کے کمال کی وجہ سے — وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمودِ دوراں (تھا)

روحِ او با روحِ شہ در اصلِ خویش — پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش

اس کی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں — اس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کار آں دارد کہ پیش از تن بُدست — بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست

(اصل معاملہ) وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے — ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

چشمِ عارف راست گو نے احول ست — چشمِ او برکشتہائے اوّل ست

عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی — اس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشمِ راست گو- صحیح دکھانے والی آنکھ- احول- بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں- کشتہائے اول- تقدیرِ ازلی-

[1] ازہزاراں- آگ جنگلوں کو اس درجہ تباہ کر دیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اُس کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں-

[2] باش- ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے اُس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہونگی-

[3] کوہہا- ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور لاشئی ہو جائیگا- پشم- اون- سما- آسمان- حیّ- زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے- وَدود- محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے- فسانہ از ...، اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے اِس قصہ کے ضمن میں بھی اِسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادے سے غافل تھے یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے-

[4] جامگی- تنخواہ، راتبہ- وظیفہ- روزینہ- چل، چہل، چالیس- دہ یک- ایک بٹا دس، دسواں حصہ-

[5] طالع- ستارۂ قسمت- بخت- نصیبہ- ایاز- سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام تھا- دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے- سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں مدفون ہوئے- اصل یعنی علمِ الٰہی یا عالمِ ارواح- کار آں دارد- اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسمِ عنصری کے قبل پیش آئی ہیں- اینہا- جو معاملات عالمِ اجسام میں پیش آتے ہیں- نو حادث- تازہ وقوع میں آنے والا- عارف- وہ جس کو معرفتِ خداوندی حاصل ہو گئی ہے-

انچہ گندم[1] کاشتندش وانچہ جو
جو انھوں نے گیہوں بویا ہے اور جو
چشمِ اُو انجاست روز و شب گرو
اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

آنچہ آبست ست شب جز آں نزاد
رات جس سے حاملہ ہی ہے اُسکے سوا اُسنے نہیں جَنا
حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے
آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
جو اللہ تعالٰے کی تدبیر کو اپنے سر پر (مسلط) دیکھتا ہے

او درونِ دام[2] و دامے می نہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال لو بچھاتا ہے
جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد
تیری جان کی قسم نہ اِس سے نکلتا ہے نہ اُس سے نکلتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اُگیں یا اُگائے
عاقبت بر روید آں کِشتہ اِلٰہ
انجام کار اللہ (تعالٰے) کا بویا ہوا اُگے گا

کِشتِ نو کارید بر کشتِ نخست
پُرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی
ایں دوم فانیست و آں اوّل درست
دوسری فنا ہونے والی ہے، پہلی ٹھیک ہے

تخمِ اوّل کامل و بگزیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے
تخمِ ثانی فاسد و پوسیدہ است
دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن[3] ایں تدبیرِ خود را پیشِ دوست
اپنی اِس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈالدے
گرچہ تدبیرت ہم از تدبیرِ اوست
اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کار آں دارد کہ حق افراشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے
آخر آں روید کہ اوّل کاشت ست
آخر میں وہی اُگے گا جو پہلے بویا ہے

ہر چہ کاری از برائے اُو بکار
جو بوئے اُس کے لئے بو
چوں اسیرِ دوستی اے دوستدار
اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

گردِ نفسِ دزد و کارِ اُو مپیچ
چور نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ
ہر چہ آں نے کارِ حق ہیچست و ہیچ
جو اللہ (تعالٰی) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ در ہیچ ہے

پیش ازاں کہ روزِ دیں پیدا شود
اِس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو
نزدِ مالک دزدِ شب رسوا شود
مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

رختِ دزدیدہ بتدبیر و فنش
تدبیر اور اُسکے ہنر سے چُرایا ہوا مال
ماندہ روزِ داوری در گردنش
انصاف کے دن اُس کی گردن پر ہو گا

[1] گندم۔ یعنی اعلیٰ افعال۔ کاشتند۔ کارکنانِ قضا و قدر نے جو لکھ دیا ہے۔ جو۔ یعنی گھٹیا اعمال۔ شب۔ یعنی جو مقدر میں مکتوب ہے وہی سامنے آئیگا۔ گش۔ خوب۔ حیلۂ حق۔ اللہ کی قدرت۔

[2] دام۔ یعنی تقدیرِ الٰہی کا جال۔ دامے۔ یعنی اپنی تدبیر کا جال۔ صد گیاہ۔ یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کشتۂ اِلٰہ۔ یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کشتِ نو۔ یعنی تدبیر۔ کشتِ نخست۔ یعنی تقدیر۔ ایں دوم۔ یعنی تدبیر۔ تخمِ اوّل۔ تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔

[3] افگن۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تقدیر تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ ہر چہ کاری۔ جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اُس کی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے اور اُس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہیئے۔ نفس۔ یعنی امّارہ۔ ہرچہ۔ نفس امّارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔ پیش ازاں۔ قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داوری۔ داد رسی، منصفی۔

صد^۱ہزاراں عقل باہم بر جہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں

تا بغیر دامِ اُو دامے نہند
تاکہ اُسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں

دامِ خود را سخت تر یابند و بس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس

کے نماید قوّتے با باد خس
تنکا، آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھلائے؟

ور نداری باور از من رو ببیں
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ

در نُبی وَاللہُ خَیْرُ المَاکِرِیْن
قرآن میں ہے، "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنیوالا ہے"

گر^۲تو گوئی فائدہ ہستی چہ بُود
اگر تو کہے ہستی (عالمِ تدبیر) کا کیا فائدہ تھا

در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سوالت فائدہ
اگر تیرے اِس سوال میں فائدہ نہیں ہے

چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ
(تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سُنوں؟

ور سوالت فائدہ دارد یقیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے

پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
تو غور کر، عالمِ (تدبیر) بے فائدہ نہ ہوگا

از سوالت ار بود بس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں

چوں بجوید در جہاں کس فائدہ
تو عالمِ (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کریگا؟

ور سوالت را بسے فائدہ ہاست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں

پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
تو عالمِ (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟

ور^۳جہاں از یک جہت بے فائدہ است
اگر عالمِ (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے

از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے

مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

فائدہ تو گر مرا نبود مفید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے

چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر
اگر میں اِس فائدہ سے آزاد ہوں

مر ترا چوں فائدہ است از وے مبر
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے نہ کٹ

حسنِ یوسفؑ عالمے را فائدہ
یوسفؑ کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا

گرچہ بر اخواں عبث بُد زائدہ
اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار عبث تھا

---

۱ صد ہزاراں۔ تقدیر کے خلاف عقلاء کی تدبیریں بالکل بیکار ہیں۔ با باد خس۔ باد تقدیرِ الٰہی ہے اور خس تدبیرِ عقلاء۔ واللہ۔ تو اچھے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کر سکتا ہے۔

۲ گر تو گوئی۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بیکار ہے تو خدا کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ در سوالت۔ الزامی جواب ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے۔ ور سوالت۔ جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم و علیم کا فعل کیسے عبث ہو سکتا ہے۔

۳ در جہاں۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے، اگر عالم تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اُس میں دوسری حیثیت سے بہت سے فائدے ہیں۔ فائدہ تو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بیکار ہے تو دوسرے کے لئے مفید ہوتی ہے۔ حسنِ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کے حسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کیلئے نہ تھی۔

لحنِ[1] داؤدی چناں محبوب بود　　لیک بر محروم نامطلوب بود
داؤدی نغمہ کس قدر محبوب تھا　　لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں　　لیک بر قبطیِ مُنکر بود خوں
نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا　　لیکن منکرِ قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست بر مومن شہیدی زندگی　　بر مُنافق مُردنست و ژندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے　　منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست[2] در عالَم بگو یک نعمتے　　کہ نہ محروم اند ازوے اُمّتے
بتا، دنیا میں کونسی نعمت ہے؟　　کہ اس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر　　ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟　　ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

لیک گر آں قوت بروے عارضیست　　پس نصیحت کردن اورا رائضیست
لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے　　تو نصیحت کرنا، اس کو سدھانا ہے

چوں[3] کسے کو از مرض گِل داشت دوست　　گرچہ پندارد کہ آں گِل قوتِ اوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے　　اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اس کی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است　　روئے در قوتِ مرض آوردہ است
(لیکن) اس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے　　بیماری کی غذا کی طرف رُخ کر لیا ہے

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است　　قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے　　بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

قوتِ اصلیِ بشر نورِ خداست　　قوتِ حیوانی مر اورا ناسزاست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے　　حیوانی غذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل　　کہ خورد او روز و شب از آب و گِل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اس کا) دل اس میں پڑا ہے　　کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پائے سُست و دل سُبک　　کو غذائے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُک
چہرہ زرد، پیر سست، اور دل کمزور　　کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد۔ یہ غذائیں اس کی روح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُکِ۔ حم والذاریات کی یہ آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔

[1] لحنِ داؤدی۔ حضرت داؤدؑ کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مفید تھا لیکن کافروں کیلئے مفید نہ تھا۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کیلئے مفید تھا فرعون کیلئے مہلک بنا۔ شہیدی۔ شہادت مومن کیلئے مفید ہے کافر کیلئے مضر ہے۔

[2] چیست۔ دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کیلئے وہ مفید ہے اور محروم انسانوں کیلئے مفید نہیں ہے در شکر۔ اللہ تعالےٰ نے ہر نعمت ہر ایک کیلئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کیلئے نہیں ہے لیک۔ بعض اصل غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہوجاتے ہیں تو نصیحت اُن کیلئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ رائضی۔ گھوڑے کو سدھانا۔

[3] چوں کسے۔ بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنا لیتے ہیں اور اس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوش۔ اصلی غذا شہد کی طرح مفید ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے جس چیز کو اس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اس کے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنا دیتی ہے۔ نورِ خدا۔ نورِ معرفتِ خداوندی۔ قوتِ حیوانی جسمانی لذتیں و نفسانی شہوتیں۔ از آب وگل۔ یعنی مٹی پانی کی پیداوار گوشت،

آں[۱] غذائے خاصگانِ دولت است — خوردنِ آں بے گلو و آلت است
وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے — اُس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دودِ فرش
آفتاب کی غذا عرش کا نُور ہے — حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں یُرزَقُونْ فرمود حق — آں غذا را نے دہاں بُد نے طبق
اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں یُرزَقُونْ فرمایا ہے — اُس غذا کے لئے نہ مُنہ ہے نہ طباق

دل زہر یارے غذائے می خورد — دل زہر علمے صفائے می بَرد
دل ہر محبوب چیز سے غذا حاصل کرتا ہے — دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورتِ[۲] ہر آدمی چوں کاسہ ایست — چشم از معنیِ او حسّاسہ ایست
ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے — آنکھ اُس کے باطن کا اِدراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری — وز قرانِ ہر قریں چیزے بری
تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کریگا — تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں — لائق ہر دو اثر زاید یقیں
جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے — یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر — وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر
مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے — اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

وز قران خاک با بارانہا — میوہا و سبزہا ریحانہا
مٹی اور بارشوں کے ملنے سے — میوے اور سبزے (اور) خوشبودار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

وز قران سبزہا با آدمی[۳] — دل خوشی و بے غمی و خرّمی
انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے — دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قرانِ خرّمی با جانِ ما — می بزاید خوبی و احسانِ ما
ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے — خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابلِ خوردن شود اجسامِ ما — چوں برآید از تفرّج کامِ ما
ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہوجاتے ہیں — جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

---

[۱] آں غذا۔ آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالَمِ ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔ دودِ فرش۔ عالَمِ ناسوت کی غذا۔ یُرزَقُونَ۔ قرآن پاک میں شہیدوں کیلئے فرمایا گیا ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرزَقُونَ "بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دیجاتی ہے"۔ آں غذا جنّت کی یہ غذا بغیر مادّی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل۔ جس طرح دنیاداروں اور اہل اللہ کی غذا میں اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے اسی طرح انسان کے مختلف اعضا کی مختلف غذائیں ہیں۔ دل کی غذا، دوست کی ملاقات اور حصولِ علم ہے۔

[۲] صورت۔ چشمِ بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے ملکر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ چوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کرلیتی ہے قران السعدین اور قران النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کرلیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن۔ میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وز قران۔ پتھر اور لوہے کو ملا کر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔

[۳] آدمی۔ انسان چمنوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرّمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو قوائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرّج۔ سیر و تفریح۔ کام۔ مقصد۔

سُرخروئی[1] از قرانِ خوں بُود — خوں زخورشیدِ خوشی گلگوں بُود

خون کے ملنے سے سُرخروئی حاصل ہوتی ہے — خوشی کے آفتاب سے خون سُرخ ہوتا ہے

بہترین رنگہا سُرخی بود — واں زخورشیدست و ازوے میرسد

رنگوں میں بہترین رنگ سُرخی ہوتی ہے — وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قریں شُد با زُحل — شورہ گشت و کشت را نبود محل

جو زمین زُحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی — وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوّت اندر فعل آید ز اتّفاق — چوں قرانِ دیو با اہلِ نفاق[2]

متفق ہو جانے سے کام میں قوّت آجاتی ہے — جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ نہم — بے ہمہ طاق و طُرم طاقِ طُرم

ان معانی کے لئے نویں آسمان — بغیر شان و شوکت والے سے شان و شوکت ہے

خلق[3] را طاق و طُرم عاریت است — امر را طاق و طُرم ماہیت است

عالَم کی شان و شوکت عارضی ہے — (عالَمِ) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

از پئے طاق و طُرم خواری کشند — بر امیدِ عزّ در خواری خوش شند

شان و شوکت کے لئے ذلّت برداشت کرتے ہیں — عزّت کی اُمید پر ذلّت میں خوش ہیں

بر امیدِ عزّ دہ روزہ خدوک — گردنِ خود کردہ اند از غم چو دوک

دس روزہ عزّت کی اُمید پر پریشان ہیں — فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

چوں نمی آیند ایں جا کہ منم — کاندریں عزّ آفتابِ روشنم

اِس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں — کہ میں اِس عزّت میں روشن سورج ہوں

مشرقِ خورشید بُرجِ قیر گوں — آفتابِ ما ز مشرقہا بروں

سورج کی مشرق، سیاہ بُرج ہے — ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرقِ اُو نسبتِ ذرّاتِ اُو — نے برآمد نے فرو شد ذاتِ اُو

اُس کی مشرق ذرّوں کے ساتھ اُسکی نسبت ہے — نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

ما کہ واپس ماندہ ذرّاتِ وئیم — در دو عالم آفتابِ بے فئیم

ہم جو کہ اُس کے ذرّات میں سے پسماندہ ہیں — دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

مشرقِ او - ذاتِ باری کیلئے جب ہم لفظ مشرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرّات یعنی اولیاء اللہ اُس وقت اُس سے کسبِ نور کر رہے ہیں جو دائمی نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کسبِ نور میں حجابات حائل ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ کیلئے نہ مشرق ہے نہ مغرب، اُسکی ذات ہر وقت نور فشاں ہے جو واپس ماندہ ذرّات یعنی ہم لوگ اولیاء میں بہت کم

[1] سُرخروئی - رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے - گلگوں - خوشی سے خون میں سُرخی پیدا ہوتی ہے - واں - یہ سُرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے - زُحل - ایک ستارہ ہے جس کو نحسِ اکبر بھی کہا جاتا ہے اُس کی یہ تاثیر ہے کہ جس زمین کی طرف اُس کا رُخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اُس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے -

[2] اہلِ نفاق - منافقوں کا شیطان سے ملاپ اُنکے شر میں اضافہ کر دیتا ہے - چرخِ نہم - شرع میں اِسی کو عرش کہا جاتا ہے اور حکماء اِسکو فلکُ الافلاک اور فلکِ اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اُسمیں کوئی ستارہ نہیں ہے، صوفیاء کے نزدیک علوم و معارفِ ربّانی کا نزول اِسی فلک سے ہوتا ہے چونکہ باہمی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہٰذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہیئے جن میں بڑی شان و شوکت ہے -

[3] خلق - عالَمِ مادیات - امر - عالَمِ مجرّدات جس میں علوم و معارفِ الٰہی بھی داخل ہیں - عزّ - یعنی دنیا کی عزّت - خدوک - غصہ، پریشانی - دوک - تکلا - اِیں جا - یعنی مقامِ معرفتِ خداوندی - قیر گوں - سیاہ - آفتابِ ما - ہم جو نور حاصل کرتے ہیں وہ ذات باری سے ہے جو مشرقوں سے وراء الوراء ہے

۱ بازگردِ شمس میگردم عجب
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں
ہم ز فرِ شمس باشد ایں سبب
یہ سبب بھی سورج کی شان و شوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد بر سببہا مُطّلع
اسباب سے سورج باخبر ہوتا ہے
ہم ازو حبلِ سببہا منقطع
اسباب کی رسّی کا ٹوٹنا بھی اُسی کی جانب سے ہے

۲ صد ہزاراں بار بریدم امید
میں نے لاکھوں بار اُمید منقطع کی
از کہ از شمس ایں شما باور کنید
کس سے؟ سورج سے اِس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکُن کز آفتاب
تو میرا یقین نہ کر، کہ سورج سے
صبر دارم من و یا ماہی زآب
میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

ور شوم نومید نومیدیِ من
اگر میں نا اُمید ہوں، میری نا اُمیدی
عینِ صُنعِ آفتاب است اے حسن
بالکل سورج کا کام ہے، اے پیارے!

عینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد
بعینہٖ کام، کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟
عینِ ہست از غیرِ ہستی چوں چرد
خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

۳ جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند
تمام موجودات اِسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں
گر بُراق و تازیاں ور خود خرند
خواہ بُراق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

لیک اسپِ کور کورانہ چرد
لیکن اندھا گھوڑا، اندھے پن سے چرتا ہے
می نہ بیند روضہ را ز انست رد
وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے، اِس لئے مردود ہے

وانکہ گردشہا ازاں دریا ندید
اور جس نے گردشوں کو اُس دریا سے نہ سمجھا
ہر دم آرد رُو بمحرابِ جدید
ہر آن منہ، نئی محراب کی طرف کرتا ہے

اُو ز بحرِ عذب آبِ شور خورد
اُس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا
تا کہ آبِ شور اُو را کور کرد
یہاں تک کہ کھارے پانی نے اُسکو اندھا کر دیا

بحر می گوید بدستِ راست خور
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی
ز آبِ من اے کورتا یابی بصر
میرا پانی اے اندھے! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

ہست دستِ راست اینجا ظنِ راست
داھنے ہاتھ (سے مُراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے
کو بداند نیک و بد را کز کجاست
تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

---

۱ باز۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہو جانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کیلئے اُس شمس کو لپٹا ہوا ہوں اور یہ میرا لپٹنا اور چکر جو تقرب کا سبب ہے یہ بھی اُسی شمس کا عطا کردہ ہے۔ ایں سبب۔ ہم ز فرِ شمس باشد۔ یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اُس کی ہی پیدا کردہ ہے، جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں اِسی طرح اُن کے اَسباب بھی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شمس۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرتِ خداوندی کے تابع ہے۔

۲ صد ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی، ترکِ سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہو کر صبر کر کے بیٹھ جاؤں یہ ممکن نہیں ہے۔ ماہی۔ مچھلی پانی سے صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ور شوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالٰی کا فعل ہے۔ عینِ صنع جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ عینِ ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہو سکتی ہے ولا موجود الا اللہ لہٰذا وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔

۳ جملہ ہستیہا۔ اچھے ہوں یا بُرے سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔ اسپِ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی وہ اِس

طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردودِ بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اَسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اَسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالٰی۔ او ز بحر۔ منکرین کی کج فطرتی اُن کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحرِ عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدستِ راست۔ یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظنِ راست یعنی تمام

نیزہ گردانیست[1] اے نیزہ کہ تو — راست می گردی گہ و گاہے دوتو

اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو — کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

ما ز عشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم — ورنہ ما آں کور را بینا کنیم

ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں — ورنہ ہم اُس اندھے کو بینا کر دیتے

ہاں ضیاء الحق[2] حسام الدیں تو زود — دارویش کن کوریِ چشمِ حسود

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد — اُسکا علاج کردے، حاسد کے اندھے پن کے باوجود

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر — اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر

اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے — اے پھلدار درخت! پھل گرا

توتیائے کبریائی تیز فعل — داروئے ظلمت کُش استیز فعل

زود اثر خدائی سرمہ — تاریکی کو دُور کرنے والی دوا، اکھاڑ کرنےوالی

آنکہ گر بر چشمِ اعمیٰ بر زند — ظلمتِ صد سالہ را ز و بر کَند

وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں — سَو سالہ تاریکی کو اُس سے دُور کر دے

جُملہ کوراں را دوا کُن جز حسود — کز حسودی بر تو می آرد جحود

حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر — جو حسد کی وجہ سے تیرا اِنکار کرتا ہے

مر حسودت[3] را اگرچہ آں منم — جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم

اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں — جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب — کور می گردد ز بودِ آفتاب

جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے — سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اِینت دردِ بے دوا کو راست آہ — اِینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ

عجب اُس کا لاعلاج مرض ہے! افسوس — عجب! یہ ہمیشہ کے لئے کنوئیں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایست او — کے بر آید ایں مرادِ او بگو

اُس نے ازلی سورج کا عدم چاہا — بتا اُس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ — بازِ کور است آنکہ شد گم کردہ راہ

باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے — جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

---

[1] نیزہ گرداں۔ برچھی گھمانے والا۔ نیزہ۔ یعنی انسانی قد۔ دوتو۔ دوہرا۔ شمسِ دیں۔ یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ بے ناخن۔ مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا فنائیت کی بنا پر تھی یا تصرف سے محجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بنا پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ کور را۔ بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آگرتا ہے۔

[2] ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو گمراہوں پر تصرف کرکے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیا۔ سرمہ۔ استیز فعل جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ اعمیٰ۔ یعنی جو عرصہ سے منکر ہے۔ بجز حسود۔ حسد کی بنا پر منکر کی شفا ناممکن ہے۔

[3] مر حسود۔ حاسد کسی طرح فیضیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ کور می گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشیدِ ازل۔ اولیاء اللہ یا ذاتِ خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض حاصل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر مناسبت پیدا ہوگی اور فیض حاصل ہونے لگے گا منکر بن گیا تو تباہی ہے۔

گرفتار[1] شدنِ باز میانِ جغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا جغدوں میں پھنس جانا

باز در ویراں بر جغداں فتاد
راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا
راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اُترا

او ہمہ نور ست از نورِ رضا
لیک کورش کرد سرہنگِ قضا

وہ خوشنودیِ (حق)، کے نور سے سراپا نور ہے
لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاک در چشمش زد و از راہ برد
در میانِ جغد و ویرانش سپرد

(قضانے) اسکی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستے سے ہٹا دیا
اُس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

بر سری جغدانش بر سر می زنند
پر و بالِ ناز نینش می کنند

علاوہ ازیں اُلو اُس کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے
اُس کے ناز پروردہ پر و بال اُکھاڑتے تھے

ولولہ[2] افتاد در جغداں کہ ہا
باز آمد تا بگیرد جائے ما

الوؤں میں شور مچا کہ خبردار!
باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرے

چوں سگانِ کوی پر خشم و مہیب
اندر افتادند در دلقِ غریب

گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح
مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

باز گوید من چہ در خوردم بجغد
صد چنیں ویراں رہا کردم بجغد

باز کہتا ہے مجھے اُلوؤں سے کیا لگاؤ!
ایسے تو ویرانے میں نے الوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں

من[3] نخواہم بود اینجا می روم
سوئے شاہنشاہ راجع می شوم

میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا، میں جاتا ہوں
شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں

خویشتن مکشید اے جغداں کہ من
نے مقیمم می روم سوئے وطن

اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مار ڈالو کیونکہ میں
میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں

ایں خراب آباد در چشمِ شماست
ورنہ ما را ساعدِ شہ باز جاست

یہ ویرانہ تمھاری نظر میں آباد ہے
ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے

جغد گفتا باز حیلت می کند
تا ز خان و ماں شما را بر کند

ایک اُلو بولا، باز مکاری کرتا ہے
تاکہ تمھیں گھر بار سے اُکھاڑ دے

خانہائے ما بگیرد او بہ مکر
بر کند ما را ز سالوسی ز وکر

مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کرلے
چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہمکو اجاڑ دے

1 گرفتار شدن۔ اِس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں لگا رہا اور کامیاب ہوا۔ باز۔ اِس سے مراد نبی و عارف ہے۔ جغداں۔ الوؤں سے مراد منکرین اور محجوبین ہیں اور اِس حکایت میں شاہ سے ذاتِ حق اور زنداں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں۔ او ہمہ نور۔ عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ برسری۔ علاوہ ازیں۔ می زنند یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے۔ نازنین۔ ناز پروردہ۔

2 ولولہ۔ واویلا کرنا جوش و خروش۔ تا بگیرد۔ انبیا کے بارے میں منکرین یہی کہتے تھے۔ یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکالکر اُسپر قبضہ جمائے۔ دلق۔ گدڑی۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ باز گوید۔ انبیاء اور اولیاء نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے۔

3 من نخواہم۔ شعر

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

شاہنشاہ۔ ذاتِ حق۔ وطن یعنی دارِ آخرت۔ ساعدِ شہ۔ یعنی اللہ (تعالیٰ) کا قرب۔ حیلت۔ حیلہ بازی۔ خان و ماں۔ گھر بار۔ سالوسی۔ فریب، مکاری۔ وکر۔ گھونسلا۔

مینماید سیری[1] ایں حیلت پرست — وَاللہِ از جملہ حریصاں بدتر است
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے — خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

اُو خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس — دُنبہ مسپارید اے یاران بخرس
وہ لالچ میں مٹی، انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے — اے دوستو! دُنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

لاف از شہ می زند وز دستِ شاہ — تا برد اُو ما سلیماں را ز راہ
بادشاہ، اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے — تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کردے

خود چہ جنسِ[2] شاہ باشد مُرغکے — مشنوش گر عقل داری اندکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہوگا؟ — اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو اِس کی نہ سنو

جنسِ شاہ است اُو و یا جنسِ وزیر — ہیچ باشد لائقِ لوزینہ سیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟ — کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن — ہست سلطاں با حشم جویائے من
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے — (کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے

ق

اِینُت مالیخولیائے ناپذیر — اِینُت لافِ خام و دامِ گول گیر
عجب! ناقابلِ قبول پاگل پن ہے — عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ ایں باور کند اُو ابلہ است — مُرغکِ لاغر چہ درخوردِ شہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے — کمزور ذلیل پرند، بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترین[3] چُغد ار زند بر مغزِ اُو — مر وُرا یاری گری از شاہ کو
چھوٹے سے چھوٹا اُلو اگر اُس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مارے — اُس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

گفت باز ار یک پرِ من بشکنید — یا ز غم برگِ گُلے بر من زنید
باز نے کہا، اگر میرا ایک پَر (بھی) تم توڑ دو — یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

بیخِ چُغدستاں شہنشہ بر کَند — خانہا تاں جُملگی بر سر زند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کردے گا — تم سب کے گھونسلے اُجاڑ دے گا

چُغد خود چہ بُود اگر بازے مرا — دل برنجاند کند بر من جفا
اُلو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی) میرا — دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

شہ کُند تودہ بہر شیب و فراز — صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگادے — بازوں کے سَروں کے لاکھوں کھلیان

[1] سیری۔ پیٹ بھرا پن۔ طین۔ مٹی۔ دِبس۔ انگور کا شیرہ۔ خرس۔ ریچھ۔ لاف یعنی یہ اُس کی بکواس ہے کہ اُس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اُس کی کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سُلیماں سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بُردن۔ دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

[2] جنس۔ ہم جنس، مناسب۔ مُرغک حقیر پرند۔ لوزینہ۔ بادام کا حلوا۔ سیر۔ لہسن۔ اِینُت۔ زہے، عجب۔ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر۔ ناقابلِ قبول۔ لافِ خام۔ بے بنیاد شیخی۔ گول۔ بالضم و واوِ مجہول، احمق، ابلہ۔

[3] کمترین۔ اکثر مُنکروں نے بھی اِس طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت۔ انبیاء اور اولیاء کو ستانے پر بستیاں ویران کردی گئی ہیں۔ اگر باز۔ اولیاء کو ستانے سے عوام تو درکنار بڑے بڑے لوگ صاحبِ علم و ہنر برباد ہوئے ہیں۔ شیب۔ نشیب کا مخفف ہے، پست زمین۔

پاسبانِ[۱] من عنایاتِ وے ست
اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں
ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست
میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مُقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے
بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم
میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں بپرّاندمرا شہ در رَوِش
جب بادشاہ مجھے کسی رَوِش میں اُڑاتا ہے
یا بم اندر اَوجِ جاں خوش پرورش
میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پَرَم
میں چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں
پَردہائے آسماں را بر دَرَم
آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنیِ[۲] عقلہا از فکرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے
اِنفطارِ آسماں از فطرتم
آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازم و حیراں شود در من ہُما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے
چُغد کہ بُود تا بداند سرِّ ما
اُلّو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا
صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

یک دمم با چُغدہا دمساز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے اُلّوؤں کا ساتھی بنایا
از دمِ من چُغدہا را باز کرد
میرے دم بدم سے اُلّوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک[۳] چُغدے کہ در پروازِ من
وہ اُلّو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں
فہم کرد از نیک بختی رازِ من
نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ
گرچہ چُغد انید شہبازاں شوید
اگرچہ تم اُلّو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو
ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو
گر چو نے نالد نباشد بینوا
اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز و ساماں نہیں ہوتا

---

[۱] پاسبان۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مُقیم۔ جا گزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ یا بم۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔ می پرم۔ انبیاء کو معراجِ جسمانی اور اولیاء کو معراجِ روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔

[۲] روشنیِ عقلہا یعنی فرشتوں کو نور میری وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اِنفطار۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا اِنفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ ہما یعنی ملائکہ، افضلِ بشر، افضلِ ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔ یک دم۔ کفار، انبیاء کی صحبت سے اور محجوبین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔

[۳] خنک۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادتِ ازلی۔ رازِ من۔ یعنی حُسنِ عقیدت رکھے۔ آویزید۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید۔ انبیاء اور اولیاء کے اِتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ محبوب۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ ہر کہ۔ مقربین کا رونا عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔

مالکِ مُلکم[1] نیَم من طبل خوار
میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں
طبلِ بازم می زند شہ از کنار
کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے ارجعی
میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے
حق گواہِ من برغمِ مُدعی
مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے

من نیَم جنسِ شہنشہ دُور ازو
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اُس سے جدا ہوں
لیک دارم در تجلی نور ازو
لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیت ز روئے شکل و ذات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات ہی کی وجہ سے نہیں ہے
آب جنسِ خاک آمد در نبات
زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہو گیا

بادِ[2] جنسِ آتش آمد در قوام
بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہو گئی
طبع را جنس آمدست آخر مدام
شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما
ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے
مائے ما شد بہرِ مائے او فنا
ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہو گئی ہے

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد
جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا
پیش پائے اسپِ او گردم چو گرد
اُس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کی طرح ہو گیا

خاک شد جان و نشانیہائے او
ہماری جان خاک ہو گئی اور اُس کی نشانیاں
ہست بر خاکش نشانِ پائے او
اِس (جان) کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاکِ پایش شو برائے ایں نشاں
اِس نشان کے لئے اُسکے پاؤں کی خاک بن جا
تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا کہ نفریبد شمارا شکلِ من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے
نقلِ[3] من نوشید پیش از نقلِ من
میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا
قصدِ صورت کرد و بر اللہ زد
اُسنے صورت کو ستانے کا ارادہ کیا (اور) اللہ پر حملہ کیا

---

[1] مالکِ الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبلِ باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اُس کو واپس بلانے کیلئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔ کنار۔ کنارہ۔ اِرْجِعِی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبلِ باز ہے۔ رغمِ مدعی۔ مخالف کی ذلت۔ نیَم۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور وزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا اُنسے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اُسکے نور کی تجلی مجھ پر پڑ گئی ہے۔ جنسیت یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل و صورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بنجاتا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل و صورت جدا جدا ہے۔

[2] باد۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل و صورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اُس سے متعلق ہے اگر ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے، طبیعتِ انسانی اور شراب میں تعلق ہے۔ شراب پی کر طبیعت میں چستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اُس کیلئے فنا کر دیا ہے۔ خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں مِلا دیا اور اُس مٹی پر اُس کے نقشِ قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ عالیجاہ لوگ۔

[3] نُقل بضم۔ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقلِ مکانی، انتقال یعنی محض صورتِ ظاہری پر نظر کر کے تحقیر نہ کرنی چاہیئے اور استفادہ سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ بسا کس۔ کافر انبیاء کو صورتاً اپنا جیسا دیکھ کر دشمن بنتے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو دراصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔

آخر این جاں با بدن پیوستہ است ؎۱ — ہیچ ایں جاں با بدن مانستہ است

آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے — کہیں یہ جان، بدن سے مشابہ ہے؟

تابِ نورِ چشم با پیہ است جفت — نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت

آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے — دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گُردہ و غم در جگر — عقل چوں شمعے درونِ مغزِ سر

خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے) — عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

رائحہ در انف و منطق در لسان — لہو در نفس و شجاعت در جنان

خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے) — کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہا نہ بے کیف است و چوں — عقلہا در دانشِ چونی زبوں

کیا یہ تعلقات ناقابلِ بیان اور ناقابلِ مثال نہیں ہیں؟ — عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ کُل ؎۲ با جانِ جزو آسیب کرد — جاں ازو دُرّے ستد در جیب کرد

جانِ کل نے جانِ جزو پر اثر ڈالا — جانِ (جزو) نے اس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

ہمچو مریمؑ جاں ازاں آسیبِ جیب — حاملہ شد از مسیحِ دلفریب

(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے — حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر است — آں مسیحے کز مساحت برتر است

وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے — وہ مسیح جو ناپ تول سے بالا ہے

پس ز جانِ جاں ؎۳ چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حامل جہاں

تو جب جان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی — ایسی جان سے جہان پُر ہو جاتا ہے

پس جہاں زاید جہانِ دیگرے — ایں حشر را وا نماید محشرے

تو جہان دوسرا جہان جنم دیتا ہے — یہ گروہ (جہانِ دیگر) اس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم — من ز شرحِ ایں قیامت قاصرم

قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں — میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر — شرح گویم قاصر آیم اے پسر

قیامت تک اس قیامت کی اگر — میں شرح کروں، اے صاحبزادے! میں عاجز آ جاؤں

نور سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنیوالے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔ محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائینگے اسی طرح مستفیدین بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ تا قیامت۔ جبکہ

؎۱ آخر۔ جسم اور روح میں باہمی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین صورت کی عدمِ مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ تابِ نور۔ جب آنکھ کی چربی نورِ چشم کا مظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نورِ حق سے متجلی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صوری مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ جناں۔ دل۔ ان چیزوں میں صورتاً مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہائے۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

؎۲ جانِ کُل۔ ذاتِ حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کا بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب۔ اثر۔ ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حاملِ امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ مسیحے۔ حضرت مریمؑ تو ایک انسان مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں مومن کا قلب تجلیاتِ ربّ کا حامل ہو گیا۔ خشک و تر۔ بحر و بر۔ مساحت: ناپنا۔

؎۳ جانِ جاں۔ روح الارواح ذاتِ حق۔ حامل حق۔ شیخ کے قلبی

این[1] سخنها خود بمعنی یا ربے ست — حرفہا دامِ دمِ شیریں لبے ست

خود یہ باتیں یا رب کے معنی میں ہیں — (انکے) حرف خیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند — چونکہ لبیکش زیا رب می رسد

کوتاہی کیوں کرے، اور خاموش کیوں رہے؟ — جبکہ یا رب کی وجہ سے اسکے پاس لبیک کی آواز پہنچ رہی ہے

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید — لیک سر تا پائے بتوانی چشید

وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی — ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

یک مثل[2] آوردمت تا لے بری — وز چنیں لبیک پنہاں برخوری

میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے رسائی ہو جائے — اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

کلوخ انداختنِ تشنہ از سرِ دیوار در جوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈھیلے پھینکنا

بر لبِ جو بود دیوارے بلند — بر سرِ دیوار تشنہ دردمند

ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی — دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقیِ زار و نزار — عاشقِ مستِ غریبِ بے قرار

پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر — عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

مانعش از آب آں دیوار بود — از پئے آب او چو ماہی زار بود

وہ دیوار اس کے لئے پانی سے روک تھی — پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

شد حجابِ آب آں دیوارِ او — بر فلک می شد فغانِ زارِ او

اس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی — اس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی

ناگہاں انداخت او خشتے در آب — بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب

اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی — اس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

چوں خطاب[3] یار شیرین و لذیذ — مست کرد آں بانگِ آبش چوں نبیذ

دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی — اسکو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کر دیا

از صفائے بانگِ آب آں ممتحن — گشت خشت انداز و زانجا خشت کن

وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے — اینٹ پھینکنے والا اور اس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہو گیا

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا — فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا

پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے — میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

ملہ این سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں اُن کا وعظ و نصیحت کرنا ذکرِ الٰہی کے ہم معنی ہوتا ہے۔ یا رب۔ یعنی ذکرِ خداوندی۔ حرفہا ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یا رب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند جبکہ ذکر سے شرف ہمکلامی حاصل ہو تو کون بدنصیب ہوگا جو ذکر کرنے سے باز آئے گا۔ لبیک میں حاضر ہوں، یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ جواب شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے۔

ملہ یک مثل۔ ذکر کرنیوالے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے اُس کو اِس قصہ سے سمجھاتا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک ذوقی چیز ہے جو پیاسا نہ ہو وہ اُس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ مستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔

ملہ خطاب۔ یعنی ڈلا گرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں گرفتار۔ خشت افگن۔ اینٹ پھینکنے والا۔ بانگ۔ یعنی پانی نے زبانِ حال سے کہا۔

تشنہ گفت آبا[1] مرا دو فائدہ ست — من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست

پیاسے نے کہا، اے پانی میرے دو فائدے ہیں — میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب — کو بُوَد مر تشنگاں را چوں سحاب

پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سُننا ہے — جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگِ اُو چوں بانگِ اسرافیل شُد — مُردہ را زیں زندگی تحویل شُد

اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے — مُردے (کو) اُس سے زندگی حاصل ہوجاتی ہے

یا چو بانگِ رعد ایامِ بہار — باغ می یابد ازو چندیں نگار

یا موسمِ بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے — جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کرلیتا ہے

یا چو بر درویش[2] آوازِ زکات — یا چو بر محبوس پیغامِ نجات

یا (ایسی ہے) جیسے فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز — یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لیے رہائی کا پیغام

یا دمِ رحمٰن بُود کاں از یمن — می رسد سوئے محمدؐ بے دہن

یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر مُنہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدِ مرسل بُود — کاں بعاصی در شفاعت می رسد

یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی — جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بُوئے[3] یوسفِ خوب لطیف — می زند بر جانِ یعقوبِ[4] نحیف

یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح — جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیمِ روضۂ دارالسلام — سوئے عاصی می رسد بے انتقام

یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے — جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مِسِ سیہ از کیمیا — می رسد پیغام کائے ابلہ بیا

یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے — پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اسکی طرح ہے)

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام — یا فرستد ویس رامیں را پیام

یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے — یا ویس (معشوق) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں — بر کنم آیم سوئے ماءِ معیں

دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس میں سے — میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آجاتا ہوں

---

١ آبا۔ اے پانی۔ ندارم۔ نہ بردارم۔ سحاب۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے۔ اسرافیلؑ۔ حضرت اسرافیلؑ کے صور سے مُردے زندہ ہوجائیں گے۔ مُردہ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اُس کو ایک زندگی مل جاتی ہے۔ رعد گرج باغ بموسم بہار میں بادل کی گرج سے بشارت حاصل کرتا ہے۔

٢ درویش۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اُسمیں نشاط پیدا ہوجاتا ہے۔ دمِ رحمٰن۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے بے دہن۔ خدا کا کلام اور سانس دہن سے منزہ ہے۔ بوئے احمدؐ۔ شفاعت کے وقت آنحضورؐ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی۔

٣ بوئے یوسفؑ۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے کُرتے کی خوشبو بہت دُور سے محسوس کرلی تھی جو اُن کے نشاط کا سبب بنی۔ نحیف۔ کمزور، لاغر۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دارالسلام۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ بے انتقام یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو۔ از کیمیا۔ کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی۔ ویس۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں۔ فائدہ دیگر۔ اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہورہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے۔

کز کمیِ خشت دیوارِ بلند ۱ — پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند

اِسلئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے — جتنی مرتبہ اُکھڑتی ہے، زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

پستیِ دیوار قربے می شود — فصلِ اُو درمانِ وصلے می شود

دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے — اُس (اینٹ) کا جُدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی آمد کندنِ خشتِ لزب — مُوجبِ قربت کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

چپکی ہوئی اینٹ کا اکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا — (یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

تاکہ ایں دیوارِ عالی گردن ست — مانعِ ایں سر فرود آوردن ست

جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے — یہ سر جھکانے سے مانع ہے

سجدہ نتواں کرد بر آبِ ۲ حیات — تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات

آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا — جبتک کہ تو اِس مٹی کے جسم سے نجات نہ پائیگا

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر — زود تر اُو میکند خشت و مدر

جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہوگا — وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اکھاڑے گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب — اُو کلوخِ زفت بر کند از حجاب

جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوگا — وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اکھاڑیگا

اُو ز بانگِ آب پُر مے تا عُنُق — نشنود بیگانہ جز بانگِ بُلُق

وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پُر ہے — بیگانہ سوائے "گڑپ" کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

اے ۳ خنک آں را کہ اُو ایامِ پیش — مُغتنم دارد، گذارد وامِ خویش

اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو — غنیمت سمجھے، (اور) اپنا قرض ادا کر دے

اندراں ایام کِش قدرت بُود — صحت و زورِ دل و قوت بُود

اُس زمانے میں جبکہ اُس کو قدرت ہوتی ہے — صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر — می رساند بے دریغے بار و بر

اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح — بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

چشمہائے قوت و شہوت رواں — سبز می گردد زمینِ تن بداں

قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں — جسم کی زمین اُن سے سرسبز ہوتی ہے

خانہ معمور سقفش بس بُلند — معتدل ارکان بے تخلیط و بند

گھر آباد ہے، اُس کی چھت اونچی ہے — بغیر گڑبڑ اور رکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

۱ کز کمی پیاسے کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا وہ اینٹ کے اُکھڑنے سے کم ہو رہا تھا۔ فصلِ اُو۔ اینٹ کا اُکھڑنا پیاسے کے پانی سے وصل کو قریب کر رہا تھا۔ پستی آمد جس طرح سے دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا اِسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قربِ خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ لزب۔ چپکنے والا۔ تاکہ جب تک انسان تن پروری کریگا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔

۲ آبِ حیات۔ ذاتِ خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہوگا جب تنِ خاکی کی اینٹیں اُکھاڑ دوگے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہوگا وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کریگا۔ زفت۔ موٹا مضبوط۔ حجاب۔ پردہ۔ اُو۔ اس پیاسے کو پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہو رہا تھا۔ بیگانہ۔ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بُلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

۳ اے خنک جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ وام۔ قرض یعنی اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد مثمر ہوتے ہیں۔ سبز و تر و تازہ زمین میں تخم ریزی بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور آباد۔ ارکان۔ عناصر ستون۔

نورِ[۱] چشم و قوتِ ابداں بجا — قصر محکم خانہ روشن پُر صفا
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے — قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر — سر فرود آور بکن خشت و مدر
اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ — سر جھکالے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

پیش ازاں کایامِ پیری دررسد — گردنت بندد بحبلٍ من مسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے — تیری گردن مونج کی رسّی سے بندھ جائے

خاکِ شورہ گردد و ریزان و سست — ہرگز از شورہ نبات خوش نرُست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہوجائے — شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگی ہے

آبِ زور و آبِ شہوت منقطع — اوز خویش و دیگراں نا منتفع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہوجائے — وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اٹھاسکے

ابرواں چوں پارِ دُم[۲] زیر آمدہ — چشم را نم آمدہ تاری شدہ
ابروئیں دُمچی کی طرح لٹکی ہوئی — آنکھ میں موتیا اُترا ہوا، دھندلائی ہوئی

از تشنج رو چو پشتِ سوسمار — رفتہ نطق و طعم و دنداں ہا زکار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح — گویائی اور ذائقہ ختم، اور دانت بیکار

پشت دوتا گشتہ دل سست و تپاں — تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
کمر دوہری، دل سست اور لرزاں — جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سست — غم قوی و دل تنگ تن نادرست
راستہ پر، توشہ ندارد، سواری سُست — غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ — دل ز افغاں ہمچو نائی[۳] انباں شدہ
گھر تباہ، کام بے سہارا — دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

عمر ضائع سعی باطل راہ دور — نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز — نفس سُست، دل کالا، جان بے صبر

موئے بر سر ہمچو برف از بیمِ مرگ — جملہ اعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے — تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز — کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز
دن بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز — کارخانہ ویران، عمل ناکارہ

ف۱ نورِ چشم۔ جوانی میں حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ بکن خشت و مدر۔ یعنی بُرے اخلاق زائل کردے۔ گردنت بند۔ یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہوسکے گی۔ مسد۔ کھجور کے ریشے یا مونج کی رسّی۔ خاکِ شورہ۔ بڑھاپے میں عبادت اور ریاضت کے عمدہ ثمرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بارآور نہیں ہوتی ہے۔ آبِ زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اُسکی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ اوز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔

ف۲ پارِ دُم۔ دُمچی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آجاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیا بند ہوجاتا ہے اور آنکھوں میں دُھند پیدا ہوجاتی ہے۔ تشنج۔ اینٹھن۔ پٹھے سُکڑتے ہیں تو کھال میں جھریاں اور سلوٹیں پڑجاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دوتا۔ دوہرا۔ ریسماں۔ دھاگا، رسّی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنگ۔ تنگ، پریشان۔

ف۳ نائی انباں۔ مشک والی بین۔ مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اسمیں ہوا بھر دی جاتی ہے جس سے بین بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف یعنی سفید۔ لاشہ۔ کمزور حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔

بیخہائے[۱] خوئے بد محکم شدہ ‏— قوت برکندن آں کم شدہ

بُری عادتوں کی جڑ مضبوط — اُس کے اُکھاڑنے کی طاقت کم

فرمودنِ والی شخص راکہ خاربُن کہ نشاندۂ از سرِ راہِ مردماں برکن و عذر آوردنِ او

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تونے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اُکھاڑ دے اور اُس کا عُذر کرنا

ہمچو آں شخصِ درشتِ خوش سخن — درمیانِ رہ نشاند او خاربُن

اُس باتونی، سنگدل، انسان کی طرح — جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذریانش ملامت گر شدند — پس بگفتندش بکن آنرا نکند

راستہ چلنے والے اُس کو ملامت کرتے — اس نے کہا، اُس کو اکھاڑ، اُس نے نہ اکھاڑا

ہر دمے آں خاربُن افزوں شدے — پائے خلق از زخمِ آں پُرخوں شدے

ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا — لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے ز خار — پائے درویشاں بخستے زار زار

کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے — غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث — یافت آگاہی ز فعلِ آں خبیث

جب حاکم کو اِس بات کی خبر ہوئی — اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجد[۲] حاکم بدو گفت ایں بکن — گفت آرے برکنم روزیش من

جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اُسکو اکھاڑ دے — بولا، ہاں کسی دن میں اُسکو اکھاڑ دونگا

مدتے فردا و فردا وعدہ داد — شد درختِ خارِ او محکم نہاد

ایک زمانہ تک کل، اور کل کا وعدہ کرتا رہا — وہ خاردار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ — پیش آدر کارِ ما واپس مغژ

ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف! — ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت الایام[۳] یا عم بیننا — گفت عجّل لا تماطل دیننا

بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی — اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارا قرض میں ٹال مٹول نہ کر

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں — کہ بہر روزے کہ می آید زماں

تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے — کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

---

۵۱ بیخہائے بد۔ بڑھاپے میں بُری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور اُن کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ فرمودن۔ اِس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خاربن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ فعل یعنی راستہ میں کانٹے بونا۔

۵۲ بجد۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔ نہاد۔ جڑ، بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ مغژیدن سے نہی کا صیغہ ہے، گھٹنوں کے بل نہ چل۔

۵۳ الایام۔ دن۔ زمانہ۔ باعد۔ دُوری پیدا کر دی ہے بیننا۔ ہمارے درمیان عجّل۔ تو جلدی کر۔ لا تماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دونگا۔

آں درختِ بد جواں تر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے

ویں کَنندہ پیر و مُضطر می شود
اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

خارِ بُن در قُوّت و بَرخاستن ۱
خاردار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے

خارکَن در سُستی و در کاستن
کانٹے اُکھاڑنے والا سُستی اور گھٹاؤ میں ہے

خارِ بُن ہر روز و ہر دم سبز و تَر
خاردار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے

خارکَن ہر روز زار و خشک تَر
کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

اُو جواں تر می شود تو پیر تَر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا

زود باش و روزگارِ خود مبر
جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

خارِ بُن داں ہر یکے خوئے بدت
اپنی ہر بُری عادت کو خاردار درخت سمجھ

بارہا در پائے خار آخر زدت
بار ہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بارہا بر فعلِ خود نادم شدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے

بر سَرِ راہِ تحیُّر آمدی
تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

بارہا از خوئے ۲ خود خستہ شدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے

حس نداری سخت بے حس آمدی
تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

گر ز خستہ کردنِ دیگر کساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے

کہ ز خُلقِ زشتِ تو ہست آں رساں
جو کہ تیرے بُرے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

غافلی بارے ز زخمِ خود نہٗ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو غافل نہیں ہے

ق **تو عذابِ خویش و بر بیگانہٗ**
تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

یا تبر گیر و بہ بُن مردانہ زن؟
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار

تو علیؓ وار ایں درِ خیبر بکن
تو علیؓ کی طرح خیبر کے اس دروازہ کو اکھاڑ دے

ورنہ ۳ چوں صدیق و فاروقِ مہیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح

ہیں طریقِ دیگراں را برگزیں
خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

یا بگلبن وصل کُن ایں خار را
یا اس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے

وصل کُن با نار نورِ یار را
آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

تا کہ نورِ اُو کُشد نارِ ترا
تا کہ اس کا نور تیری آگ کو بجھا دے

وصلِ اُو گلشن کُند خارِ ترا
اس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

---

۱ برخاستن۔ اٹھنا اونچا ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔ تر۔ پہلے مصرع میں بمعنی تر و تازہ اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خارِ بُن داں یعنی خاردار درخت اپنی بُری عادت کو سمجھ۔ بارہا۔ بُری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تحیّر۔ حیران ہونا۔

۲ خوئے۔ یعنی بدعادت۔ خُلقِ زشت۔ بُرے اخلاق۔ غافلی۔ غافل ہستی۔ نہٗ۔ نہ ہستی۔ بر بیگانہٗ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا۔ یعنی اخلاقِ ردیہ خود اپنے مجاہدات سے دور کرے۔ علیؓ وار حضرت علیؓ کی طرح حضرت علیؓ کا مسلک مسلکِ ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کئے جاتے ہیں۔ خیبر۔ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اُٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھ سکا۔

۳ ورنہ حضرات شیخین کا مسلک مسلکِ نبوت تھا جس میں متوجہ بمخلوق للحق رہتے ہیں۔ یا بگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں رہو۔ نار۔ یعنی مرید کے اخلاقِ ذمیمہ۔

تو مثالِ[1] دوزخی اُو مومن ست — کُشتنِ آتش بمومن ممکن ست

تو دوزخ جیسا ہے، وہ مومن ہے — مومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰ ص فرمود از گفتِ جحیم — کو بمومن لابہ گر گردد ز بیم

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے — کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

گویدش بگذر ز من اے شاہ زود — ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود

اس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا — دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی

پس ہلاکِ نار نورِ مومن ست — زانکہ بے ضد دفعِ ضد لا یمکن ست

تو مومن کا نور، آگ کی تباہی ہے — کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضدِ نور باشد روزِ عدل — کاں ز قہر انگیختہ شد ویں ز فضل

انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہوگی — اس لئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہے اور یہ مہربانی سے

گر ہمی خواہی تو دفعِ شرِ[2] نار — آبِ رحمت بر دلِ آتش گمار

اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے — تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن ست — آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست

اس آبِ رحمت کا چشمہ مومن ہے — محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزان ست نفسِ تو از او — زانکہ تو از آتشی اُو ز آبِ جو

تیرا نفس اس سے بہت بھاگتا ہے — اسلئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

ز آب آتش زاں گریزاں می شود — کآتشش از آب ویراں می شود

آگ، پانی سے اس لئے بچتی ہے — کہ اس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

حسِ[3] و فکرِ تو ہمہ از آتش ست — حسِ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست

تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے — شیخ کا حس اور اس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آبِ نورِ او چو بر آتش چکد — چکچک از آتش بر آید بر جہد

اس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے — آگ سے بھڑ بھڑ کی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہو جاتی ہے

چوں کند چکچک تو گویش مرگ و درد — تا شود ایں دوزخِ نفسِ تو سرد

جب وہ بھڑ بھڑ کرے تو اس سے کہہ (تجھے) موت اور درد (نصیب ہو) — تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

تا نسوزد اُو گلستانِ ترا — پست نکند عدل و احسانِ ترا

تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے — تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

---

۱ تو مثالِ دوزخی۔ پہلے شعر میں کہا تھا نور نار کو بجھا دیتا ہے اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ بمومن۔ نوری ہوتا ہے۔ جحیم۔ دوزخ۔ کو۔ یعنی دوزخ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بیم خوف۔ بے ضد۔ جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے وہ ایک دوسری کو ختم کر دیتی ہیں نار اور نور ایک دوسری کی ضد ہیں۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۲ شرِ نار۔ اخلاقِ رذیلہ کے اثرات۔ آبِ رحمت۔ یعنی شیخ کی صحبت۔ مومن۔ یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ برے بھلوں کی صحبت سے اسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ ز آب۔ شیخ ترکِ لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔

۳ حسِ و فکر۔ عوام کے احساسات اور افکار اخلاقِ رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آبِ نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مرید خود اس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ چوں کند۔ اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔ تا نسوزد۔

بے اعمال صالحہ اچھے اعمال بھی تباہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسا آگ لکڑی کو

یک شرر[1] از وے ہزاراں گلستاں
اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں

از یکے نے نام بینی نے نشاں
کر تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا

بعد ازاں چیزے کہ کاری بَر دہد
اُس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا

لالہ و نسرین و سیسن بَر دہد
لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا

باز پہنا می رَوِیم از راہِ راست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں

باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
اے جناب! واپس لوٹیئے ہمارا راستہ کدھر ہے

اندریں تقریر بودیم اے خشُور
ہم یہ کہہ رہے تھے۔ اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے!

کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور
کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دُور ہے

بارِ تو باشد گراں در راہ چاہ
تیرا بوجھ بھاری ہوگا، راستے میں کنواں ہے

کج مرو رَو راست اندر شاہ راہ
ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل

سال شصت آمد کہ در شست[2] کشد
ساٹھ سال ہو گئے۔ تاکہ تجھے کانٹے میں بیندھ لیں

راہ دریا گیر تا یابی رَشَد
دریا میں) کا راستہ اختیار کر تاکہ تو ہدایت حاصل کرے

آنکہ عاقل بود در دریا رسید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہہ) میں پہنچی

شُد خلاص از دام و از آتش رہید
جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھُٹ گئی

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت
چونکہ بے وقت ہوگیا، اور وہ موقع نکل گیا

مُردہ گرد و رَو سوئے دریا ز دشت
مُردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

وَرنہ در تابہ شوی بریاں بسے
ورنہ تو توے پر خوب بھُنے گا

ایں چنیں بر خود کند ہر گز کسے
ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

حالِ آں سہ ماہی و آں جوئبار
اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ

گفتہ شُد اینجا برائے اعتبار
یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

فَانْتَبِہْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ
پس بیدار ہوجا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہوجا

وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ثُمَّ اجْھَدْ تُصِبْ
اللہ سے مدد چاہ پھر کوشش کر، پالے گا

سال[3] بے گہ گشت و وقتِ کشت نے
سال بے وقت ہوگیا بونے کا وقت نہیں ہے

جُز سیہ رُوئی و فعلِ زشت نے
سوائے کالا مُنہ ہونے کے اور بُرے کام کے کچھ نہیں ہے

کرم[4] در بیخِ درختِ تن فتاد
جسم کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے

بایدش بر کند و بر آتش نہاد
اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہیئے

[1] یک شرر۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ اُن سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں۔ نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسترین۔ سیوتی۔ سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو پودینا اور نعناع کی سی ہوتی ہے۔ پہنا۔ چوڑا یعنی راستہ۔ از راہِ راست۔ اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دئیے تھے اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ خشور۔ ٹوٹا اٹھانے والا۔ شاہ راہ۔ صراطِ مستقیم۔

[2] شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں ایک عاقل، ایک نیم عاقل، ایک بیوقوف، شکاری جال لیکر آیا عقلمند تو فوراً دریا کی تہہ میں چلی گئی اور نجات پاگئی بقیہ دو پھنس گئیں جو نیم عاقل تھی اُسنے کچھ عقل سے کام لیا اپنے آپ کو مُردہ بنالیا شکاری نے اُس کو مُردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں بھی اچھل کود کی۔ شکاری نے اُس کے کباب بنائے، تو ساٹھ سال کی عمر ایک جال ہے اُس سے بچنے کی صورت ایک تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اس عمر میں بھی کچھ نجات کی تدبیر کی جائے ورنہ پھر آگ میں بھننا پڑیگا۔

[3] سال۔ ساٹھ سال تک بھی نیکی نہ کی ہو تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔ [4] کرم یعنی بُرے افعال کے جراثیم۔

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد | آفتابِ عمر سوئے چاہ[1] شد
خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہوگیا ہے | زندگی کا سورج کنوئیں کی جانب (روانہ) ہوگیا ہے

ایں دو روزک را[2] کہ زورت ہست زود | پیر افشانی[3] بکن از راہِ جود
اِن دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے، جلد | ازراہ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کرلے

ایں قدر تخمیکہ ماندستت بکار | تا در آخر بینیِ آں را برگ و بار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بو دے | تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماندستت بباز | تا بروید زیں دو دم عمرِ دراز
جس قدر تیری عمر رہی ہے اُس کو بازی پر لگادے | تاکہ اِن دو سانسوں سے بڑی عمر اُگ آئے

تا نمردست ایں چراغ باگہر | ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زودتر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے | خبردار بہت جلد اس کے لئے بتی اور تیل مہیا کرلے

آفتِ تاخیرِ خیرات بفردا
اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا[4] کہ فرداہا گذشت | تا بکلی نگذرد ایامِ کشت
خبردار کل "نہ کہہ" کیونکہ بہت سے کل گزر گئے | کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گذر جائے

پند می بشنو کہ تن بندِ قویست | کہنہ بیروں کن گرت میلِ نویست
میری نصیحت سُن لے کہ جسم مضبوط قید ہے | پُرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کفِ پُر زر برگشا | بخلِ تن بگذار پیش آور سخا
ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مُٹھی کھول دے | جسم کا بُخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست | ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا، سخاوت ہے | جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ اُبھرا

ایں سخا شاخست از سروِ بہشت | وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
یہ سخاوت جنت کے سرو کی شاخ ہے | اُس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عروۃ الوثقٰی[5] ست ایں ترکِ ہوا | برکشد ایں شاخ جاں را بر سما
خواہش نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے | جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تا برد شاخِ سخا اے خوب کیش | مر ترا بالا کشاں تا اصلِ خویش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ | تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

[1] چاہ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دو روزک۔ یعنی بڑھاپے کی چند روزہ زندگی۔ پیر افشانی۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ شعر

عمر ۔۔۔ زرت ۔۔۔ (vertical verse, partly illegible)

بکار۔ بو دے، کاشتن سے امر کا صیغہ ہے۔ آخر۔ آخرت۔ بباز۔ باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمر دراز۔ جاودانی عمر۔ چراغ یعنی چراغِ زندگی۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔

[2] مگو فردا یعنی کارِ امروز را بفردا مگذار۔ ایامِ کشت یعنی عمل کا وقت۔ تن۔ روح کے اعمال کے لیے جسم مانع ہے۔ لب بربند یعنی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ برگشا۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخلِ تن یعنی جسمانی ریاضت سے بچنا تھا یعنی بدن کی سخاوت یہ ہے کہ جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔ ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اسکو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اسکو بہشت داخل نہیں کر لیتی ہے۔

[3] عروۃ۔ دست آویز، دستہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جا سکے۔

الوثقٰی یعنی مضبوط ۔۔۔ تھامنا ۔۔۔ خوب کیش۔ اچھی عادت والا۔ اصل یعنی جنت۔

یوسف[1] حسنی و ایں عالم چو چاہ
تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہاں کنواں جیسا ہے
ویں رسن صبر ست بر امرِ اٰلہ
اور یہ رسّی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسفا آمد رسن در زن دو دست
اے یوسف! رسّی آگئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے
از رسن غافل مشو بیگہ شد ست
رسّی سے غافل نہ ہو، بے وقت ہو گیا ہے

حمد للہ کایں رسن آویختند
الحمد للہ کہ یہ رسّی لٹکا دی ہے
فضل و رحمت را بہم آمیختند
فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

در رسن زن دست بیروں رو ز چاہ
رسّی پکڑ لے، کنویں سے نکل آ
تا بہ بینی بارگاہِ بادشاہ
تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

تا بہ بینی عالمِ جانِ جدید
تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے
عالمے بس آشکار و ناپدید
وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ
معدوم جہان، موجودات کی طرح ہو گیا ہے
واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ
وہ موجودہ جہان بہت پوشیدہ ہو گیا ہے

خاک[2] بر باد ست و بازی می کند
ہوا پر گرد ہے، اور وہ ناچ رہی ہے
کژ نمائی پردہ سازی می کند
غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے

خاک ہمچوں آلتے در دستِ باد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے
باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

چشمِ خاکی را بخاک افتد نظر
مٹی کی آنکھ کی گرد پر نظر پڑتی ہے
باد بیں چشمے بود نوعِ دگر
ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

اینکہ[3] بر کار ست بیکار ست و پوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے
وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے

اسپ داند اسپ را کو ہست یار
گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے
ہم سوارے داند احوالِ سوار
سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے

چشمِ حس اسپ ست و نورِ حق سوار
ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے۔
بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد
تو گھوڑے کو بری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا
ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد
ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا

[1] یوسف۔ حضرت یوسف کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا۔ اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ حمد للہ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ و استغفار ہے۔ بارگاہ۔ توبہ و استغفار کے ذریعہ خدا کے مقربوں میں ہو جاؤ گے۔ عالمِ جاں۔ عالمِ ارواح۔ ایں جہاں۔ یعنی عالمِ شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں۔ عالمِ ارواح جو دائمی ہے۔

[2] خاک بر باد۔ جب بگولا اٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے مخفی رہتی ہے انسان اس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے۔ خاک۔ عالمِ شہود میں بھی در اصل عالمِ غیب کام کر رہا ہے۔ باد را داں۔ اصل عالمِ غیب کو سمجھو۔ چشمِ خاکی۔ حواسِ ظاہر عالمِ شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوعِ دگر۔ اہل اللہ کی آنکھ عالمِ غیب کو دیکھتی ہے۔

[3] اینکہ۔ عالمِ شہادت کی جو موجودات معروفِ عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں اصل محرک عالمِ غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند۔ ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے حسّی نظر تو عالمِ شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالمِ شہود کی چیزوں کو ہی جان سکتی ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے اسکے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر[1] بُود
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے

چشمِ اُو بے چشمِ شہ مُضطر بُود
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر مضطر ہے

چشمِ اسپاں جز گیاہ و جُز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا

ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟!

نورِ حق بر نورِ حِس راکب شود
حِسّی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے

وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے!

شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہیے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حِسّے رَو کہ نورش راکب ست
اُس حِس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے

حِس را آں نور نیکو صاحب ست
حِس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حِس را نورِ حق تزئیں بُود
حِسّی نور کے لئے اللہ کا نور باعثِ زینت ہے

معنیِ نُورٌ عَلٰی نُور ایں بُود
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ[2] حِسّی می کشد سوئے ثریٰ
حِسّی نور پستی کی طرف کھینچتا ہے

نورِ حقش می بَرد سوئے عُلیٰ
اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں تر عالمے ست
کیونکہ (عالمِ) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے

نورِ حق دریا و حِس چوں شبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حِس شبنم کی طرح ہے

لیک پیدا نیست آں راکب[3] برو
لیکن وہ سوار (نورِ حق)، اُس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے

جز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفت گو کے

نورِ حِسّی کو غلیظ ست و گراں
حِسّی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے

ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حِس نمی بینی بہ چشم
جبکہ حِسّی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے

چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

نورِ حِس با آں غلیظی مختفی ست
حِسّی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے

چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

[1] رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے چشمِ اسپاں۔ گھوڑے کے مدِّنظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے۔ اسی طرح حِسّی آنکھ کے پیشِ نظر صرف لذائذِ دنیوی ہیں۔ نورِ حق جب نورِ بصر پر نورِ حق سوار ہوتا ہے تب اسکو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ چہ داند۔ نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حِس۔ نورِ بصارت کی زیب و زینت نورِ بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نور" سے یہی مراد ہے۔

[2] نورِ حِسّی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نورِ بصیرت انسان کو ملاءِ اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حِسّی انسان کو دنیا کی طرف اسلئے لے جاتا ہے کیونکہ اسکے جملہ محسوسات عالمِ اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نورِ چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

[3] راکب۔ یعنی نورِ حق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہوجاتا ہے اُن کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادّی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے

کیسے نظر آسکتا ہے۔ مختفی۔ خفی، پوشیدہ۔ صفی۔ منتخب، صاف شفاف۔

این جہاں[1] چوں خس بدستِ بادِ غیب
یہ جہان غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے

عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اس لیے (عالمِ) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا

گہ درستش می کند گاہے شکست
کبھی اس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اس کو دائیں جانب لیجاتی ہے، کبھی بائیں جانب

گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اس کو سمندر میں لیجاتی ہے، کبھی خشکی میں

گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دستِ پنہان و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ

اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پراں بین و ناپیدا کماں
تیر کو اڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے

جانہا پیدا و پنہاں جانِ جاں
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی[2] ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے

نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست
اٹکل پچو نہیں ہے، واقفیت کے نشانہ سے ہے

ما رمیت اذ رمیت گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تونے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

کارِ حق بر کارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ

چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا

تیرِ خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ پیدا[3] عاجز و بستہ زبوں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے

وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟

گوئے چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بلّے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

می درد می دوزد ایں خیاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟

می دمد می سوزد ایں نفاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

---

[1] ایں جہاں - عالمِ شہادت۔ بادِ غیب - عالمِ غیب۔ عاجزی - یعنی عالمِ شہادت اسی تصرف کو قبول کر لیتا ہے جو عالمِ غیب اس میں کام کرتا ہے۔ گہ - عالمِ غیب، عالمِ شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ دستِ پنہاں - کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنے والا ہے۔ جانِ جاں - ذاتِ حق۔

[2] تیرِ شہی - قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں لامحالہ ان میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ما رمیت - جنگِ بدر میں آنحضور ﷺ نے ایک مشتی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد و غبار کی طرح ان کی آنکھوں کو متاثر کیا اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق - مصرعِ اول کی توجیہ۔ خشمِ خود - اگر کوئی تیر آ کر لگے تو اس کو قضا و قدر سے سمجھ اس پر غم و غصہ نہ کر غصہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ - انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

[3] آنچہ پیدا - عالمِ شہادت مجبورِ محض ہے قضا و قدر کے سامنے بے بس ہے۔ ما شکاریم - قضا و قدر کے پھندے میں ہم مرغِ اسیر ہیں ہمارے کام (چوگان) قدر کے تابع ہیں۔ می درد - جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ

۱ ساعتے کافر کُند صدّیق را — ساعتے زاہد کُند زِندیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بنا تا ہے — کبھی بے دین کو زاہد بنا تا ہے

زانکہ مُخلِص در خطر باشد مُدام — تا ز خود خالِص نگردد اُو تمام
(اپنے آپ کو) خالص بنانیوالا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے — جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

زانکہ در راہست و رَہزن بیحد ست — اُو رہد کو در امانِ ایزدست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں — نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت اُو مُخلِص ست — مُرغ را نگرفتہ است اُو مُقتنص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کر رہا ہے — پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

۲ چونکہ مُخلِص گشت مُخلَص باز رَست — در مقامِ امن رفت و بُرد دست
جب صاف کرنے والا مصفیٰ ہو گیا، نجات پا گیا — امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شُد — ہیچ نانِ گندمی خرمَن نہ شُد
کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے — کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شُد — ہیچ میوہ پُختہ باکورہ نہ شُد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے — کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے

پُختہ گرد و از تغیّر دُور شو — رَو چو بُرہانِ ۳ مُحقّق نور شو
پختہ بن جا اور تغیّر سے دُور ہو جا — جا بُرہان (الدین) مُحقّق کی طرح نور بن جا

چوں ز خود رَستی ہمہ بُرہاں شُدی — چونکہ گفتی بندہ ام سُلطاں شُدی
جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسّم برہان الدین ہو گیا — جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں، بادشاہ بن گیا

ور عیاں خواہی صلاح الدّین نمُود — دیدہا را کرد بینا و کشود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدینؒ نے دکھا دیا ہے — آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے اُو — دیدہ ہر چشمے کہ دارد نورِ ہُو
فقر کو اُن کی آنکھوں اور پیشانی سے — ہر اُس آنکھ نے دیکھ لیا ہے، جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعّال ست بے آلت چو حق — با مُریداں دادہ بے گفتے سبق
پیر اللہ (تعالےٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرّف کرنیوالا ہے — بغیر بولے مُریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

۱ ساعتے ۔ انسان کا دل قبضۂ قدرت میں ہے ایک آن میں الٹ پلٹ دیتا ہے۔ صدّیق ۔ صدیقیت کا مرتبہ نبوّت سے کم اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق ۔ بیدین، کافر۔ مُخلِص ۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ ۔ سالک کو راہِ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔

۲ چونکہ ۔ سالک مراتب طے کرنے کے بعد مقامِ امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور پھر نقصان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے اَلْفَانِیْ لَایُرَدُّ ۔ یعنی سالک مقامِ فنا میں پہنچکر پھر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن ۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ ۔ درخت کا جو سب سے پہلا پھل اُترے یہاں کچا پھل مراد ہے۔

۳ بُرہان ۔ مولانا رومؒ شروع میں مولانا بُرہان الدینؒ مُحقّق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ بُرہان یعنی مجسّم بُرہان الدین ثانی بن جاؤ گے۔ بندہ ۔ کامل عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہوتی ہے۔ صلاح الدینؒ ۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا اُنکی تعظیم بہت کرتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فقر ۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ ۔ پیر باطنی طور پر تصرّف کرتا ہے۔

دلِ بدستِ اُو چو مومِ نرم رام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے
مُہر[1] اُو گہ ننگ سازد گاہ نام
اُس کی مہر کبھی ذلت کی مُہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

مُہرِ مُومش حاکیِ انگشتری ست
اُس کے مُوم کی مُہر انگوٹھی کا نقش ہے
باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست
پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

حاکیِ اندیشۂ آں زرگر ست
(وہ نقش) سُنار کے خیال کا عکس ہے
سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگر ست
ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جُڑا ہوا) ہے

ایں[2] صدا در کوہِ دلہا بانگِ کیست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟
گہ پُرست از بانگ گہ اے تہی ست
پہاڑ کبھی آواز سے پُر ہیں کبھی خالی ہیں

ہر کجا ہست او حکیم ست اوستاد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے
بانگِ اُو زیں کوہِ دل خالی مباد
خدا کرے اُسکی آواز اِس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کُہ کآواز مثنیٰ می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دوگنا کر دیتے ہیں
ہست کُہ کآواز صدتا می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سَو گنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال
پہاڑ اُس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے
صد ہزاراں چشمۂ آبِ زلال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے

چوں ز کُہ آں لُطف بیروں می شود
جب پہاڑ سے وہ لُطف نکل جاتا ہے
آبہا در چشمہا خوں می شود
چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

زاں شہنشاہِ[3] ہمایوں نعل بود
یہ اُس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا
کہ سراسر طورِ سینا لعل بود
کہ طورِ سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ
پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی
ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے ز جاں یک چشمہ جوشاں میشود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے
نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صدائے بانگِ مُشتاقی درو
نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے
نے صفائے جُرعۂ ساقی درو
نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

مُشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

[1] مُہر آو۔ شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعثِ ننگ ہوتی ہے کبھی بسط کی کیفیت جو مُوجبِ نام ہوتی ہے۔ مُہر۔ مُرید کے دل پر پیر کا نقش ابھرتا ہے پیر کے دل پر نقشِ خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشۂ زرگر۔ یعنی ارادہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مُرید ہوتے چلے جائیں گے اُن کی یہی صورت ہو گی۔

[2] ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوشِ خداوندی ہیں اُن کی وضاحت ہے۔ ہر کجا۔ یہ شیوخ کیلئے دعا ہے۔ کآواز۔ کہ آواز۔ مثنیٰ۔ دوہرا۔ صدتا۔ سَو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مُرید کے دل میں اسرار و حِکَم کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بیروں۔ فیوضِ باطنیہ کے بند ہو جانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔

[3] شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرت موسیٰؑ۔ طورِ سینا۔ ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شرفِ ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اُس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ۔ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے ز جاں۔ پہاڑ تو فیوض قبول کر لے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے دل اور اعضاء پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

کو حمیت تا ز تیشہ وز کلند [1]
غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے
این چنین کُہ را بکلی بر کنند
ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بو کہ بر اجزائے او تابد مہے
ہو سکتا ہے کہ اس کے اجزا پر چاند چمک جائے
بو کہ در وے تاب خور یابد رہے
ہو سکتا ہے کہ اس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

چوں قیامت کوہہا را بر کند
جب قیامت پہاڑوں کو اکھاڑ دے گی
پس قیامت ایں کرم را کے کند
پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست
یہ قیامت اس قیامت سے کب کم ہے؟
آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست
وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دید آں مرہم [2] از زخم ایمن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا، زخم سے مطمئن ہے
ہر بدے کایں حسن دید او محسن ست
جس برے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف
اے مخاطب! وہ بدصورت قابلِ مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا
وائے گلروئیکہ جفتش شد خریف
افسوس ہے اس خوبصورت پر جس کا ساتھی موسمِ خریف بنا

نانِ مردہ چوں حریفِ جاں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے
زندہ گردد نان عینِ آں شود
روٹی زندہ ہو جاتی ہے بعینہ وہ وہی ہو جاتی ہے

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا
تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریکی ختم ہو گئی اور مجسم نور بن گیا

در نمکسار ار خرِ مردہ فتاد
نمک کی کان میں اگر مردہ گدھا گرا
آں خری و مردگی یکسو نہاد
اس نے گدھاپن اور مرداپن کو علیحدہ کر دیا

صبغۃ اللہ [3] ہست رنگِ خم ہو
اللہ کے مٹکے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے
پیسہا یکرنگ گردد اندرو
اس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

چوں دراں خم افتد و گوئیش قم
جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اسے کہے کھڑا ہو جا
از طرب گوید منم خم لا تلم
مستی سے وہ کہیگا میں مٹکا ہوں ملامت نہ کر

آں منم خم خود انا الحق گفتن ست
اس کا میں خود مٹکا ہوں "انا الحق" کہنا ہے
رنگِ آتش دارد الا آہن ست
آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

[1] کلند۔ پھاوڑا۔ کُہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ بوکہ۔ بُوَد کہ۔ مہے۔ یعنی نورِ معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ تابِ خور۔ یعنی نورِ معرفت کا اعلیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اکھڑ جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔ ایں قیامت یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کوہِ جسم کو اکھاڑنا مطلب یہ کہ مجاہدہ کے ذریعہ سے اِس قیامت کے زخموں کو مندمل کیا جاسکتا ہے۔

[2] مرہم۔ یعنی مقامِ فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر بدے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو اگر وہ مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کریگا تو اس کو مقامِ احسان حاصل ہو جائیگا۔ زشتے۔ یعنی برے اعمال والا۔ خوب۔ یعنی جمالِ روحانی۔ حریف۔ شریکِ پیشہ، ساتھی۔ جفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسمِ خزاں۔ نانِ مردہ چند مثالوں سے برے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کے برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

[3] صبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہو۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ پیس۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قم۔ اٹھ کھڑا ہو۔ لا تلم۔ ملامت نہ کر۔ یعنی مقامِ فنا پر فائز ہو جانیوالا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ منم خم۔ مقامِ فنا میں پہنچکر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خم کہدیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی وہ مقامِ فنا میں پہنچکر انا الحق کہہ گزرے تھے۔

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش[1] ست — ز آتشی می لافد و خامُش وَش ست

لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا — آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِّ کاں — پس انا النّار ست لافش بے زباں

جب وہ لوہا سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا — تو "میں آگ ہوں" اس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد ز رنگ و طبعِ آتش محتشم — گوید او من آتشم من آتشم

وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا — تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشم من گر ترا شک ست و ظن — آزموں کُن دست را بر من بزن

میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور (بد) گمانی ہے — آزما لے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شُد مشتبہ — روئے خود بر روئے من یکدم بنہ

میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھدے

آدمی[2] چوں نور گیرد از خدا — ہست مسجودِ ملائک ز اجتبا

انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے — وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بنجاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کو چوں مَلَک — رَستہ باشد جانش از طغیان و شک

نیز اُس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح — جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لَب بہ بند — ریشِ تشبیہِ مشبّہ بر مخند

کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ — مشبّہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اُڑا

پائے در دریا منہ کم گو ازاں — بر لَبِ دریا خمش کُن لَب گزاں

دریا میں قدم نہ رکھ اُس کی بات نہ کر — ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر — لیک[3] می نہ شکیبم از غرقابِ بحر

اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں — لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

جان و عقلِ من فدائے بحر باد — خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد

دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو — عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کیا

تا کہ پایم می رَوَد رانم درُو — چوں نماند پا چو بطّانم درُو

جب تک میرے پیر چلتے ہیں اُنکو اُسمیں چلاتا رہوں گا — جب پیر کام نہ دینگے تو میں اُس میں بطخ کی طرح ہوں

---

[1] رنگِ آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے بے زبان۔ لوہا سُرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اور مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم۔ شاندار، بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مدعی ہو جاتے ہیں۔

[2] آدمی۔ انسان میں جب اخلاقِ خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اُس میں مسجود ہونے کی صفتِ خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ مسجود بنجاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذاتِ حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی جو محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبّہ کا مسلک ہے اسلئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبّہ کا شبہ نہ پیدا ہو جائے۔ پائے در دریا۔ ذات و صفات کی بحثیں ناپیدا کنار سمندر ہیں اُن میں نہ گھسنا چاہئے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔

[3] لیک۔ فرماتے ہیں بیشک نازک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات و ذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ بحر یعنی ذات و صفاتِ خداوندی۔ خونبہا۔ جبکہ مجھے جان و عقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اُس کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف چاہے بہائے جائے۔

بے ادب[1] حاضر ز غائب خوشتر ست — حلقہ گرچہ کژ بود نے بر در ست
حاضر اناڑی، غائب سے بہتر ہے — حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا) در پر نہیں ہے؟

اے تنِ آلودہ بگردِ حوض گرد — پاک کے گردد برونِ حوض مَرد
اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا — انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور او فتاد — او ز طُہرِ خویش ہم دور او فتاد
وہ پاک جو حوض سے دُور ہو گیا ہے — وہ اپنی پاکی سے بھی دُور ہو گیا ہے

پاکیِ ایں حوض بے پایاں بُوَد — پاکیِ اَجسام کم میزاں بُود
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے — (عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں — سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر — یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکیِ محدودِ تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرچ کم گردد عَدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے — ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مثل[2] خواندنِ آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی، ناپاکوں کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب — گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا — گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود — بے من ایں آلودہ زائل کے شود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہوگی؟ — میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

ز آب ہر آلودہ کو پنہاں شود — اَلْحَیَاءُ[3] یَمْنَعُ الْاِیْمَان بُود
اگر ہر ناپاک، پانی سے چھپے گا — تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے، ہو جائے گا

دل ز پایہ حوضِ تن گلناک شد — تن ز آبِ حوضِ دلہا پاک شد
دل، جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے — جسم دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گردِ پایہ حوض گردی اے پسر — ہاں ز پایہ حوضِ تن می کن حذر
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا — خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

---

[1] بے آدب۔ ذات و صفات کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔ اے تن آلودہ۔ مولانا دریائے حق سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض یعنی شیخ۔ طُہرِ خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن بُرائی کا امکان ہے، اگر شیخ سے دور رہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں حوض۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔ زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذاتِ باری سے ہے۔ پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہیئے ورنہ اُنکی محدود پاکی کسی دن ختم ہو جائیگی۔

[2] مثل خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہیئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے۔ ایں شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔

[3] اَلْحَیَاءُ۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو پھر حیاء کو ایمان کیلئے مانع نہ بننا چاہیئے۔ حوضِ تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں ایک تو وہ جو بُرے خصائل کا مخزن ہے دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا ہرائیوں کا مخزن حوضِ تن ہے اور بھلائیوں کا مخزن حوضِ دل ہے۔
پایہ۔ درجہ، زینہ۔ حذر۔ یعنی بُرے اخلاق سے پرہیز کرنا۔

بحرِ تن بر بحرِ دل برہم زناں ۱؎ — درمیاں شاں برزخٌ لا یبغیان
جسم کا دریا، دل کے دریا سے بلا جُلا ہے — اُنکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست و ر باشی تو کژ — پیشتر می غژ و تو واپس مغژ
خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو — آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں — لیک نشکیبند عالی ہمتاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے — لیکن بلند ہمت والے اس سے صبر نہیں کر سکتے

شاہ ۲؎ چوں شیریں تر از شکر بُود — جاں بشیرینی رود خوشتر بُود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے — مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

اے ملامت گو سلامت مر ترا — اے سلامت جو توئی واہی العریٰ
اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو — اے سلامتی کی جستجو کرنیوالے! تو کمزور رستہ والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست — کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے — بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزید نیست — ہر کہ او زیں کور باشد کودنیست
بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے — جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگ ۳؎ بے برگی ترا چوں برگ شد — جانِ باقی یافتی و مرگ شد
سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا — تو نے باقی رہنے والی جان حاصل کر لی اور موت ختم ہو گئی

چوں ز غم شادیت افزودن گرفت — روضۂ جانت گُل و سوسن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا — تو تیری جان کے باغ میں گُل اور سوسن اُگے

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست — بط قوی از بحر و مرغِ خانہ سست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا — بطخ سمندر سے قوی ہوتی ہے اور پالتو پرندہ سست ہوتا ہے

باز دیوانہ شدم من اے طبیب — باز سودائی شدم من اے حبیب
اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا — اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا

حلقہائے سلسلہ تو ذو فنوں — ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں
تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں — ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

دادِ ہر حلقہ فنونِ دیگر ست — پس مرا ہر دم جنونِ دیگر ست
ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے — تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

۱؎ برہم زناں۔ دونوں قسم کے اخلاق کے مخزن ملے جُلے ہیں۔ گر تو باشی۔ سلوک میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہیئے۔ غژ۔ امر کا صیغہ ہے، غژیدن، کھسکنا، گھٹنوں کے بَل چلنا۔ پیشِ شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے: "نزدیکان را بیش بُود حیرانی"

۲؎ شاہ۔ دربارِ حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اسکے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ملامت گو۔ عشقِ الٰہی کے سلسلہ میں ملامت کرنیوالے کا سہارا خود کمزور ہے۔ کورہ۔ بھٹی۔ عشق۔ عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہو۔ کودن۔ احمق، نااہل۔

۳؎ برگ۔ سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ غم۔ غمِ عشق جاں گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ۔ دوسرے کے لئے غم خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجبِ اطمینان ہے، سمندر پالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعثِ مسرت ہے۔ باز۔ عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کر رہے ہیں۔ حلقہائے زنجیر عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔

پس[1] فنون باشد جنوں ایں شد مثل — خاصہ در زنجیرِ ایں میرِ اجل
تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں، یہ ضرب المثل بن گئی ہے — خاص طور پر اس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگسست بند — کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند
دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں — کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدنِ دوستاں بہ بیمارستاں جہتِ پرسشِ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

ایں چنیں ذوالنون[2] مصری را فتاد — کاندرو شور و جنونِ نو بزاد
اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا — کہ ان میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک — می رسد از وے جگرہا را نمک
انھیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک — ان کی وجہ سے جگروں پر نمک پاشی ہوئی

ہیں مَنِہ تو شورِ خود اے شورہ خاک — پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ — پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تابِ جنونِ او نبود — آتشِ او ریشہاشاں می ربود
لوگوں میں ان کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی — ان کی آگ ان کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

چونکہ در ریشِ عوام آتش فتاد — بند کردندش بزنداں المراد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی — ان کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست[3] امکاں واکشیدن ایں لجام — گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے — اگرچہ اس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ ایں شاہاں ز عامہ خوفِ جاں — کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں
ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے — کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کفِ رنداں بود — لاجرم ذوالنون در زنداں بود
جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہو گا — لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہو گئے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم — در کفِ طفلاں چنیں دُرِّ یتیم
عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے — ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

اس بارے میں مجبور تھے۔ دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنون کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطن کو نہیں سمجھ سکتے ہیں ان کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ رنداں یعنی ذوالنون کی بزرگی کے منکر۔ شاہِ عظیم

[1] پس۔ مثل مشہور ہے۔ اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ۔ جنون کی بہت قسمیں ہیں۔ میرِ اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالیٰ۔ پندم دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے کہ جنون میں اس قدر بیخودی نہ چاہیئے۔ آمدنِ دوستاں۔ اس حکایت کا منشا یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

[2] ذوالنون۔ مچھلی والا، یہ حضرت ثوبان بن ابراہیم کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے اس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہو گیا لوگوں نے ان کو متہم کر دیا انھوں نے عاجز آکر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے منھ میں اسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں انھوں نے ایک مچھلی سے موتی لیکر اس تاجر کو دیدیا۔ ہیں مَنِہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنونِ عشق کے سلسلہ میں ذوالنون کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو ان کے عشق جیسا سمجھتا ہوں ان کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنونِ عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔

[3] نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا ممنوع ہے لیکن ذوالنون

درِّ چہ دریائے نہاں در قطرۂ[1] — آفتابے درج اندر ذرّۂ
موتی کیا ہوتا ہے، اِک قطرہ میں پوشیدہ دریا (دیا)، ایک سورج ذرّے میں

آفتابِ خویش را ذرّہ نمود — واندک اندک رُوئے خود را بر کشود
اُس نے اپنے سورج کو ذرّہ دکھایا اور تھوڑا تھوڑا اپنا مُنہ کھولا

جملۂ ذرّات در وے محو شُد — عالم از وے مست گشت و صحو شُد
تمام ذرّے اُس میں محو ہوگئے دنیا اُس سے مست ہوگئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دستِ غدّارے بُوَد — لاجرم منصور بر دارے بُوَد
جب قلم کسی غدّار کے ہاتھ میں ہوگا تولامحالہ منصور سُولی پر ہوگا

چوں سفیہاں راست ایں کار و کیا — لازم آمد یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو ضروری ہوگا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیار را گفتہ قومِ راہ گم[2] — از سفہ، اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا حماقت سے، کہ ہم تمھیں منحوس سمجھتے ہیں

جہلِ ترسا بیں اماں انگیختہ — زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھو، امن کے طالب ہیں اُس آقا سے جو اُنکے عقیدہ میں، سولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اُوست مصلوبِ یہود — پس مرا اُو را امن کے تاند نمود
جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُنکو سولی پر چڑھا دیا ہو تو وہ اُن کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں دلِ[3] آں شاہ زیشاں خوں بُوَد — عصمتِ وَاَنْتَ فِیْهِمْ چوں بُوَد
جبکہ اُس (ذوالنّون) شاہ کا دل اِس طرح خون ہو تو "اَنْتَ فِیْهِمْ" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِّ خالص را و زرگر را خطر — باشد از قلّابِ خائن بیشتر
خالص سونے، اور سنار کو خطرہ زیادہ ہوتا ہے، خائن جعلساز سے

یُوسفاں از رشکِ زشتاں مخفی اند — کز عدو خوباں در آتش می زیند
بہت سے یوسف، بدصورتوں کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں کیونکہ حسین، دشمن کیوجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

تک قوم تمھیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اِسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفعِ عذاب نہ کرسکے گا۔ اور چونکہ ذوالنّون کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہوسکے گا۔ زرِّ خالص۔ خالص سونا اور سنار جعلساز کو رسوا کردیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاں یعنی نیک لوگ۔ زشتاں۔ بُرے لوگ۔ در آتش۔ بُروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔

[1] درّ چہ۔ ذوالنّون کو دُرِّ یتیم کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر ایک قطرہ میں اور معرفت کا آفتاب ایک ذرّہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذوالنّون مصری۔ ذرّات۔ یعنی عوام۔ مست گشت۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ محو شد۔ یعنی اُنکی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدّار۔ یعنی شاہِ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا۔ منصور یعنی حسین بن منصور حلاج۔ کار و کیا۔ معاملہ کا اختیار۔ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ۔ سورۂ آلِ عمران کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

[2] راہ گم۔ گمراہ۔ سفہ۔ بیوقوفی۔ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔ جہلِ ترسا۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت کہ اُنکے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ اُنکے ذریعہ اپنی نجات کے قائل ہیں۔ مصلوب۔ سولی پر چڑھا ہوا۔

[3] چوں دل۔ قرآن پاک میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ جب تک تم اُن میں موجود ہو اُن پر عذاب نہ آئیگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ "تم اُن میں موجود ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب

یوسفاں[1] از مکرِ اخواں در چہ اند — کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ کنوئیں میں ہیں — کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دیدیتے ہیں

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت — ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گذری؟ — یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم — داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم
لامحالہ اس بھیڑیئے کی وجہ سے بُردبار یعقوبؑ — یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگِ ظاہر گردِ یوسف خود نگشت — ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
ظاہری بھیڑیا یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا — یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ وز عذرِ لبق — آمدہ کانا ذہبنا نستبق
اس بھیڑیئے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر — (حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست — عاقبت رسوا شود[2] ایں گرگ بایست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے — ٹھہر جا، بالآخر یہ بھیڑیا رُسوا ہوگا

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند — بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر — یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشر[3] پُر حرصِ سگِ مُردار خوار — صورتِ خوکے بُود روزِ شمار
مُردار خوار، حریص کُتّے کا حشر — قیامت کے دن سُور کی صورت میں ہوگا

زانیاں را گندہ اندامِ نہاں — خمر خواراں را بُود گندہ دہاں
(قیامت کے دن) زناکاروں کی شرمگاہیں گندی ہونگی — شراب نوشوں کے مُنہ بدبودار ہونگے

گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید — گشت اندر حشر محسوس و پدید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے — وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہوگی

بیشہ آمد وجودِ آدمی — بر حذر شو زیں وجود ار آدمی
انسان کا وجود ایک بَن ہے — اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے — نیست کس را در نجاتِ او شکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو — اُس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک — صالح و ناصالح و خوب و خسوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیئے اور سُور ہیں — نیک اور بد، اور اچھے اور بُرے

[1] یوسفاں۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنوئیں میں گرادیا تھا۔ بگرگاں۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اُنکو بھیڑیئے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔ گرگ۔ یعنی حسد، حضرت یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ عذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سَو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔

[2] رُسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کی بڑائی کا رُسوا ہوکر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی رسوائی یہ ہوگی کہ عام حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی تو تائب ہوگئے تھے اور اُن میں سے ہر ایک کو مقامِ نبوّت حاصل ہوا تھا اُن کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہوگا۔

[3] حشر۔ حرامخور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ زانیاں۔ زناکاروں کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ اُنکی شرمگاہیں سڑتی ہونگی، شرابیوں کے مُنہ سڑتے ہوں گے۔ مخفی۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائینگی۔ بیشہ۔ بَن اور جھاڑیوں میں مُوذی جانور رہتے ہیں اسی طرح انسان کے وجود میں مُوذی خصلتیں ہیں۔ ظاہر یعنی باطن میں بھی عیوب ہوں۔ درِ وجود۔ انسانی وجود میں سینکڑوں بُری خصلتیں پوشیدہ ہیں۔ خوک۔ سُور۔ خسوک۔ شریر، بُرا۔

۱ حکم آنِ خُو راست کو غالب تر ست — چونکہ زر بیش از مِس آمد آں زر ست

حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے — جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

سیرتے کاں در وجودت غالب ست — ہم براں تصویر حشرت واجب ست

وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے — اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر — ساعتے یوسفؑ رُخی ہمچوں قمر

ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے — ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رُخی آتی ہے

می رَود از سینہا در سینہا — از رہِ پنہاں صلاح و کینہا

سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں — پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر — می رَود دانائی و علم و ہنر

بلکہ ان سے بیل اور گدھے میں — سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

اسپِ سُکسُک می شود رہوار و رام — خرس بازی می کند بُز ہم سلام

کم رفتار گھوڑا، تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے — ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

رفت ۲ در سگ ز آدمی حرص و ہوس — یا شباں شد یا شکاری یا حرس

انسان سے حرص و ہوس کُتے میں پہنچی — چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

در سگِ اصحاب خُوئے زاں رُقود — رفتہ تا جُویائے اللہ گشتہ بود

اصحابِ (کہف) کے کُتے میں اُن سوئے ہوؤں کی فضیلت — پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند — گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد

ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے — کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور درندہ (بنجاتا ہے)

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ ست — تا ببامِ سینہا پنہاں رہ ست

اُس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے — سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

دُزدی ۳ کُن از دُرومَرجانِ جاں — اے کم از سگ از درونِ عارفاں

جان کا موتی، اور مونگا چُرا لے — عارفوں کے دل میں سے، اے کُتے سے کمتر!

چونکہ دُزدی دُزد آں دُرِ لطیف — چونکہ حامل می شوی بارِ شریف

جبکہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چُرا — جبکہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ اُٹھا

فہم کردنِ مریداں کہ ذوالنُّونؒ رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ مُتعمّداً ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنُّون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصداً یہ صورت بنائی ہے

---

۱ حکم آنِ خُو ۔ جو خصلت غالب ہوگی اُسی پر حشر ہوگا، اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے ۔ کسی وقت انسان میں اخلاقِ ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاقِ حمیدہ کا۔ می رَود ۔ صحبت سے انسان میں اچھے بُرے اخلاق اُبھرتے ہیں ۔ بلکہ ۔ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں۔ سُکسُک ۔ کم رفتار گھوڑا ۔ رَہوار ۔ تیز رفتار گھوڑا ۔ رام ۔ مُطیع ۔ خِرس ۔ ریچھ ۔ بُز ۔ بکرا۔

۲ رفت ۔ انسان کی صحبت سے کُتے میں کام کرنے کی حرص و ہوس آجاتی ہے تو وہ بکریوں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے ۔ در سگ ۔ قطمیر نامی اصحاب کہف کا کُتا جنت میں جائیگا ۔ رُقود ۔ سونے والے، راقد کی جمع ہے ۔ نوعے ۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم ۔ دام ۔ چرندہ ۔ دَد ۔ درندہ۔

۳ دُزدی کُن ۔ پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستے سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔ مُتعمّداً ۔ جان بوجھ کر۔

چونکہ ذوالنّون سوئے زنداں رفت شاد — بند بر پا دست بر سر زافتقاد[1]

جب ذوالنّون خوشی خوشی قیدخانہ کی طرف چلے — پا بہ زنجیر، (ذہن کے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو — سوئے زنداں بہرِ پرسش نزدِ او

دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا — قیدخانہ کی جانب اُن کے پاس حال دریافت کرنے گئے

دوستاں در قصّۂ ذوالنّوں شدند — سوئے زنداں و دراں رائے زدند

دوست ذوالنّون کے معاملہ میں روانہ ہوئے — قیدخانہ کی جانب، اور اُس میں رائے زنی کی

کایں مگر قاصد کُند یا حکمتے ست — او دریں رہ قبلہ است و آیتے ست

کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے — کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے او — تا جنوں باشد سَفَہ فرمائے او

اُن کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے — کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاشَ لِلّٰہ از کمالِ جاہِ او — کابرِ بیماری بپوشد ماہِ او

خدا بچائے! اُن کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے — کہ بیماری کا ابر اُن کے چاند کو چھپائے

او ز شرِّ عامّہ[2] **اندر خانہ شُد — او ز ننگِ عاقلاں دیوانہ شُد**

وہ عوام کے شر کی وجہ سے قیدخانہ میں گئے ہیں — وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

او ز عارِ عقلِ کُندِ تن پرست — قاصداً رفت ست و دیوانہ شدست

وہ تن پرست کُند عقل کی ذلّت کی وجہ سے — جان کر (قیدخانہ میں) گئے ہیں اور دیوانے بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ و ز سازِ گاو — بر سر و پشتم بزن وایں را مکاو

کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور ساز گاو — میرے سر اور کمر پر مار اور اُس میں کنج وکاؤ نہ کر

تا ز زخمِ لخت یابم من حیات — چوں قتیل از گاوِ موسیٰؑ اے ثقات

تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں — اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰؑ کی گائے سے مقتول نے زندگی پائی

تا ز زخمِ[3] **لختِ گاوے خوش شوم — ہمچو کُشتۂ گاوِ موسیٰؑ گُش شوم**

تاکہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں — (حضرت) موسیٰؑ کی گائے کے مقتول کی طرح خوش ہو جاؤں

زندہ شد کُشتہ ز زخمِ دُمِّ گاو — ہمچو مِس از کیمیا شُد زرِّ ساو

گائے کی دُم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا — جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کُشتہ بر جست و بگفت اسرار را — وانمود آں زُمرۂ خونخوار را

مقتول اُٹھ بیٹھا، اور راز بتائے — اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

---

[1] اِفتقاد۔ گم کرنا یعنی چونکہ اُنھوں نے حضرت ذوالنّونؒ کو گم کر دیا تھا۔ رائے زدند۔ یعنی ذوالنّونؒ کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کایں۔ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ حکمتے۔ یعنی خدا نے دیوانہ بنا دیا ہے اسمیں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ رہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ دُور دُور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اُن جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کرا سکے۔ آبر یعنی دیوانگی۔ ماہ یعنی عقل۔

[2] شرِّ عامّہ۔ عوام کی شرارت۔ ز ننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ باعثِ ننگ کام کرنے لگے ہیں اس لئے اُنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر اپنے آپ کو اُن کے زمرے سے خارج کر لیا ہے۔ عقلِ کُند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو روحانیت کی تربیت نہ کرے۔ قاصداً۔ بالارادہ۔ کہ۔ یعنی وہ قصداً قید خانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے ہنٹر سے پِٹوا رہے ہیں۔ سازِ گاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔

[3] تا ز زخم۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اُس کا چمڑا لیکر مُردے پر مارا تو مُردہ زندہ ہو گیا اور اُس نے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔ گُش۔ خوش۔

زرِ ساز، خالص سونا۔ اکسیر یعنی کیمیا جس سے تانبا سونا بن جاتا ہے۔

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند — تخمِ ایں آشوب ایشاں کشتہ اند[۵۱]

واضح طور پر کہا کہ اِس جماعت نے قتل کیا ہے — اِس فساد کے بیج انھوں نے بوئے ہیں

چونکہ[۵۱] کُشتہ گردد ایں جسمِ گراں — زندہ گردد ہستیِ اسرارداں

جب یہ بھاری جسم مُردہ ہوجاتا ہے — رازداں وجود زندہ ہوجاتا ہے

جانِ اُو بیند بہشت و نار را — باز داند جملۂ اسرار را

اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے — (اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

وانماید خونیانِ دیو را — وانماید دامِ خدعہ و ریو را

قاتل شیطانوں کو ظاہر کردیتی ہے — مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کردیتی ہے

گاؤ[۵۲] کُشتن ہست از شرطِ طریق — تا شود از زخمِ دُمش جاں مُفیق

گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے — تاکہ جان اُسکی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاؤِ نفسِ خویش را زوتر بکش — تا شود روحِ خفی زندہ بہُش

بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کردے — تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہوجائے

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو — حالِ ذوالنّوں با مُریداں باز گو

اِس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر — ذوالنّونؒ کا مُریدوں کے ساتھ معاملہ سُنا

رجوع کردن بحکایتِ ذوالنّون رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنّونؒ رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ اُو — بانگ بر زد ہے کیانید اتّقُو

جب وہ لوگ اُن کے پاس پہنچے — وہ چیخے خبردار تم کون ہو؟ بھاگو

بادب گفتند ما از دوستاں — بہرِ پرسش آمدیم اینجا بجاں

انھوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں — ہم دل و جان سے (آپکو) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریائے عقلِ ذوفنون[۵۳] — ایں چہ بہتان ست بر عقلت جنوں

اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ — آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

دودِ گلخن کے رسد در آفتاب — چوں شود عنقا شکستہ از غراب

بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟ — عنقا کوّے سے کب شکست کھاتا ہے؟

وامگیر از ما بیاں کُن ایں سخن — ما محبّانیم با ما ایں مکن

ہم سے نہ چھپائیے، یہ بات بتائیے — ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

---

۵۱ چونکہ۔ جس طرح اُس مقتول کی روح نے اسرار کا انکشاف کردیا اِسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کردیتا ہے تو اُس پر اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جانِ اُو۔ مقامِ فنا پہنچ کر اسرارِ آخرت منکشف ہوجاتے ہیں۔ وانماید۔ انسان کو محسوس ہوجاتا ہے کہ شیاطین اسکے قاتل ہیں اور انکے مکروفریب پہچان جاتا ہے۔

۵۲ گاؤ کُشتن یعنی مادّی جسم کو فنا کرنا۔ طریق یعنی طریقِ معرفت۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ بہُش۔ بہ ہوش۔ مریداں یعنی ذوالنّونؒ کے وہ مرید جو پاگل خانہ میں گئے تھے۔ نفر۔ جماعت۔ اِتّقُوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پرسش یعنی احوال کی دریافت۔ عیادت

۵۳ فنون۔ فن کی جمع ہے بہتان۔ جھوٹا الزام جنون یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔ گلخن۔ بھٹی یعنی جس طرح بھٹی کا دُھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوّے سے شکست نہیں کھاسکتا ہے اِسی طرح تیری عقل تک نہ جنون کی رسائی ہوسکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہوسکتی ہے۔ کُن یعنی حقیقت نہ چھپائیے۔

مر محبّاں را نشاید دور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیے
یا بروپوشی و دغل مہجور کرد
یا رُو پوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیے

راز را اندر میاں نہ با مُحِب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے
اے کہ بحرِ علم و عقلی اِستَجِب
اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں، مان جائیے

راز را اندر میاں آور شہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے
رُو مکُن در ابرِ پنہانی مَہا
اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپائیے

ما مُحبِّ صادق و دلخستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں
در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

راز را از دوستاں پنہاں مکُن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے
در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکُن
راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہوجئے

چونکہ ذوالنّون ایں سخن زایشاں شنید
جب ذوالنّون نے اُن کی یہ بات سنی
جز طریقِ امتحاں مخلص ندید
آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

فحش آغازید و دشنام از گزاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کردی
گفت اُو دیوانگانہ زی وقاف
دیوانوں کی طرح انھوں نے زق زق بق بق شروع کردی

بر جہید و سنگ پرّاں کرد و چوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے
جملگاں بگریختند از بیمِ کوب
چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

قہقہہ خندید و جُنبانید سر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا
گفت بادِ ریشِ ایں یاراں نگر
کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے!
دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

کے کراں گیرد ز رنجِ دوست دوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟
رنج مغز و دوستی اُو را چو پوست
تکلیف اُٹھانا مغز ہے اور دوستی اُس کا چھلکا

رنج بر خود گیر گر تو دوستی
اگر تو دوست ہے تکلیف برداشت کر
رُو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو اچھی عادت والا ہے، روگردانی نہ کر

نے نشانِ دوستی باشد خوشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟
در بلا و محنت و آفت کشی
مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنیں

ے۱ مہجور کرد۔ یعنی رُو پوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اِستَجِب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ۔ مَہا۔ اے مہ۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصدِ جاں کردن۔ مار ڈالنا۔ امتحاں۔ آزمائش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔
ے۲ آغازید شروع کردیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زی وقاف۔ جھک جھک، بک بک۔ بادِ ریش۔ غرور، شیخی۔ نشان۔ علامت۔ رنج۔ یارے کہ تحمل نہ کند یار نباشد۔
ے۳ کراں۔ کنارہ۔ مغز۔ اصل، لُب لباب۔ پوست۔ چھلکا۔ رنج بر خود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ رُو مگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہنچائے۔ نے نشان۔ دوستی کی علامت یہی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضا دوست رہے۔

دوست ہمچوں زر[1] بلا چوں آتش ست — زرِ خالص در دلِ آتش خوش ست

دوست سونے کی طرح ہے تکلیف آگ کی طرح ہے — خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان[2] کردنِ خواجۂ لقمانؑ زیرکیِ لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود — روز و شب در بندگی چالاک بود

کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے — دن رات خدمتگاری میں چُست تھے

ق

خواجہ اش میداشتے در کار پیش — بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش

آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا — اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ بود — خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے — (لیکن) آقا تھے اور خواہشِ نفسانی سے آزاد تھے

گفت شاہے[3] شیخ را اندر سخن — کز من از بخشش تو چیزے خواست کن

ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا — مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا — کہ چنیں گوئی مرا زیں بر تر آ

اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی — کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر — واں دو بر تو حاکمانند و امیر

میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں — اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت شہ آں دو چہ اند ایں ذلت ست — گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست

بادشاہ نے کہا وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے — اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

شاہ آں دان کو ز شاہی فارغ ست — بر مہ و خورشید نورش بازغ ست

بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے — چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

مخزن آں دارد کہ مخزن عار اوست — ہستی آں دارد کہ با ہستی عدوست

وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ ظاہری خزانہ اسکی ذلت ہے — وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش — در حقیقت بندہ لقمانؑ خواجہ اش

(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے — حقیقتاً غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

ہستی آں دارد۔ یعنی اُس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور ماں کا خواجہ دراصل غلام تھا۔

---

[1] ہمچوں زر۔ جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔

[2] امتحان کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمانؑ نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیئے۔ خواجہ۔ آقا اُن کو معزز اور اولاد سے زیادہ پیار سے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل — بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو اُن کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔

[3] گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ بر تر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ تن۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ ز شاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔ مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔

در جہانِ بازگونہ زیں بسے ست | در نظرشاں گوہرے کم از خسے ست
اُلٹی دنیا میں ایسا بہت ہے | اُن کی نظر میں جوہر تنکے سے کم ہے

مر بیاباں را مفازہ نام شُد | نام و ننگے عقلِ شاں را دام شُد
بیابان کا نام، کامیابی کی جگہ ہوا | عزت و ذلت، اُن کی عقل کا جال بنا

یک گرہ را خود مُعرّف جامہ است | در قبا گویند کو از عامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے | قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک گرہ را ظاہرِ سالوس و زرق | کردہ زاہد نام و اندر زہد غرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے | زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھے

یک گرہ را ظاہرِ سالوس و زہد | نور باید تا بُود جاسوسِ زہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے | نور چاہیئے جو زہد کی مخبری کرے

نور باید پاک از تقلید و غول | تا شناسد مرد را بے فعل و قول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو | تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

در رَود در قلبِ اُو از راہِ عقل | نقدِ اُو بیند نباشد بندِ نقل
اُس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے | اس کا نقد دیکھ لے، سُنی سُنائی کا پابند نہ ہو

بندگانِ خاصِ علّامِ الغیوب | در جہانِ جاں جواسیس القلوب
علّام الغیوب کے خاص بندے | روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

در درونِ دل در آید چوں خیال | پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے | پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کُھل جاتا ہے

در تنِ گنجشک چہ بُود برگ و ساز | کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟ | کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھُو | سرِّ مخلوقات چہ بُود پیشِ اُو
جو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے واقف ہو گیا | مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

آنکہ بر افلاک رفتارش بُود | بر زمیں رفتن چہ دشوارش بُود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو | اُس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہوگا؟

در کفِ داؤدؑ کاہن گشت موم | موم چہ بُود در کفِ اُو اے ظلوم
(حضرت) داؤد کے ہاتھ میں جبکہ لوہا موم ہو گیا | اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا!

ـا جہانِ بازگونہ۔ اُلٹی دنیا۔ درنظر۔ یعنی قیمتی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مفازہ۔ کامیابی کی جگہ، صحراء کو کہتے ہیں حالانکہ وہ مُہلکہ یعنی ہلاکت کی جگہ ہے۔ نام نہند زنگی کافور۔ نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقلی کے کام کرتے ہیں۔ یک گرہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں اُس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں گدڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصوّر کرتے ہیں۔

ـ۲ ظاہرِ سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکاری کو دیکھ کر زہد کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کیلئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جاسکے۔ نقدِ اُو۔ انسان کی صحیح حالت۔

ـ۳ بندگان۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال مُنکشف ہو جاتے ہیں۔ علام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے، راز کو جاننے والا۔ در درونِ۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں اسی طرح خاص بندہ بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال جان لیتا ہے۔ در تن۔ گنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرار ہُو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیر میں

اُن کی عقل میں آتی ہیں۔ در کفِ داؤدؑ۔ حضرت داؤدؑ کو یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا۔

بود[1] لقمانؑ بندہ شکلے خواجۂ — بندگی بر ظاہرش دیباجۂ

لقمانؑ بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے — غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رَوَد خواجہ بجائے ناشناس — در غلامِ خویش پوشاند لباس

آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے — اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

اُو بپوشد جامہائے آں غلامؑ — مر غلامِ خویش را سازد امام

وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے — اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پئش چوں بندگاں در رہ شود — تا نباید زو کسے آگاہ[2] شود

راستہ میں غلاموں کی طرح اُسکے پیچھے چلتا ہے — تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رَو بر صدر شیں — من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں

کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ — میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لونگا

تو درشتی کُن مرا دُشنام دہ — مر مرا تو ہیچ توقیرے مَنِہ

تو سختی کر، مجھے بُرا بھلا کہہ — تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمتِ تو داشتم — تا بغُربت تخمِ حیلت کاشتم

خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے — جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہو

خواجگاں[3] ایں بندگیہا کردہ اند — تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند

آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں — تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی — کارہا کردہ اند آمادگی

وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے — انھوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

ویں غلامانِ ہوا بر عکسِ آں — خویشتن بنمودہ میرِ عقل و جاں

اور یہ خواہش کے غلام اِس کے برعکس — اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی — ناید از بندہ بغیر از بندگی

آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے — (اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالم بدیں عالم چُناں — تعبیتہا ہست بر عکسِ ایں بداں

پس اُس عالم سے اِس عالم تک — بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

لے بود لقمانؑ۔ حضرت لقمانؑ نے جان بوجھ کر ظاہری طور پر غلامی اختیار کر رکھی تھی ورنہ وہ آقا تھے۔ چوں رود۔ غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے، اجنبی جگہ مصلحتوں کی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں

ٹے آگاہ شود۔ اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں۔ شیں۔ نشیں کا مخفف ہے۔ کمیں۔ کمینہ۔ تو درشتی۔ تاکہ غلام کو آقا سمجھا جائے۔ ترکِ خدمت یعنی تیری خدمتگزاری یہی ہے کہ تو خدمت نہ کرے۔ غربت۔ مسافرت۔ حیلت۔ تدبیر۔

سے خواجگاں بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفاء کیلئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے چھپے رہیں۔ کارہا۔ بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ اُنکی استعدادِ قربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔ ویں غلاماں۔ جو لوگ حرص و ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ۔ بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ از بندہ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ازآں عالم۔ عالمِ آخرت۔ ازیں عالم۔ عالمِ دنیا۔ تعبیتہا۔ تعبیتہ کی جمع ہے بناوٹ۔ بر عکس۔ جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمانؑ غلام اور ان کا آقا آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمانؑ آقا اور اُن کا آقا اُن کا غلام تھا اِسی طرح اِس عالم اور عالمِ آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

خواجۂ لقمانؒ ازیں[51] حالِ نہاں
(حضرت) لقمانؒ کا آقا اس راز سے

بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
واقف تھا اور اس کی نشانی دیکھ چکا تھا

راز می دانست خوش می راند خر
راز جانتا تھا، کام چلا رہا تھا

از برائے مصلحت آں راہبر
اس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مرورا آزاد کردے از نخست
اس کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا

لیک خوشنودیِ لقمانؒ بجست
لیکن اس نے (حضرت) لقمانؒ کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمانؒ را مراد ایں بود تا
کیونکہ (حضرت) لقمانؒ کا مقصد یہی تھا، تاکہ

کس نداند سِرّ آں شیرِ فتا
اس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ[52] عجب گر سِر ز بد پنہاں کنی
یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی برے سے چھپالے

ایں عجب کہ سِر ز خود پنہاں کنی
عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپالے

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود
اپنی نظروں سے چھپ کر کام کر

تا بود کارت سلیم از چشمِ بد
تاکہ تیرا کام نظرِ بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کن بر دارِ مزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کمالے

وانگہ از خود بے ز خود چیزے بدزد
پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرالے

می[53] دہند افیوں بمردِ زخم مند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں

تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند
تاکہ اس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

وقتِ مرگ از رنج او را می درند
مرتے وقت اس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں

او بداں مشغول شد جاں می برند
وہ اس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا

از تو چیزے در نہاں خواہند برد
تو وہ تیری چیز چپکے سے چرالیں گے

پس بداں مشغول شو کاں بہتر است
تو اس میں لگ جو اچھی چیز ہو

تا ز تو چیزے برد کاں کہتر است
تا (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کنی
جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے

می درآید دزد زاں سو کایمنی
چور اس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

---

۵۱ ازیں حال۔ یعنی اس بات سے کہ حضرت لقمانؒ نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ باطنی ان کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمانؒ۔ خوشنودی حضرت لقمانؒ کی خواہش تھی کہ ان کو غلام بنائے رکھے۔ بر تر۔ ان کا روحانی مرتبہ۔

۵۲ چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات، کمال نہوں تب زیادہ کمال ہے۔ چشمِ بد۔ خود اپنی نظرِ بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جا، تب اپنے رذایل کو اپنے آپ سے چرا کر غائب کر سکو گے۔

۵۳ می دہند۔ افیوں کھلا کر خودی مٹا دی جاتی ہے تب اصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اصلاح ہوگی۔ وقتِ مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ رہتی ہے وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتتا ہے وہ چوری ہو جاتی ہے۔ بہتر است۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کرو پھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے توجہی کرتا ہے تو چور اسکو چراتا ہے جس چیز کی انسان فکر رکھتا ہے اس کی جانب چور نہیں آتا

بارِ بازرگاں چو در آب اوفتد
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے
دست اندر کالۂ بہتر زند
تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتیِ مالش بغرقاب اَرفتد
اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے
ہر چہ نازِل تر بدریا افگند
جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی
تَرکِ کمتر گوئی و بہتر را بیاب
گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچالے

نقدِ ایماں را بطاعت گوش دار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر
تا ز روئے حق نگردی شرم سار
تاکہ تو اللہ (تعالٰی) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کُنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا
حرص و غفلت را بَرد دیو دَنی
کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدنِ فضل و زیرکیِ لقمانؑ پیشِ امتحان کنندگان

امتحان کرنیوالوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت [۲]
(حضرت) لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا
بندہ بود او را و با او عشق باخت
اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کاوریدندے بوَے
وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے
کس سوئے لقمانؑ فرستادے زپے
تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؑ کی جانب بھیجا کرتا

تاکہ لقمانؑ دست سوئے آں برد
تاکہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں
قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد
اِس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے

سؤرِ [۳] اُو خوردے و شور انگیختے
اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا
ہر طعامے کو نخوردے ریختے
جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا

ور بخوردے بیدل و بے اشتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے
ایں بُوَد پیوستگیِ بے مُنتہا
لامحدود تعلق یہ ہوتا ہے

خُربزہ آوردہ بودند ارمُغاں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے
لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں
لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؑ موجود نہ تھے

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے!
زود رَو فرزندِ لقمانؑ را بخواں
جلد جا، عزیز لقمانؑ کو بُلا لا

[۱] بار۔ پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف نگاہ رکھو تاکہ معمولی چیز ضائع ہو۔ اب اس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالا۔ سامان۔ نازِل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالٰی کے دربار میں پیش کرنی ہے اِس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذائل کی حفاظت نہ کر تاکہ وہ چوری ہو جائیں۔

[۲] شناخت۔ یعنی اُن کا آقا اُنکی بزرگی کو پہچان گیا۔ ہر طعامے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکاً کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی اُن کو بلانے کیلئے۔ پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔

[۳] سؤر۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ آپکے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی تعلق۔ خُربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اُسکے سامنے بیٹھ گئے
خواجہ پس بگرفت سکّینے[۵۱] بدست
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

چوں بُرید و داد اُو را یک بُرِیں
جب تراشا، اور اُن کو ایک قاش دی
ہمچو شکّر خوردش و چوں انگبیں
اُنھوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھالیا

از خوشی کہ خورد داد اُو را دوم
چونکہ اُنھوں نے خوشی سے کھایا اُن کو دوسری دی
تا رسید آں گُرچہا تا ہفدہم
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہونچیں۔

ماند گُرچے گفت ایں را من خورم
ایک قاش بچی تو بولا اِس کو میں کھاؤں گا
تا چہ شیریں خربزست ایں بنگرم
تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ اُو
وہ اِسقدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ اُنکے ذوق سے
طبعہا شد مُشتہی و لُقمہ جُو
طبیعتیں خواہشمند ہوگئیں اور کھانا چاہنے لگیں

چوں[۵۲] بخورد از تلخیش آتش فروخت
جب اُسنے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی
ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
زبان پر آبلہ پڑگیا حلق بھی جل گیا

ساعتے بیخود شد از تلخیِ آں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا
بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
اُس کے بعد اُنسے کہا، اے جانِ عالم!

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را
آپ نے اسقدر زہر کیسے پی لیا؟
لُطف چوں انگاشتی ایں قہر را
اِس قہر کو لُطف کیوں سمجھا؟

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟
جانِ تو گوئی بہ پیشِ تو عدوست
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپکی دشمن ہے

چوں[۵۳] نیاوردی بحیلت حجّتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کردیا
کہ مرا عُذر یست بس کُن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دستِ نعمت بخشِ تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے
خوردہ ام چنداں کہ از شرمم دوتو
میں نے اسقدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرمم آمد گر یکے تلخ از کفت
مجھے شرم آتی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز
می نخورم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے (آقا) تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جبکہ میرے تمام اجزاء تیرے انعام سے
رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیرے دانہ و دام میں غرق ہیں

۵۱ سکّین۔ چھری۔ بُرِیں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں، شہد۔ گُرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم وکاف و جیم فارسی، خربوزے، تربوز کی قاش۔ مشتہی، خواہشمند۔
۵۲ چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے حلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑگیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔ عدو ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔
۵۳ چوں۔ یعنی صاف انکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت حضرت لقمانؑ نے فرمایا جب اِس ہاتھ سے سیکڑوں شیریں چیزیں کھا چکا ہوں ایک تلخ چیز کا انکار بے شرمی ہے۔ اجزام۔ میرے بدن کے سارے اجزاء تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔

گر ز یک تلخے[۱] کنم فریاد و داد ۔۔۔ خاکِ تیرہ بر سرِ اجزام باد

اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں ۔۔۔ تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

لذتے دستِ شکر بخشت کہ داشت ۔۔۔ اندریں بطّیخ تلخی کے گذاشت

تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا ۔۔۔ اُس نے اِس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود ۔۔۔ از محبت مِسہا زریں شود

محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہوجاتی ہیں ۔۔۔ محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود ۔۔۔ وز محبت دَردہا شافی شود

محبت سے تلچھٹیں صاف ہوجاتی ہیں ۔۔۔ محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گل می شود ۔۔۔ وز محبت سرکہا مُل می شود

محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں ۔۔۔ محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے[۲] می شود ۔۔۔ وز محبت بار بختے می شود

محبت سے سُولی، تخت بن جاتی ہے ۔۔۔ محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود ۔۔۔ بے محبت روضہ گلخن می شود

محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے ۔۔۔ بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود ۔۔۔ وز محبت دیو حورے می شود

محبت سے آگ نور بن جاتی ہے ۔۔۔ محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

از محبت سنگ روغن می شود ۔۔۔ بے محبت موم آہن می شود

محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے ۔۔۔ بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت حُزن شادی می شود ۔۔۔ وز محبت غُول ہادی می شود

محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے ۔۔۔ محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت نیش[۳] نوشے می شود ۔۔۔ وز محبت شیر مُوشے می شود

محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے ۔۔۔ محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے

از محبت سُقم صحت می شود ۔۔۔ وز محبت قہر رحمت می شود

محبت سے بیماری، تندرستی بنجاتی ہے ۔۔۔ محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت خار سوسن می شود ۔۔۔ وز محبت خانہ روشن می شود

محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے ۔۔۔ محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

---

۱ گرزیک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی سی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔ لذت۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دَردہا۔ یعنی اَمراض۔ مُل۔ شراب۔

۲ تختے۔ یعنی تختِ شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔ حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا کام رات سے بھٹکانا ہے۔

۳ نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔

از محبّت مُردہ زندہ می شود
محبت سے مُردہ زندہ ہو جاتا ہے
وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے

ایں محبت ہم نتیجہ دانش[1] ست
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے
کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
بکواسی ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

دانشِ ناقص کجا ایں عشق زاد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟
عشق زاید ناقص اَمّا بر جماد
ناقص (عقل)، عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر پر

بر جمادے رنگِ مطلوبے چو دید
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا
از صفیرے بانگِ محبوبے شنید
سیٹی سے محبوب کی آواز سُن لی

دانشِ ناقص نداند فرق را
ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی
لاجرم خورشید داند برق را
لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

چونکہ[2] ملعوں خواند ناقص را رسول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے
بود در تاویل نقصانِ عقول
از روئے تاویل، عقلوں کی کمی (مراد) تھی

زانکہ ناقص تن بُود مرحومِ رحم
اس لئے کہ ناقص جسم، قابلِ رحم ہوتا ہے
نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم
قابلِ رحم لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

نقصِ عقلست آنکہ بد رنجوریست
بُری بیماری عقل کی کمی ہے
مُوجبِ لعنت سزائے دوریست
جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

زانکہ[3] تکمیلِ خردہا دُور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے
لیک تکمیلِ بدن مقدور نیست
لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کُفرِ فرعونے و ہر گبرِ عنید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر
جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
سب عقل کی کمی سے رُونما ہوا ہے

بہرِ نقصانِ بدن آمد فرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے
در نُبے کہ مَا عَلَی الاَعمٰی حَرَج
قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

برق آفل باشد و بس بے وفا
برق چُھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے
آفل از باقی نداند بے صفا
بے نور غائب ہو جانیوالے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق خندد بر کہ می خندد بگو
بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟
بر کسے کہ دل نہد بر نورِ اُو
اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

---

[1] دانش۔ یعنی عشق و محبت کامل عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔ بر جمادے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوبِ حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اُس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرندکو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اُسکو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے۔ صفیر۔ سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لاجرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اُس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زحم۔ زحمت۔ بدرنجوری۔ بُری بیماری۔

[3] زانکہ۔ باعثِ لعنت وہ بُرائی ہو سکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور دُور کیا جا سکے، بے عقل، عاقلوں کی صحبت میں عقل حاصل کر سکتا ہے لنگڑا بالکل معذور ہے۔ کفر چونکہ عقلی نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعثِ لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کر جانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو تبسم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نورہائے برق بربُریدہ[1] پے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں

آں چو لاشرقی و لاغربی کے ست
وہ لاشرقی و لاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق راخوں یخطف الابصار داں
بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ

نورِ باقی را ہمہ ابصار داں
باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکفِ دریا فرس را راندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے

نامہ را در نورِ برقے خواندن ست
خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

ق

از حریصی عاقبت نادیدن ست
حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے

بر دل و بر عقل خود خندیدن ست
اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اُڑانا ہے

عاقبت بین ست عقل از خاصیت
عقل طبعاً عاقبت بیں ہے

نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوب نفس او نفس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بنجاتی ہے

مشتری مات زحل شد نحس شد
جب مشتری زحل سے مات کھاجاتا ہو منحوس ہوجاتا ہے

ہم[2] دریں نحسے بگرداں ایں نظر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما

در کسے کو کرد نحست در نگر
اس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد
جو نگاہ اس اُتار چڑھاؤ کو دیکھے

او ز نحسے سوئے سعدے نقب زد
اس نے نحوست سے سعادت کیطرف راستہ بنالیا ہے

زاں[3] ہمی گرداندت از حالے بحال
(خدا) اسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف لیجاتا ہے

ضد بضد پیدا کناں در انتقال
تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

تا کہ خوفت زاید از ذات الشمال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا ہو

لذتِ ذاتِ الیمیں یرجی الرجال
اُس دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے ہیں

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھے گا

کے ز لیسرے بازیابی لطفہا
تو تجھے سہولت سے لطف کب حاصل ہونگے؟

تا نہ بینی خوفِ نحسِ مشأمہ
جبتک تو بائیں جانب والوں کی نحوست کا خوف دیکھ لے گا

کے شناسی قدرِ لطفِ میمنہ
دائیں جانب والوں کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا دو پر باشی کہ مرغِ یک پرہ
تاکہ تو دو پروں والا ہوجائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ

عاجز آید از پریدن یکسرہ
اُڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

---

۱ بریدہ پے۔ پیر کٹے ہوئے۔ لاشرقی ولاغربی۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے۔ یخطف۔ قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے "یکاد البرق یخطف ابصارھم" قریب ہے کہ بجلی انکی نگاہوں کو اُچک لے۔ از حریصی۔ ناپائیدار عشق ایسا ہے، یا کہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کوند میں خط پڑھنے کی کوشش۔ عقل۔ عقل انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے نفس کوتاہ بیں ہے۔ مشتری۔ سعد ستارہ ہے لیکن زحل منحوس ستارے کی داب میں آکر نحس بن جاتا ہے۔

۲ ہم دریں نحسے اگر انسان وساوس قلبی میں مبتلا ہو تو ان کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ وسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہوکر عروج کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ جزر۔ سمندر کا اُتار۔ مد۔ سمندر کا چڑھاؤ۔

۳ زاں ہمی۔ انسان کے احوال کی تبدیلی میں مصلحت یہ ہے کہ رحمت کی قدر اُسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ ذات الشمال۔ بائیں جانب والے یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ ذات الیمین۔ دائیں جانب والے، یہ جنتیوں کی صفت ہے۔ عسر تنگی۔ میسر۔ سہولت۔ مشأمہ۔ بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہونگے۔ دو پر۔ یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

هین[1] گذر از میمنہ وز میسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گذر جا

در سرائے سابقاں آں یکسرہ
بالکلیہ سابقین کے گھر میں

یا رہا کن تا نیایم در کلام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں

یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے، تجھے اختیار ہے

کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
(حضرت) ابراہیمؑ کی جان چاہیئے تاکہ نور کے ذریعہ

بیند اندر نار فردوس و قصور
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

پایہ[2] پایہ بر رود بر ماہ و خور
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے

تا نماند ہمچو حلقہ بندِ در
تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کیطرح ساتویں آسمان سے

بگذرد کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ "لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن" کہتے ہیں)

ایں جہانِ تن غلط انداز شد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے

جز مر آں را کو ز شہوت باز شد
علاوہ اُس کے جو خواہشِ نفسانی سے باز رہا

حسدِ آں حشم برآں غلامِ خاصِ سلطان

بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصہ[3] شاہ و امیران و حسد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ

بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
خاص غلام، اور شہنشاہِ عقل پر

ق

دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کیوجہ سے

باز باید گشت و کرد آں را تمام
واپس لوٹنا چاہیئے اور اُس کو مکمل کرنا چاہیئے

باغبانِ ملک با اقبال و بخت
اقبال اور نصیبہ والا، ملک کا باغبان

چوں درختے را نداند از درخت
درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانیگا؟

آں درختے را کہ تلخ و رد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو

واں درختے کہ یکش ہفصد بود
اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت
(اُن کو) مرتبے میں برابر کب رکھے گا؟

چوں بہ بیند شاں بچشمِ عاقبت
جب اُن کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

[1] ہین۔ قرآن پاک میں اصحابِ میمنہ اور میسرہ کا ذکر آیا ہے۔ "وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہونگے وہ مقرّب ہونگے۔ میسرہ۔ بائیں جانب۔ یارہا کن۔ مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ یا تو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہیئے یا ترجیح کی جائے تاکہ بیان پورا ہو سکے۔ جانِ ابراہیمؑ۔ عقلِ کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو۔ جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔

[2] پایہ۔ سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہیئے۔ تاکہ خلوت راز سے باہر نہ رہے۔ حلقہ۔ کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن۔ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ اُس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیت کا انکار کر رہے تھے۔

[3] قصہ۔ درمیان میں مولانا نے کچھ اسرار و حِکَم کی باتیں شروع کر دی تھیں اب پھر اِس قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جر۔ کھینچنا۔ جرّارِ کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور اُن سے اُنکی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا حسد بیجا ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

کاں[1] درختاں را نہایت چیست بر
کہ اِن درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟
گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
اگرچہ اِس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گیا
از نہایت وز نخست آگاہ شد
ابتدا، اور انتہا سے واقف ہو گیا

چشمِ آخر بیں بہ بست از بہرِ حق
اُسنے اللہ تعالےٰ کیلئے پَچر کو دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے
چشمِ آخر بیں کُشاد اندر سبق
آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند
وہ حاسد، بُرے درخت تھے
تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حسد جوشان و کف می ریختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھگون گراتے تھے
در نہانی مکر می انگیختند
خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا[2] غلامِ خاص را گردن زنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں
بیخ اُو را از زمانہ بر کنند
دنیا سے اُس کی جڑ اُکھاڑ دیں

چوں شود فانی چو جانش شاہ بود
وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اُسکی جان تھا
بیخِ اُو در عصمتُ اللہ بُود
اُس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ
بادشاہ اُن رازوں سے واقف ہو گیا
ہمچو بوبکرِ ربابی تن زدہ
ابوبکرؒ ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دلِ بد گوہراں
بداصلوں کے دل کو دیکھ کر
میزند خُنبک براں کوزہ گراں
اُن جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکر می سازند قومِ حیلہ مند
مکّار قوم، مکّاری کر رہی تھی
تا کہ شہ را در قُقاعے[3] در کُنند
تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیمِ بیکراں
لاانتہا عظیم بادشاہ
در قُقاعے کے بگنجد اے خراں
اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند
بادشاہ کے لئے جال بُن رہے تھے
آخر ایں تدبیر از و آموختند
آخر یہ تدبیر (بھی) اُسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با اُستادِ خویش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے اُستاد سے
ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
مقابلہ کرے اور سامنا کرے

[1] کاں درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ بَر۔ پھل۔ شیخ۔ پیر سمجھتا ہے کہ کونسا مرید بالآخر کس مرتبہ پر فائز ہوگا۔ چشمِ آخر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض غذا جسمانی کو دیکھتی ہے حسُوداں۔ یعنی اُن کے اعمال کے پھل تلخ تھے۔ تلخ گوہر۔ کڑوی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔

[2] تا غلام۔ تاکہ مخصوص غلام کو قتل کر ڈالیں۔ عصمتُ اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکرؒ ربابی۔ ایک مجذوب ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے۔ کوزہ گراں۔ کمہار۔ کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور ملمع گر کے معنیٰ میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔

[3] قُقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے۔ دام۔ جال۔ تدبیر سپاہی، شاہ اور سپہ سالار سے طریقہ سیکھتا ہے مرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے۔ نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو اُستاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعہ اُستاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

باکدام[1] اُستاد اُستادِ جہاں — پیشِ اُو یکساں ہُویدا و نہاں

کونسے اُستاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے — جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ او یَنظُرُ بنورِ اللہ شُدہ — پردہائے جہل را خارق بُدہ

اُسکی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہو — جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہوگئی ہے

از دلِ سُوراخ چوں کُہنہ گلیم — پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم

پُرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر — اُس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خندد برو با صد دہاں — ہر دہانے گشتہ اشکافے در آں

پردہ سو منہ سے اُس پر ہنستا ہے — اُس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

گوید[2] آں اُستاد مر شاگرد را — کاے کم از سگ نیستت با من وفا

وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے — اے کُتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

خود مرا اُستا مگیر آہن گُسل — ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل

مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ — اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منت یاریست در جان و رواں — بے منت آبے نمی گردد رواں

کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے — میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہِ تختِ تست — چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست

تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے — اے نالائق اِس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گوئیش[3] پنہاں زنم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ

تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں — کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن ببیند فکرِ تو — دل گواہی می دہد زیں ذکرِ تو

وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے — تیرے اِس ذکر کی دل گواہی دیدیتا ہے

لیک در رُوئیت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم

لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے مُنہ پر نہیں کہتا ہے — تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور ہاں کہدیتا ہے

اُو نمی خندد ز ذوقِ مالشت — اُو ہمی خندد بر آں سگالشت

وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے — وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

---

[1] باکدام - یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ یَنظُر۔ حدیث میں ہے۔ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنیوالا۔ از دل۔ جو دل معصیتوں کی وجہ سے پرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اُس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اِس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔

[2] گوید۔ استاد شاگرد سے کہتا ہے تو کُتے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔ خود مرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا۔ دلِ من۔ تجھے جو تختِ عزت نصیب ہوا ہے وہ میرے دل کی کاریگری ہے۔

[3] گوئیش۔ شاگرد اُستاد کو دھوکا دینے کیلئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مُرید کے دل کی حالت معلوم کرلیتا ہے دل گواہی۔ مُرید کا دل بتادے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک۔ شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بعض اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتاہے اور اسکی ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے۔

نمی خندد۔ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے تحمیق کے لئے ہوتی ہے۔

پس خداعی[1] را خداعی شد جزا — کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے — پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بُدے با تو وُرا خندہ رضا — صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا
اگر تیرے ساتھ اُس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی — تجھ میں لاکھوں پھول کھِل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل — آفتابے داں کہ آید در حمل
جب اُس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے — سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آگیا

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار — در ہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
اُس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی — شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا — افگنند اندر جہانِ بے نوا
لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے — لگتی ہیں (اس) اُجاڑ دنیا میں

چوں ندانی تو خزاں را از بہار — چوں بدانی رمز خندہ در ثمار
جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے — تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ[2] برگِ روحِ خود زرد و سیاہ — می نہ بینی چوں بدانی خشمِ شاہ
جبکہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا — نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتابِ شاہ در برجِ عتاب — میکند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب
شاہ کا سورج غصہ کے برج میں آکر — اعمال نامہ کی طرح روسیاہ کر دیتا ہے

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست — آں سپید و آں سیہ میزانِ ماست
ہماری جان اُس عطارد کے لئے کاغذ ہے — وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے[3] نویسد سُرخ و سبز — تا رہند ارواح از سودا و عجز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے — حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پا جاتی ہیں

سُرخ و سبز افتاد نسخِ نو بہار — چوں خطِ قوسِ قزح در اعتبار
نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے — جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنیٰ شنو تو قصہ — تا بیابی از معانی حصہ
اس مقصد میں تو ایک قصہ سُن لے — تا کہ تو بھی معانی سے حصہ پالے

سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ شیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنیٰ۔ شیر خ اور لادیا، اللہ کا مظہر ہیں۔ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے خط کو اُن کا مظہر سمجھ کر تعظیم کی اور ہد ہد کی حقارت کو مدِ نظر نہ رکھا۔

[1] خداعی۔ دھوکا، یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ کیا ویسا ہی برتاؤ اُس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ گر بُدے۔ پیر مرید کے کاموں سے خوش ہو کر ہنسے تو مرید فیوض سے مالامال ہو جائے۔ حمل۔ بکری کا بچہ۔ سورج کے برجوں میں سے ایک برج بکری کے بچے کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اُس میں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہو جاتا ہے۔ زو بخندد یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔ چوں ندانی۔ جب مرید حسِ باطن سے بے بہرہ ہو تو نہ وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ اپنے محرومی کو۔ در ثمار۔ پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ ان پر پکنے کی رونق آجائے۔

[2] چونکہ۔ کور باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اُس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ عتاب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ عطارد۔ ستارہ جسکو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ ورقہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے پیر کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ اور مرید کی قلبی حالت ہی اُس کی اچھائی یا برائی کا معیار ہے۔

[3] منشور۔ شاہی فرمان۔ سودا۔ یعنی نفسانی لذتوں کا

عکس تعظیمِ پیغمبر سلیمانؑ در دلِ بلقیس[1] از صورتِ حقیرِ ہُدہُد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السّلام) کی تعظیم کا عکس، بلقیس کے دل پر حقیر ہُدہُد کی صورت کے ذریعہ

رحمتِ صد تو بر اں بلقیس باد
اُس بلقیس پر سو گُنی رحمت ہو

کہ خدایش عقلِ صد مرداں بداد
جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہُدہُدے نامہ بیاورد و نشاں
ایک ہُدہُد تحریر اور نشانی لایا

از سلیمانؑ چند حرفے با بیاں
(حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حروف والا

خواند او آں نکتہائے باشمول
اُس نے اُن جامع نکتوں کو پڑھا

وز حقارت ننگرید اندر رسول
اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

چشمِ ہُدہُد دید و جاں عنقاش دید
آنکھ نے ہُدہُد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقا دیکھا

حسّ چو کفّے دید و دل دریاش دید
حس نے اسکو جھاگ دیکھا اور دل نے اسکو دریا دیکھا

عقل با حسّ زیں طلسماتِ دو رنگ
اِن دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حسّ کے ساتھ

چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
جنگ میں رہتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوجہلوں کیساتھ

کافراں[2] دیدند احمدؐ را بشر
کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا

چوں ندیدند از وے انشق القمر
جبکہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاک زن در دیدۂ حسّ بینِ خویش
اپنی حِسّی آنکھ پر خاک ڈال

دیدۂ حسّ دشمنِ عقل ست و کیش
حِسّی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حسّ را خدا اعماش خواند
حِسّی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے

بُت پرستش گفت و ضدِّ ماش خواند
اُس کو بُت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ او کف دید و دریا را ندید
کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا

زانکہ حالے دید و فردا را ندید
کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ[3] فردا و حالی پیشِ او
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُنکے نزدیک موجودہ وقت کے

او نمی بیند زِ گنجے جز تسو
وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرّہ زاں آفتاب آرد پیام
(اگر) ایک ذرّہ اُس سورج کا پیغام لائے

آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام
سورج اُس ذرّے کا غلام بن جائے

[3] یعنی انجام۔ خواجۂ فردا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فردائے قیامت کے آقا ہیں وہ آنحضورؐ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔ تسو۔ چار جَو کی بقدر وزن، اگز کا چوبیسواں حصہ یعنی آنحضورؐ جو ایک عظیم خزانہ تھے اُس میں سے اُسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب۔ یعنی حق تعالےٰ۔ آفتاب۔ یعنی سورج۔

[1] بلقیس۔ مُلکِ یمن کے شہر سبا کی حکمران تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقلِ صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ عورت تھی لیکن اللہ نے اُسکو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہُدہُد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہُدہُد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ نکتہائے باشمول۔ جامع نکتے۔ رسول۔ قاصد یعنی ہُدہُد۔ چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہُدہُد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اُس کو عنقا سمجھا۔ طلسماتِ دو رنگ۔ وہ چیزیں جو بظاہر حقیر ہیں لیکن بباطن عظیم ہیں اُن کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابوجہلاں۔ یعنی ابوجہل کی طرح کے سخت کافر۔
[2] کافراں۔ کافر آنحضورؐ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اُس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر بین نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔ اعماش خواند۔ خدا نے اُس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں۔ اس آیت میں اعمیٰ سے وہ مراد ہیں جو صرف حسّی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بین نظر نے آنحضورؐ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔

قطرۂ کز بحرِ وحدت شد سفیر[1]
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا
ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر[1]
ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گر کفِ خاکے شود چالاکِ اُو
اگر ایک مٹھی مٹی اُسکے لئے (اطاعت میں) چست ہوجائے
پیشِ خاکش سر نہد افلاکِ اُو
تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق
(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چُست بنی
پیشِ خاکش سر نہد املاکِ حق
اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟
از یکے چشمے کہ خاکے بر کشود
اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب
مٹی تلچھٹ ہوجانے کیوجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے
خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی کو دیکھو! تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (وگل) کی نہیں ہے
جز عطائے مُبدعِ وَہّاب نیست
ایجاد کرنیوالے عطا کرنیوالے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہوا و نار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے
ور ز گل او بگزراند خار را
اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے
او ز عینِ درد انگیزد دوا
وہ بعینہٖ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین[2] و آب را عُلوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے
راہِ گردوں را بپا مطوی کند
آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

گر ہوا و نار را سفلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے
تیرگی و دُردی و ثقلی[3] کند
تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں
کسی کی مجال نہیں کر کہے "کیوں"؟
بس جگر ہا کاندریں رہ گشت خوں
بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون ہوگئے ہیں

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ
لہٰذا یقین ہوگیا ہے کہ "تو جس کو چاہے عزت دے"
خاکیِ را گفت پرہا بر گشا
ایک خاکی کو کہا کہ پَر کھول

آتشی را گفت رو ابلیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن
زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
ساتویں زمین کے نیچے مکّار بن

[1] سفیر: پیغامبر۔ اسیر: پابند۔ چالاک: یعنی فرمانبرداری میں چُست۔ املاک: یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔ اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ: حضورؐ کے معجزہ شقُّ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں: حضورؐ کی معراجِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت: معراجِ جسمانی محض اللہ کا عطیہ تھا ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا۔ سفلی: وہ چیزیں جن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے، عناصرِ اربعہ میں سے ہوا اور آگ علوی ہیں جنکا طبعی تقاضا اوپر جانے کا ہے۔ انگیزد دوا: قدرتِ حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب: یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں: آب وگل سے بنے ہوئے پیغمبرؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا ونار: ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے اُن میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔

[3] ثقل: تلچھٹ، کثافت۔ جگر ہا: اس راز کو سمجھنے میں بہت سے جگر خون ہوگئے ہیں۔

آدمِ خاکی تو بَر رَو بر سَمَا [1]
اے خاکی آدم! تو آسمان پر جا

اے بلیسِ آتشی رَو تا ثَرَیٰ
اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چار طبع و علتِ اُولیٰ نیَم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں

در تصرف دائماً من باقیَم
میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

کارِ من بے علت ست و مُستقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے

نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر علت کی وجہ سے نہیں ہے

عادتِ [2] خود را بگردانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں

ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا

گویم آتش را کہ رَو گلزار شو
میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم سُبک شو ہمچو پشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا

چرخ را گویم فرو شو پیشِ چشم
میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم [3] اے خورشید مقرون شو بماہ
میں سورج کو کہہ دوں چاند سے مل جا

ہر دو را سازم چو دو ابرِ سیاہ
دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خورشید را سازیم خشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں

چشمۂ خوں را بفن سازیم مُشک
خون کے چشمہ کو ہنر سے مُشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح

یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ
اُن کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) جوا باندھ دے

اِنکارِ فلسفی بر قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا

قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مُقرئی میخواند از روئے کتاب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا

مَاءُکُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب
مَاءُکُمْ غَوْرًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں

چشمہا را خشک و خشکستاں کنم
چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

بدل دے۔ یوغ۔ ہل، گاڑی کا جوا۔ مُقرئی۔ پڑھنے والا۔ کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہنے والا پانی کون لائیگا۔ ز چشمہ۔ یہ سب اس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ غور۔ گڑھا۔

[1] فلک۔ جو کہ سفلی ہے اسکو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری علوی ہے اُس کو سفلی بنا دیا۔ ثریٰ۔ نمناک مٹی یعنی زمین۔ چار طبع۔ چاروں عنصر۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصرِ اربعہ ہی بالاستقلال متصرف ہیں۔ علتِ اولیٰ۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا ہے اور اُس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے اب کائنات میں اللہ (تعالیٰ) کا تصرف نہیں ہے۔ بے علت۔ انسان کے کام کی کوئی علت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سقیم۔ بیمار۔

[2] عادتِ خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرما دینے پر قادر ہے۔ غبار یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کے بجائے آگ سے بھر جائے۔ آگ کو حکم دے تو گلزار بنجائے۔ کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ چرخ۔ آسمان زمین بن جائے۔

[3] گویم۔ قیامت میں چاند اور سورج باہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائیگا جیسا کہ سورۂ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمۂ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے۔ چشمۂ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مشک بنجاتا ہے۔ آفتاب۔ یعنی صرف تبدیلِ صفات ہی نہیں خواجا ہے تو ماہیت

آب را در چشمہ کہ آرد دِگر — **جز منِ¹ بے مِثل با فضل و خطر**

(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟ مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ

فلسفیِ منطقیِ مُستہان — **میگذشت از سوئے مکتب آن زماں**

ایک ذلیل، فلسفی، منطقی اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

چونکہ بشنید آیت او از ناپسند — **گفت آریم آب را ما با کلند**

جب اُس نے آیت سنی تو ناپسندیدگی سے بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائیں گے

ما بزخمِ بیل و تیزیِ تبر — **آب را آریم از پستی زبر**

ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید او یک شیر مرد — **زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد**

وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا اُس (مرد) نے اُسکے منہ پر طمانچہ مارا، دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی² — **با تبر نورے بر آر ار صادقی**

اُس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

روز گشت و چشم خود را کور دید — **نورِ فائض از دو چشمش ناپدید**

دن ہو گیا، اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

گر بنالیدے و مستغفر شدے — **نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے**

اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست — **ذوقِ توبہ نُقلِ ہر سر مست نیست**

لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے توبہ کا ذوق، ہر مست کا چبینا نہیں ہے

زشتیِ اعمال و شومیِ جحود — **راہِ توبہ بر دلِ او بستہ بود**

بد اعمالی اور اِنکار کی بدبختی نے توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل بسختی³ ہمچو روئے سنگ گشت — **چون شگافد توبہ آں را بہر کشت**

دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا توبہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے!

چون شعیبے کو کہ تا او از دعا — **بہرِ کشتن خاک سازد کوہ را**

(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل — **گشت ممکن امرِ صعب مستحیل**

اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

---

¹ جز منِ - اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ مستہان - ذلیل - با کلند - یعنی فلسفی بولا نأتیہ بالمعاول والمعینین ہم اُس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے۔ زبر - بلندی پر۔

² شقی - بدبخت - کورے - یعنی اُن آنکھوں کا نور جو اندھی ہو گئی تھیں۔ گر بنالیدے - اگر اُس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی۔ در دست نیست - ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ نُقل - وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ جحود - اِنکار

³ دل بسختی - گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ شعیبؑ - مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہو گیا تھا، لیکن اِس کا ثبوت نہیں ہے۔ آں خلیل - حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی۔ صعب - دشوار۔ مستحیل - محال - ناممکن۔

یا بدریوزۂ[1] مقوقس از رسول ۔۔۔ سنگلاخے مزرعے شد با وصول

یا مقوقس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی وجہ سے ۔۔۔ پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

ہمچنیں بر عکس آں انکارِ مرد ۔۔۔ مس کند زر را و صلحے را نبرد

اسی طرح انسان کا انکار اُلٹا ۔۔۔ سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

کہربائے مسخ آمد ایں دعا ۔۔۔ خاکِ قابل را کند سنگ و حصیٰ

یہ (بد اعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے ۔۔۔ جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست ۔۔۔ مزدِ رحمت قسمِ ہر مزدور نیست

ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے ۔۔۔ ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہیں[2] بہ پشتِ آں مکن جرم و گناہ ۔۔۔ کہ کنم توبہ درآیم در پناہ

خبردار! اس کے بھروسہ جرم اور گناہ نہ کر ۔۔۔ کہ میں توبہ کر لوں گا، پناہ میں آ جاؤنگا

می بباید تاب و آبے توبہ را ۔۔۔ شرط شد برق و سحابے توبہ را

توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں ۔۔۔ توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را ۔۔۔ واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را

میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہیئے ۔۔۔ اِس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تا نباشد[3] برقِ دل و آبِ دو چشم ۔۔۔ کے نشیند آتشِ تہدید و خشم

جبتک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو ۔۔۔ دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ ابرِ مطر ۔۔۔ تا نباشد خندۂ برق اے پسر

جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو ۔۔۔ اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوق و وصال ۔۔۔ کے بجوشد چشمہا ز آبِ زلال

وصال کے ذوق کا سبزہ کب اُگتا ہے! ۔۔۔ نیر پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با چمن ۔۔۔ کے بنفشہ عہد بندد با سمن

گلستان چمن سے راز کب کہتا ہے؟ ۔۔۔ بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے چنارے کف کشاید در دعا ۔۔۔ کے درختے سر فشاند در ہوا

دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟ ۔۔۔ ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستینِ پُر نثار ۔۔۔ بر فشاندن گیرد ایامِ بہار

نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب ۔۔۔ بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

---

[1] دریوزہ۔ سوال، درخواست۔ مقوقس شاہِ مصر کا نام ہے جس کے پاس حضورؐ نے مکتوبِ گرامی نامہ بھیجا جس کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ با وصول۔ قابلِ پیداوار۔ انکار۔ یعنی خدا کی قدرت کا انکار۔ کہربا۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس میں کشش ہوتی ہے۔ حصیٰ۔ کنکر۔ دستور۔ حکم، اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔

[2] ہیں۔ توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے اِس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب۔ یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوزشِ دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق۔ یعنی دل کی شورش۔ سحاب یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ۔ پھل پکنے کے لئے گرمی اور پانی ضروری ہے۔ اِسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم۔ گناہوں پر جو اللہ کی وعیدیں اور غصہ ہے۔

[3] تا نباشد۔ جس طرح موسمِ بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں اِسی طرح دل کی کھیتی سوزشِ اندرونی اور آبِ چشم پر موقوف ہے۔ وصال۔ یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد۔ موسمِ بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں، اِسی طرح دل کے سوتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ۔ گلِ بنفشہ اور گلِ سمن موسمِ بہار میں کھلتے ہیں۔ چنار۔ ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ۔ شگوفے کے زیرہ

کے فروزد لالہ را رُخ ہمچو خوں[1]
خون جیسے (رنگ) سے لالہ چہرے کو کب چمکاتا ہے؟

کے گُل از کیسہ برآرد زر بروں
پھول تھیلی سے سونا، کب نکالتا ہے؟

کے بیاید بُلبُل و گُل بُو کُند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟

کے چو طالب فاختہ کُو کُو کُند
عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان
لق لق، لگ لگ (دل اور) جان سے کب کہے؟

لک چہ باشد مُلک لک اے مُستعان
لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار ملک تیرا ہے

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر
زمین، دل کے راز کب ظاہر کرے؟

کے شود چوں آسماں بُستان مُنیر
باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا[2]
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟

مِن کریمٍ مِن رحیمٍ کُلّہا
سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں

ایں نشانہا پائمردِ عابدیست
یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جسنے شاہ کو دیکھا ہو

چوں ندید اُورا نباشد انتباہ
جب اُس کو نہ دیکھا ہو آگاہی نہ ہوگی

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ اَلَسْت
اُس شخص کی روح جس نے عہد الست کے وقت

دید ربِّ خویش و شد بیہوش و مست
اپنے ربّ کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو شناسد بُوئے مے کو می خورد[3]
شراب کی بُو وہ پہچانتا ہے جو شراب پیے

چوں نخورد اُو مے چہ داند بُو گرد
جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالّہ است
کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے

ہمچو دلّالہ شہاں را دالّہ است
دلّال کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب در یک خوش لقا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے

کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا
جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مرادِ تو شود اینک نشاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے

کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں
کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

[1] ہمچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ زر یعنی پھول کا زیرہ۔ فاختہ۔ اسکی کوکو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لک لک۔ پانی کا پرندہ ہے جسکو لق لق بھی کہتے ہیں اُس سے لک لک کی آواز نکلتی ہے جس کے معنی ہیں "تیرے لئے" مولانا فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے۔ مُلکُ لک یا مُستعان "اے خدا ملک تیرا ہے"۔ اسرارِ ضمیر۔ موسمِ بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں سب کہاں کھولا اور گل میں نمایاں ہوگئے۔

[2] از کجا۔ موسمِ بہار میں نو بہارانِ چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسمِ بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشان۔ ایک عابد عارف برگِ درختانِ سبز کو معرفتِ کردگار کا ذریعہ بناتا ہے۔ شاہ۔ حضرتِ حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اُس کی نظر مصنوع پر رک جاتی ہے صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ الست۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

[3] او شناسد۔ آثار سے مؤثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اُس کو دیکھ لیتا ہے اُس کو لے لیتا ہے اسی طرح آیاتِ الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلالت ہوتی ہے۔ ایک عارف کو اُن آیات کو دیکھ کر ذاتِ حق یاد آجاتی ہے۔ دلّالہ۔ بشاطہ۔ دالّہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر خواب میں اگر تم سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتا دے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تم پر کیسی کیفیت طاری ہوگی۔

یک نشانے[1] آنکہ او باشد سوار
ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہوگا
یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہوگا

یک نشانیکہ بخندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے وہ تیرے سامنے ہنسے گا
یک نشاں کہ دست بندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھیگا

یک نشانے آنکہ ایں خوابے ہوس
ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب خواہش سے
چوں شود فردا نگوئی پیش کس
کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

زاں نشاں با والدِ یحیےٰؑ بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی
کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو
اے نیک عادت والے! اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا
کایں سکوت ست آیتِ مقصودِ تو
یہ خاموشی تیرے مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ہیں میاور ایں نشانے[2] را بگفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا
ویں سخن را دار اندر دل نہفت
اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بدت
تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا
ایں نشاں باشد کہ یحیےٰؑ آیدت
یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰؑ تیرے پاس پیدا ہو کر آئیگا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا
ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر
یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی دیکھے گا،

ایں نشانِ آں بود کاں ملک و جاہ
یہ اس کی نشانی ہوگی کہ جو ملک و مرتبہ
کہ ہمی جوئی بیابی از الہ
تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پائے گا

آنکہ[3] می گریی بہ شبہائے دراز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے
وانکہ می سوزی سحر گہ در نیاز
اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

وانکہ بے آں روزِ تو تاریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہو گیا ہے
ہمچو دوکے گردنت باریک شد
تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ دادی ہر چہ داری در زکات
وہ (جس کے لئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹا دیا
چوں زکاتِ پاک بازاں رختہاست
جبکہ پاکبازوں کی زکوٰۃ (خیرات) سامان ہوتا ہے

رختہا دادی و خواب و رنگ رو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب تاب مٹا دی
سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو
سر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

[1] یک نشاں۔ مقصود پورا ہو جانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئیگا دوسری یہ ہے کہ وہ آکر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کر سکیگا۔ والدِ یحییٰؑ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خو یعنی حضرت زکریاؑ۔ مقصودِ تو یعنی حضرت یحییٰؑ کی پیدائش۔

[2] ایں نشانے یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اس کو ملک و جاہ حاصل ہو اس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی تھیں۔

[3] آنکہ۔ جن کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ دوک۔ تکلا۔ ہر چہ داری۔ تمام مال و دولت۔ زکات یعنی خیرات۔ رختہا دادی۔ سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوا دی۔

چند در آتش نشستی ہمچو عُود[1]
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا!

چند پیشِ تیغ رفتی ہمچو خُود
ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچارگیہا صد ہزار
اِس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں

خوئے عُشّاقست و ناید در شمار
عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ تو نے خواب میں وہ اُحوال دیکھے

آنکہ بُودے آرزوئیش سالہا
جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد
تو نے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا

از امیدش روزِ تو پیروز شد
اِس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست
تو نے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں

کاں نشان و آں علامتہا کجاست
کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

برمثالِ[2] برگ می لرزی کہ وائے
تو پتّے کی طرح لرزتا تھا، کہ ہائے

گر رود در روز و نشاں ناید بجائے
اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دَوی در کوی و بازار و سَرا
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا

چوں کسے کو گم کُند گو سالہ را
اُس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیرست ایں دوا دو چیست
جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟

گم شدہ اینجا کہ داری کیست
تیرا اِس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیرست لیکن خیرِ من
تو اُس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت

کس نشاید کہ بداند غیرِ من
مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم[3] یک نشانم فوت شد
اگر میں ایک نشانی (بھی)، بتادوں تو وہ جاتی رہی

چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد
جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آگیا

بنگری در روئے ہر مردِ سوار
تو ہر سوار انسان کے مُنہ کو تکتا ہے

گویدت منگر مرا دیوانہ وار
وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
تو اُس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا

رُو بجُست وجوئے اُو آوردہ ام
میں اُس کی تلاش میں ہوں

دولتت پائندہ باد اے سوار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے

رحم کُن بر عاشقاں معذور دار
عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

[1] عُود۔ خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتّیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خَود۔ ڈھال۔ زینچنیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اِس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں دوڑا تا تھا۔

[2] برمثال۔ صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اِس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ دوا دو۔ بھاگ دوڑ۔ کیستت۔ تیرا کون ہے۔ خیرِ من۔ کیونکہ وہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔

[3] گر بگویم۔ خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے کہدینے سے وہ نشانی فوت ہو جائیگی اور اُس کا فوت ہو جانا موت کی برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ منگر۔ اشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔ معذور دار۔ گھورنے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کر دے۔

چوں طلب کردی بجِدٓ آمد نظر — جِدّ خطا نکند چنیں آمد خبر

جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی — حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیکبخت — پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا — اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق — بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق

تو بیہوش ہوگیا اور محراب میں گر پڑا — ناواقف نے کہا، یہ مکر اور نفاق ہے

اُو چہ می بیند دروایں شور چیست — اُو نداند کاں نشانِ وصلِ کیست

وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے — وہ نہیں جانتا کہ یہ کِس کے ملنے کی نشانی ہے؟

ایں نشاں در حقِّ اُو باشد کہ دید — آں دگر را کے نشاں آید پدید

یہ نشانی اُس کیلئے اہی ہے جس نے مقصد سمجھا ہے — دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

ہر زماں کز وے نشانے می رسد — شخص را جانے بجانے می رسد

جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے — اُس شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہیِ بیچارہ را پیش آمد آب — ایں نشانہا تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَاب

بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آگیا — یہ نشانیاں تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَاب جیسی ہیں

پس نشانہا کہ اندر انبیاست — خاص آں جاں را بُوَد کو آشناست

وہ نشانیاں جو انبیاءؑ میں ہیں — وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

ایں سخن ناقص بماند و بیقرار — دل ندارم بیدلم معذور دار

یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی — میرا دل نہیں ہے میں بیدل ہوں، معذور سمجھ

ذرہ ہارا کے تواند کس شمرد — خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد

ذرّوں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟ — خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را — می شمارم بانگِ کبک و زاغ را

میں باغ کے پتّوں کو گنتا ہوں؟ — میں چکور اور کوّے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

در شمار اندر نیاید لیک من — می شمارم بہرِ رُشدِ مُمتحن

وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں — مُبتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

نحسِ کیواں یا کہ سعدِ مشتری — ناید اندر حصر گرچہ بشمری

زُحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت — گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

ؔلہ جِدّ۔ کوشش۔ خبر، اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ مَنْ جَدَّ وَجَدَ "جس نے کوشش کی اُس نے پایا"۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بیخبر یعنی وہ لوگ جو اصل قصّے سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اُس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

ؔلہ ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی جو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا اُس میں جان پڑتی جارہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیاتِ قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتٰب یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

ؔلہ پس نشانہا۔ انبیاءؑ میں جو نشانیاں ہیں اُن سے وہی متاثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ ایں سخن۔ یعنی انبیاءؑ کی نشانیاں۔ بیقرار۔ غیر مرتب۔ ذرہا۔ انبیاءؑ کی نشانیاں ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق اُنکو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتّے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔ بہرِ رُشد۔ انبیاءؑ کی لا تعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان

کرنا ہو۔ نحسِ کیواں۔ [illegible]

لیک[1] ہم بعضے ازیں ہر دو[2] اثر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ

شرح باید کرد بہرِ نفع و ضر
(لوگوں کے) نفع و نقصان کے لئے بیان کر دینا چاہئے

تا شود معلوم آثارِ قضا
تاکہ قضاءِ (خداوندی) کے اثرات معلوم ہو جائیں

شمّۂ مر اہلِ سعد و نحس را
کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالعِ آں کس کہ باشد مشتری
جس کا طالع مُشتری ہو

شاد گردد از نشاط و سروری
وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور
جس کا طالع زُحل ہوگا ہر قسم کے شروں سے

احتیاطش لازم آمد در امور
معاملات میں اُس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زحل استارہ را
اگر میں اُس زحل ستارے کے (متعلق) نہ کہوں

ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اُس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن اے بیہودہ تا زاں آفتاب
اے بیہودہ! بس کر، کہیں اِس آفتاب

آتشے ناید بیکبارہ بتاب
کی آگ یکبارگی چمک نہ اُٹھے

ازکواکب در سپہرِ بیکراں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں

در دمے نے نور ماند نے نشاں
ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

آنچہ بر دارد در آں مشغول شو
جس کا نتیجہ نکلے اُس میں مشغول ہو

وز دگر گفتارہا معزول شو
دوسری باتوں سے جُدا رہ

جنبشِ اختر نیاید جز سقیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے

بر ندارد جز کہ لطفِ آں رحیم
سوائے اُس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذکرُوا اللہ شاہِ ما دستور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دیدی ہے

دید اندر نار و ما را نور داد
ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت[2] اگرچہ پاکم از ذکرِ شما
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں

نیست لائق مر مرا تصویرہا
مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

لیک ہرگز مست تصویر و خیال
لیکن مثال اور تخیّل کا عادی

در نیابد ذاتِ ما را بے مثال
ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

ذکرِ[3] جسمانہ خیالِ ناقص ست
جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے

وصفِ شاہانہ از آنہا خالص ست
شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

---

[1] لیک - باوجود ہشیار ہونے کے کچھ بیان کر دی جاتی ہیں۔ بس کن - اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں کوئی تجلی غیرت میں آگئی تو پھونک ڈالے گی۔ ازکواکب - اِس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔ آنچہ - پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے اُس سے کوئی فائدہ نہیں ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اُذکرُوا اللہ - خدا کا ذکر کرو یہ مفید ہے خواہ ہم اُسکی حمد و ثنا میں اُس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔

[2] گفت - اللہ تعالیٰ کی صفات کو ممکنات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات اُن سے پاکیزہ ہے لیکن چونکہ انسان مادی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادی چیزوں کی مثال دے کر ہی اُس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔

[3] ذکرِ جسمانہ - اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہہ نہیں ہے۔

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست — ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہا نہیں ہے — یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

انکار کردنِ موسیٰ علیہ السلام بر مناجاتِ شُبان[1]
ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار

دید موسیٰؑ یک شُبانے را براہ — کو ہمی گفت اے کریم و اے اِلٰہ
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا — کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت — چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں — تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم — جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں — تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کردوں

جامہ ات شویم شپشہایت[2] کُشم — شیر پیشت آورم اے محتشم
تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں ماردوں — اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

ور ترا بیماریِ آمد بہ پیش — من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو — اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت — وقتِ خواب آید بروبم جائیکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں، تیرے نازک پیر دباؤں — سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کردوں

اے خدائے من فدایت جانِ من — جملہ فرزندان و خان و مانِ من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان — تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانۂ تو من مدام — شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہمیشہ — صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نانہائے[3] روغنیں — خُمہائے جوغرات اے نازنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی — دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام — ق — از من آوردن ز تو خوردن طعام
تیار کروں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں — میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من — اے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان — اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

---

[1] انکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی حقیقی تعریف اِمکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہیئے اِسی کی مناسبت سے یہ قصّہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناشائستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیّت سے تھی لہٰذا مقبولِ بارگاہ بنی۔ چاکر۔ نوکر۔ چارق۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔

[2] شپش۔ سین کے ضمّہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ باوقار۔ خویش۔ اپنا، رشتہ دار۔ دستکت۔ دستکِ تو۔ پایکت۔ پایکِ تو۔ جایکت۔ جایکِ تو، اِن تینوں لفظوں میں کاف تصغیر، پیار کے لئے ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[3] نانہائے روغنیں۔ پراٹھے۔ جوغرات۔ دہی۔ ہی ہی ہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ و زاری۔

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں | گفت موسیٰؑ باکیستت[1] اے فلاں

وہ چرواہا اسطرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا | (حضرت) موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

گفت با آں کس کہ مارا آفرید | ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید

اُسنے کہا اُس ذات سے (ہمکلام ہوں) جسنے ہمیں پیدا کیا ہے | یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی | خود مسلماں ناشدہ کافر شدی

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہو گیا ہے | مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہو گیا ہے

اینچہ ژاژ ست واینچہ کفر ست و فُشار | پنبہ اندر دہانِ خود فشار

یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟ | اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

گندِ کفرِ تو جہاں را گندہ کرد | کفرِ تو دیبائے دیں را ژندہ کرد

تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے | تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا

چارُق[2] و پاتابہ لائقِ مر تراست | آفتابے را چنینہا کے رواست

چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے | آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را | آتشے آمد بسوزد خلق را

اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے گا | آگ آئے گی اور دنیا کو جلا دے گی

آتشے گر نامدست ایں دُود چیست | جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست

اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے؟ | جان کالی ہو گئی، روح مردود کیوں ہے؟

گر ہمی دانی کہ یزداں داور ست | ژاژ و گستاخی ترا چوں باور ست

اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے | بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

دوستی[3] بے خرد چوں دشمنی ست | حق تعالےٰ زیں چنیں خدمت غنی ست

بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے | اللہ تعالےٰ اِس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

با کہ می گوئی تو ایں باعم و خال | جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال

تو یہ کس سے کہہ رہا ہے؟ چچا اور ماموں سے | جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

شیر اُو نوشد کہ در نشو و نماست | چارق اُو پوشد کہ اُو محتاجِ پاست

دودھ وہ پیتا ہے جو نشو ونما میں ہے | چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

ور برائے بندہ است ایں گفتگو | آنکہ حق گفت اُو منست و من خود اُو

اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے | جسکے بارے میں اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

[1] باکیستت۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس ہے، ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ فُشار۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بیہودہ بات۔ فَشار۔ فا کے فتحہ کے ساتھ فشردن بمعنی نچوڑنا، گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی، یعنی تیری اس گفتگو سے کفر و الحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔

[2] چارُق۔ جوتا، چپل۔ پاتابہ۔ جوتا، کھڑاؤں۔ آفتابے یعنی ذاتِ خداوندی۔ خلق را ایک شخص کا گناہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اُس کے آثار آگئے ہیں جس سے دل سیاہ ہو گیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔

[3] دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں۔ یعنی وہ خدمتیں جو گڈریا اللہ تعالےٰ کے لئے بیان کر رہا تھا۔ عم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گڈریئے نے پیر دبانے کو کہا تھا۔ حاجت۔ گڈریئے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔ شیر۔ غذا کی اُس کو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اُسکا نشو ونما ہوتا ہو۔ محتاجِ پا۔ اللہ تعالےٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ ور برائے۔ بعض خدا کے نیک بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کرکے حضرت حق کی مرضیات کے مطابق ڈھل جاتے ہیں انکے بارے میں حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں بنی آدم کو خطاب کرکے فرمائے گا۔ خطاب کا مضمون آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔

آنکہ گفت اِنّی[1] مَرِضتُ لَم تعُد — من شدم رنجور او تنہا نہ شُد

جسکے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تونے عیادت کیوں نہ کی؟ — میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یسمع وبی یبصر شدہ است — در حقِ آں بندہ ایں ہم بیہدہ است

وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے ہوگیا ہے — اُس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب گفتن سخن با خاصِ حق — دل بمیراند سیہ دارد ورق

اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا — دل کو مُردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ — گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ

اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے — اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصدِ خونِ تو کند تا ممکن ست — گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست

حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے — اگرچہ خوش مزاج اور بُردبار اور صاحبِ سکون ہو

فاطمہ[2] مدح ست در حقِ زناں — مرد را گوئی بود زخمِ سناں

عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے — (اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہوگا

دست و پا در حقِ ما استایش ست — در حقِ پاکیِ حق آلائش ست

ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے — اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَم یَلِد لَم یُولَد او را لائق ست — والد و مولود را او خالق ست

نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کیلئے مناسب ہے — (کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہر چہ جسم آمد ولادت وصفِ او ست — ہر چہ مولود ست او زیں سوئے جو ست

جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے — جو جنا ہوا ہے وہ اِس طرف (جسم) کا جوئندہ ہے

زانکہ از کون[3] و فساد ست و مہیں — حادث ست و مُحدِثے خواہد یقیں

چونکہ وہ بننے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے — وہ نوپیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی

اس نے کہا اے موسیٰ! تم نے میرا منہ سی دیا — اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیاباں و برفت

کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی — بیاباں کا رُخ کیا اور چل دیا

---

[1] اِنّی مَرِضتُ لَم تعُدنِی۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کو نہ آیا"۔ تو اس سے مُراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اسکی مزاج پرسی کیوں نہ کی تھی۔ ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بی یَسمَعُ وَبی یُبصِرُ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اُس کی قوتِ سامعہ اُسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوتِ باصرہ اُسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔ بے ادب۔ اللہ کے اِن مخصوص بندوں سے گستاخانہ باتیں کرنا دل کو مردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

[2] فاطمہ۔ دودھ چھڑانے والی یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضورؐ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کریگی۔ لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ بُرا مان جائیگا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ پیر میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کیلئے ثابت کرو تو اُس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لَم یَلِد وَلَم یُولَد۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُسکو کسی نے جنا۔ جو بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ بحرِ وحدت کا کیا ہے یعنی جنا ہوا ہونا ذاتِ باری سے کم درجہ کے لئے ہے بعض صاحبان نے اس کو جوئندہ کے معنی میں لیا ہے۔ از یں سُو یعنی عالمِ امکان

[3] کون و فساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ جسمانی اور مادی چیزوں کا خاصہ ہے۔ حادِث۔ نو پیدا۔ مُحدِث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ چرواہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔

عتاب کردنِ حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام بہر شُبان

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰ پر وحی آئی

بندۂ مارا ز ما کردی جُدا
تونے ہمارے بندے کو ہم سے جُدا کر دیا

تو برائے وصل کردن آمدی
تو مِلانے کے لئے آیا ہے

نے برائے فصل کردن آمدی
جُدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تا توانی پا منہ اندر فراق
جب تک ہو سکے جُدائی میں قدم نہ رکھ

کا بغضُ الاَشیاءِ عِندی الطّلاق
اِسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بُری چیزوں میں سب سے بُری ہے

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے

ہر کسے را اِصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کو ایک اِصطلاح دی ہے

در حقِ اُو مدح در حقِ تو ذم
اُسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں بُرائی ہے

در حقِ اُو شہد و در حقِ تو سم
اُسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

در حقِ اُو نور در حقِ تو نار
تیرے حق میں وہ نور ہے اُسکے حق میں آگ ہے

در حقِ اُو وَرد در حقِ تو خار
اُسکے حق میں وہ گُلاب کا پھول ہی تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

در حقِ اُو نیک در حقِ تو بد
اُسکے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بُری ہے

در حقِ اُو خوب در حقِ تو رَد
اُسکے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزّہ ہیں

از گراں جانی و چالاکی ہمہ
سُستی اور چُستی سب سے (منزّہ ہیں)

من نکردم امر تا سُودے کُنم
میں نے حکم اِس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اُٹھاؤں

بلکہ تا بر بندگاں جودے کُنم
بلکہ اِس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اِصطلاحِ ہند مدح
ہندوستان والوں کیلئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے

سندیاں را اِصطلاحِ سند مدح
سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

من نگردم پاک از تسبیحِ شاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں

پاک ہم ایشاں شوند و دُر فشاں
وہی پاک اور موتی برسانیوالے بن جاتے ہیں

مُستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر مُلک والے اپنی لغت اور اصطلاح میں تعریف کر سکتے ہیں۔ نگردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ دُرفشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے دلانے ہیں۔

ا‍ہ جُدا۔ یعنی ذکر سے جو اُسے قرب حاصل تھا وہ نہ رہا۔ وصل۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہے۔ الطّلاق۔ حدیث شریف ہے۔ اَبغَضُ الحَلاَلِ عِندَ اللہِ الطَّلاَقُ۔ حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے۔ ہر انسان اپنی اِستعداد اور اپنے مروّجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اُس کی تعریف بہر حال مقبول ہے اور اُس کی وہ حمد اُسکے لئے باعث تعریف ہے ایک عامی انسان اپنی اِستعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اُس کے لئے وہ بُرائی ہے۔

ےہ در حق۔ حضورؐ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اُس کے لئے نور بنا آنحضورؐ نے اُس کا اسلام معتبر مانا اگر یہی جملہ ایک عالم فاضل کہے تو کفر ہے جو موجب نار ہے۔ رَد۔ مردود۔ ما بری۔ انسان تقدیس و تسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اُس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اُس کو نہ روکو۔

ےہ من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کر کے رحم و کرم کے

ما[۱] بروں را ننگریم و قال را — ما دروں را بنگریم و حال را

ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں — ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ناظرِ قلبیم اگر خاشع بود — گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود

ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنیوالا ہو — اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عَرَض — پس طفیل آمد عَرَض جوہر غرض

اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا عرض ہے — تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے

چند ازیں الفاظ[۲] و اضمار و مجاز — سوز خواہم سوز با آں سوز ساز

یہ مُنہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟ — میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں! سوز سے موافقت کر

آتشے از عشق در جاں برفروز — سر بسر فکر و عبارت را بسوز

عشق کی آگ، جان میں روشن کر — (غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلادے

موسیا آداب داناں دیگر اند — سوختہ جان و رواناں دیگر اند

اے موسیٰ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں — سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

عاشقاں را ہر زماں سوزیدنیست — بر دہِ ویراں خراج و عُشر نیست

عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے — اُجاڑ گاؤں پر خراج اور عُشر نہیں ہے

در خطا[۳] گوید ورا خاطی مگو — گر بود پُر خوں شہید آں را مشو

اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اُس کو خطا وار نہ کہہ — اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اُس کو نہ دھو

خوں شہیداں را از آب اولیٰ تر است — ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے — یہ غلطی تو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست — چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست

کعبہ کے اندر قبلہ (رُو ہونے) کی رسم نہیں ہے — اگر غوطہ خور کے پاس چپّل نہیں ہیں تو کیا فکر ہے؟

تو ز سرمستاں قلاوزی مجو — از رفو مر جامہ چاکاں را مگو

تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر — جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر

ملتِ عشق از ہمہ ملت جدا است — عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے — عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ تعالیٰ ہے

۱ ما بروں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنیوالا۔ خاضع۔ خاکساری کرنیوالا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض یعنی اصلی مقصد۔

۲ الفاظ جو مُنہ سے بولا جائے۔ اِضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔ مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر دوسرے معنیٰ مراد لینا۔ انسان کی تقریر و کلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰ۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ یعنی وہ لوگ جن کی روحیں عشقِ خداوندی میں اچھی بھن گئی ہیں۔ بر دہ یعنی ویران گاؤں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ معاف کر دیا جاتا ہے اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

۳ در خطا۔ جذبۂ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے اُس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خوں۔ خون آلودہ شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مُردوں سے افضل ہے۔ در درون۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر بیٹھ کر نماز پڑھے تو جدھر کو جی چاہے رُخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچیلہ۔ چپّل۔ قلاوزی۔ رہنمائی۔ ملتِ عشق۔ غلبۂ حال میں صرف ذاتِ باری کی طرف توجہ ہوتی ہے مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔

لعلؔ را گر مُہر نبود باک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے، پروا نہیں ہے

عاشق از دریائے غم غمناک نیست
عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السّلام در عُذر خواستنِ آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السّلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سِرِّ موسیٰؑ حق نہفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰؑ کے باطن میں مخفی کر دیئے

رازہائے گفت کاں ناید بگفت
بات کے وہ راز جو بیان نہیں کئے جا سکتے

بردلِ موسیٰؑ سخنہا ریختند
(حضرت) موسیٰؑ کے دل میں بہت سی باتیں ڈالدیں

دیدن و گفتن بہم آمیختند
مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود
چند (بار) بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے

چند پرید از ازل سوئے ابد
چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست
اسکے بعد اگر میں تشریح کردوں تو بیوقوفی ہے

زاں کہ شرحِ ایں ورائے آگہی ست
اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

ور بگویم عقلہا را بر کند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کردے

ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے مُعتبر
اگر میں اُس کی قابل بھروسہ شرح میں بیان کروں

تا قیامت باشد ایں بس مختصر
قیامت تک (بھی)، وہ بہت مختصر (بیان) ہوگی

لاجرمؔ کوتاہ کردم من زباں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کرلی

گر تو خواہی از درونِ خود بخواں
اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰؑ ایں عتاب از حق شنید
جب (حضرت) موسیٰؑ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی

در بیاباں از پئے چوپاں دوید
جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سر گشتہ راند
اُس دیوانے کے نقشِ قدم پر روانہ ہوگئے

گرد از پرّہ بیاباں بر فشاند
بیابان کے دامن سے گرد اُڑائی

گامؔ پائے مردمِ شوریدہ خود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار

ہم زگامِ دیگراں پیدا بُود
دوسروں کی رفتار سے جُدا ہوتی ہے

یک قدم چوں رُخ ز بالا تا نشیب
ایک قدم رُخسار کی طرح اوپر سے نیچے کو

یک قدم چوں پیل رفتہ بر اریب
ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

ا؎ لعل۔ لعل و گوہر پر کسی ٹھپّے اور سکّے کی ضرورت نہیں وہ خود قیمتی ہے۔ سِرّ۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند یعنی حضرت موسیٰؑ کو عروج حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشافات ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالمِ ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ ور بگویم ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

۲؎ لاجرم۔ وہ کیفیات خود اپنے اوپر طاری کرو تب کچھ معلوم ہو سکے گا۔ چوپاں۔ وہی گڈریا جس کو حضرت موسیٰؑ نے ڈانٹا تھا۔

۳؎ گام پائے۔ دیوانوں کے قدم بھی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔

گاہ چوں موجے برافرازاں عَلَم — گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے — کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود — ہمچو رَمّالے کہ رملے بر زند
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا — رمّال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں — گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں
کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا — کبھی لُڑھکتا ہوا جیسے بَلّے سے گیند

عاقبت دریافت اُو را او بدید — گفت مُژدہ دہ کہ دستورے رسید
انجام کار اُس کو پالیا اور دیکھا — فرمایا مبارک ہو، اجازت آگئی ہے

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو — ہر چہ می خواہد دلِ تنگت بگو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر — جو تیرا تنگ دل چاہے، کہتا رہ

کفرِ تو دین ست و دینت نورِ جاں — ایمنی از تو جہانے در اماں
تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے — تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

اے مُعافِ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ — بے مُحابا رو زباں را بر گشا
اے "یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ" کے معافیدار — جا، بے تامّل زبان کھول

گفت اے موسیٰؑ ازاں بگذشتہ ام — من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام
کہا، اے موسیٰؑ اِس سے میں گذر چکا ہوں — اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

من ز سِدرہ منتہیٰ بگذشتہ ام — صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام
میں سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی سے گذر گیا ہوں — لاکھوں سال (کی مسافت) اُس سے آگے کی جانب چلا گیا ہوں

تازیانہ بر زدی اسپم بگشت — گنبدی کرد و ز گردوں بر گذشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا مُڑ گیا — جَست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

محرمِ ناسُوتِ ما لاہُوت باد — آفریں بر دست و بر بازوت باد
(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت محرم بنے — تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست — آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے — جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست — نقشِ تُست آں نقشِ آں آئینہ نیست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے — وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اُس آئینہ کا نہیں ہے

۵۳ گاہ - دیوانہ کبھی سر اُٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا بڑھ جائے۔ مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔ عاقبت بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰؑ کو مل گیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تجھے اِسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفرِ تو دوسروں کے لئے اگرچہ وہ کلماتِ کفریہ ہوں لیکن تیرے لئے عینِ دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے اَمن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی اَمن حاصل ہے۔ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَآءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے اِن کلمات کی اجازت دیدی ہے۔ ازاں۔ یعنی مقامِ مناجات۔

۵۴ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ تک کی پرواز کی آخری حد ہے۔ یعنی اب میں اپنے اُس مقام سے گذر گیا جہاں غلبۂ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپکی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالمِ اجسام۔ لاہوت۔ عالمِ ذاتِ الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حالِ من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

۵۵ نقش می بینی۔ حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید" کے جزا ہم نیست" سے ہے یعنی اللہ کی تعریف ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کرتا ہے، آئینہ میں خود اپنا عکس نظر آتا ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہ آئینہ کے نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔

دمٌ[1] کہ مردِ نائی اندر نائے کرد
نے، بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری

درخورِ نایست نے درخورِ مرد
وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ (نے بجانے والے) مرد کے مناسب

ہاں و ہاں گر حمد گوئی و سپاس
خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے

ہمچو نافرجامِ آں چوپاں شناس
اُس نالائق گڈریئے کی سی سمجھ

حمدِ تو نسبت بتو گر بہتر ست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے

لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست
لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے[2] بہتر نبودے مر ترا
کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی

دردِ اُو و سوز بودے مر ترا
اُس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا برداشتند
جب پردہ اُٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا؟

کایں نبودست آنچہ می پنداشتند
جو انھوں نے خدا کے بارے میں تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

ایں قبولِ ذکرِ تو از رحمت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے

چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست
جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

با نمازِ اُو بیالودست خوں
اُس کی نماز سے خون وابستہ ہے

ذکرِ تو آلودہ تشبیہ و چوں
تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلیدست و بآبے می رود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دُھل جاتا ہے

لیک باطن را نجاستہا بُود
لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں[3] بغیرِ آبِ لطفِ کردگار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر

کم نہ گردد از درونِ مردِ کار
کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دھلتیں

در سجودت کاش رُو گردانیے
کاش تو سجدے میں رُخ پھیرتا

معنیِ سُبحانَ رَبِّیَ دانیے
"اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنی جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا
یعنی (اے خدا) میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیرے) لائق نہیں ہے

مر بدی را تو نکوئی دہ جزا
تو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں از حلمِ حق دارد اثر
(اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری کا اثر ہے

تا نجاست بُرد و گلہا داد بر
کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے لیکن تیری ذات وہ ہے جو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے "یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ"۔ اللہ اُن کی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایں زمین۔ زمین اللہ کی صفتِ حلم سے متصف ہے۔

[1] دَم کہ۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اُس کو قبول نہیں کر سکتی ہے جس طرح نے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اُس کے پردے پھٹ جائیں، نے کے لحاظ سے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں۔ ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریئے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتر۔ ناقص، ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔

[2] کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اُس کی بجائے تمہارے دل میں سوز و گداز ہو۔ چند گوئی۔ قیامت میں جب حجابات رفع ہونگے تو تمہیں پتہ چل جائیگا کہ ذاتِ باری وہ نہ تھی جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔ تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں اُن میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں اُن کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔

[3] کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دُھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سُبحانَ رَبِّیَ الأعلیٰ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ

تا بپوشد اُو پلیدیہائے ما
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے

در عوض بر روید از وے غنچہا
بدلے میں اُس سے غنچے کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد وجود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں

کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ اُو گل و میوہ نرُست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا

جز فسادِ جملہ پاکیہا نجست
پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے

حسرتا یا لیتنی کنتُ تراب
افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا

ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
مٹی کی طرح بیج کو چن لیتا

چوں سفر کردم مرا رہ آزمود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزمایا

زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو
اسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کیطرف ہے کیونکہ وہ

در سفر سودے نہ بیند پیش رو
ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

روئے واپس کردنش از حرص و آز
اُس کا واپسی کی طرف رُخ کرنا حرص اور لالچ کیوجہ سے ہے

در رہِ اُو ہیچ نہ صدق و نیاز
اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

ہر گیا را کش بود میلِ علا
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے

در مزید ست و حیات و نما
وہ بڑھوتری اور زندگی اور نشوونما میں ہے

چونکہ گردانید سر سوئے زمیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا

در کمی و خشکی و نقص و غبیں
وہ گھاٹا اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

میلِ روحت چوں سوئے بالا بود
تیری روح کا میلان جب (عالمِ) بالا کی طرف ہو

در تزاید مرجعت آں جا بود
ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا

ور نگونساری سرت سوئے زمیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے

آفلی حق لا اُحبُّ الآفلیں
تو غروب کر جانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

ورنگونساری - جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔
حق - دراصل حقا تھا۔

ل۱ پلیدیہا گندگیاں نجاستیں ہوتی ہیں۔ دید - بیند قیامت میں کافر دیکھے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے زمین بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اس نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جز فساد - زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت - یعنی قیامت میں حسرت سے کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا۔ سفر - جمادات سے ترقی کرکے نوعِ حیوانی وجود میں آئی ہے۔ دانہ - زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلے میں پھل پھول اُگا دیتی ہے۔

ل۲ چوں سفر - سفر کی حالت میں انسان کی صحیح فطرت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رہ آورد - تحفۂ سفر۔ میلش یعنی اُس کا کہنا یا لیتنی کنتُ ترابًا کاش میں مٹی ہوتا۔ روئے واپس یعنی مٹی بن جانے کی خواہش عجز اور نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہر گیا - کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہو کہ گھاس میں جب تک نشوونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے جب مُردنی چھاتی ہے تو اُس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

ل۳ میلِ روحت - روحِ انسانی کو جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اُس کو ترقی حاصل ہوتی ہو

پرسیدن موسیٰ علیہ السّلام از سرِّ غلبۂ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السّلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰؑ اے کریمِ کارساز
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے کارسازِ کریم!

اے کہ یک[۱] دم ذکرِ تو عمرِ دراز
اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمرِ دراز ہے

نقش کژمژ دیدم اندر آب و گِل
میں نے عالمِ آب و گِل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں (دیکھی ہیں)

چوں ملائک اعتراضے کرد دل
ملائکہ کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

کہ چہ مقصودست نقشے ساختن
کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا

واندرو تخمِ فساد انداختن
اور اس میں فساد کا بیج بو دینا

آتشِ ظلم و فساد افروختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا

مسجد و سجدہ کناں را سوختن
مسجد اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

مایۂ[۲] خونابہ و زردابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو

جوش دادن از برائے لابہ را
دل لگی کے لئے جوشش دینا

من یقیں دانم کہ عینِ حکمت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) بعینہٖ حکمت ہے

لیک مقصودم عیانِ رویت ست
لیکن میرا مقصد، مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کُن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چُپ رہ

حرصِ رویت گویدم نے جوش کُن
دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مر ملائک را نمودی سرِّ خویش
تونے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کردیا

کایں چنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
کہ اس طرح کا شہد، ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدمؑ را عیاں
تونے آدمؑ پر علم، کھلم کھلا پیش کردیا

بر ملائک گشت مشکلہا بیاں
فرشتوں کے اشکالات حل کردیئے

حشرِ[۳] تو گوید کہ سرِّ مرگ چیست
تیرا حشر بتادے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟

میوہا گویند سرِّ برگ چیست
میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سرِّ خون و نطفہ حُسنِ آدمی ست
خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حُسن ہے

سابقِ ہر بیشیِ آخر کمی ست
ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

---

۱ یک دم۔ تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکرِ الٰہی ہو، درازِ عمر کے قائم مقام ہے۔ کژمژ۔ یعنی سمجھ میں نہ آنیوالی چیزیں۔ چوں ملائک۔ آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال و اعتراض معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لئے تھا۔ کہ چہ مقصود۔ دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے۔ آتش۔ کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی سجدہ کرنیوالوں کا قتلِ عام ہوتا ہے۔

۲ مایہ۔ انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم و فساد کے کھیل کھیلتا ہے۔ عیانِ رویت۔ صاف دیکھنا آں یقین۔ یعنی یہ یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے۔ جوش کُن۔ یعنی جوش خروش سے سوال کر۔ کایں چنیں۔ فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قوٰی ہی خلافتِ خداوندی کے اہل اور صفاتِ الٰہی کا مظہر ہوسکتے ہیں۔ نوش یعنی خلافت۔ نیش۔ انسان کی فطرت جس میں فتنہ و فساد بھی مُضمر ہے۔ نورِ آدمؑ۔ علمِ آدمؑ۔ مشکلہا۔ یعنی آدمؑ کی خلافت پر جو اشکالات تھے۔

۳ حشرِ تو۔ حضرت موسیٰؑ کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے۔ برگ۔ پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گرمی اور سردی سے حفاظت کرکے پکاتے ہیں تو ان کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ سرِّ خوں۔ انسانی قوام کا حُسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اس سے انسان نوجوان اور حسین بن جاتا ہے۔ سابق۔ ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے۔

لوحؔ[1] را اوّل بشوید بے وقوف — آنگہے بروے نویسد اُو حروف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے — پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کُند دل را ز اشکِ مُستہاں — بر نویسد بروے اُسرارِ نہاں
(سالک) بے وقت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے — (پھر) اُس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

وقتِ شُستن لوح را باید شناخت — کہ مر آں را دفترے خواہند ساخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہئے — کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانہ می افگنند — اوّلیں بنیاد را بر می کنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں — پہلے نیو کھودتے ہیں

گِل برآرند اوّل از قعرِ زمیں — تا باآخر برکشی ماءِ مَعیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں — تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

از حجامتؔ[2] کودکاں گریند زار — کہ نمی دانند ایشاں سِرِّ کار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں — کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زر می دہد حجّام را — می نوازد نیشِ خوں آشام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے — خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

می دوَد حمّال در بارِ گراں — میرُباید بار را از دیگراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قُلی دوڑتا ہے — دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگِ حمّالاں برائے بار بیں — ایں چنیں ست اجتہادِ مردِ دیں
بوجھ کے لئے قُلیوں کی جنگ پر غور کر — دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

چوں گرانیہا اساسِ رحمت ست — تلخیہا ہم پیشوائے نعمت ست
جبکہ گرانیاں، رحمت کی بنیاد ہیں — تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفّتِ الجنّۃُ بمکروہاتنا — حُفّتِ النّیرانُ من شہواتنا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے — (اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

تخمِؔ[3] مایہ آتشت شاخِ ترست — سوختہ آتش قرینِ کوثرست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے — آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست — آں جزائے لذّتے و شہوتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے — وہ لذّت اور شہوت کی سزا ہے

---

[1] لوح را۔ یعنی ہر کمی بیشی کا سبب ہے، تختی پر سب پہلے ہر چیز مٹا دی جاتی ہے پھر اُس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اُس پر اَسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقتِ شُستن۔ عقلمند انسان کمی میں بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ چوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پُرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔ گِل برآرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔

[2] از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، پچھنے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھا لینے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مردِ دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ چوں۔ دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔ حُفّت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنّت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنّم ملتی ہے۔

[3] تخمِ مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سکھا کر اسکو جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اُس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ نفس کی لذتوں کے نتیجہ میں جیلخانہ جانا پڑتا ہے۔

هر کرا در قصرِ ¹ قربِ دولتی ست — آں جزائے کارزار و محنتی ست
جو محل میں صاحبِ سلطنت ہے — وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

هر کرا بینی بزر و سیم فرد — داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد
جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے — سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

بے سبب ² بیند چو دیدہ شد گزار — تو کہ در حسّی سبب را گوش دار
جب آنکھ (عالمِ اسباب سے) گذر جانیوالی بنجائے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے — تو حس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست — منصبِ خرقِ سببہا آنِ اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے — اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند نہ از آب و گیا — چشمہ چشمہ معجزاتِ انبیا
بغیر سبب کے، پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے — کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب ³ ہمچوں طبیبست و علیل — ایں سبب ہمچوں چراغست و فتیل
یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار — یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نو بتاب — پاک داں زینہا چراغِ آفتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے — سورج کے چراغ کو اُن سے پاک سمجھ

رَو تو کہگل سازِ بہرِ سقفِ خاں — سقفِ گردوں را ز کہگل پاک داں
گھر کی چھت کے لئے توگارا تیار کرلے — آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ما غم سوز شد — خلوتِ شب در گذشت و روز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنیوالا بن گیا — رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را — جز بدردِ دل مجو دلخواہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا — دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردہ خر پروردہ — لاجرم چوں خر بروں پردہ
تو نے عیسیٰ کو چھوڑا ہے، گدھے کی پرورش کی ہے — لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

ـه۱ در قصرِ۔ جنگوں کی مشقّتیں اور محنت برداشت کرنے سے ہی تختِ شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ جب محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم چونکہ مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش میں حکمت ہے۔

ـه۲ بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اُس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اُس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرتِ الٰہی سے سمجھتا ہے تب اُس کے لئے ترکِ اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اُس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے اب اُس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔ بیند۔ جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے اُن کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے اُن کو متعلق نہیں کرتا۔

ـه۳ ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کے لئے بتی۔ چراغت۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں۔ رَو تو۔ گھر کیلئے کہگل ضروری ہے ورنہ منہدم ہو جائیگا آسمان اُس سے منزّہ ہے یہی عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم رذائل سے پُر تھے لہٰذا ہم پر تجلّی نہ ہوئی۔ ترک۔ خاص مقام اور تجلّی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ یعنی روح، عقل۔ خر یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہِ رب العزّت۔

طالعِ عیسیٰؑ ست علم و معرفت — طالعِ خر نیست اے تو خر صفت

علم و معرفت عیسیٰؑ کا نصیبہ ہے — اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت — پس ندانی خر خری فرمایدت

تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آ جاتا ہے — تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کریگا

رحم بر عیسیٰؑ کن و بر خر مکن — طبع را بر عقل خود سرور مکن

عیسیٰؑ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر — نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را ہل تا بگرید زار زار — تو ازو بستان و وامِ جاں گذار

نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے — تو اُس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

سالہا خر بندہ بودی بس بُوَد — زانکہ خر بندہ ز خر واپس بُوَد

تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے — کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

زاَخِّرُوْهُنَّ مرادش نفسِ تُست — کُو بہ آخر باید و عقلت نخست

ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مُراد ہے — کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیئے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شدست ایں عقلِ پست — فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست

یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہو گئی ہے — اُس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت — در مقامِ عاقلاں منزل گرفت

(حضرت) عیسیٰؑ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا — عقلمند دل کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف — از سوارِ زفت گردد خر نحیف

کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا — بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود ز ضعفِ عقلِ تو اے خر بہا — ایں خرِ پژمردہ گشتست اژدہا

اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے — یہ ادھموا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گر ز عیسیٰؑ گشتۂ رنجور دل — ہم ازو صحت رسد او را مہل

اگر تو عیسیٰؑ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہو — اُسی سے صحت حاصل ہو گی، اُس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج — کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج

اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟ — دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

---

۱ طالعِ عیسیٰ۔ علم و معرفت روح کا حصّہ ہے، نفس اُس سے بے بہرہ ہے۔ نالۂ خر۔ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو اُنکو پورا کر دیتا ہے۔ رحم۔ روح کی پرورش کر نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بود۔ گدھے والا جو گدھے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔

۲ اَخِّرُوْهُنَّ۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اَخِّرُوْهُنَّ حَیْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰہُ "موخر کرو ان کو جبکہ موخر کیا ہے اُن کو اللہ نے" مولانا فرماتے ہیں اِس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے مؤخر رکھنے کا حکم ہے اِسی طرح اُس میں نفس کو عقل سے موخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقلِ پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰؑ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنا دیگا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے میں ہوا۔ سوارِ زفت۔ قوی سوار یعنی غالب عقل۔

۳ خرد۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گر ز عیسیٰؑ۔ شیخ بمنزلہ حضرت عیسیٰؑ کے ہے جو مردہ روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ ذریعۂ صحت وہی ہے۔

اے مسیح۔ پہلے شعر میں مرید کو نصیحت تھی اب پیر کو خطاب ہے۔

چونی اے[1] عیسیٰؑ ز دیدارِ یہود — چونی اے یوسفؑ ز اخوانِ حسود

اے عیسیٰؑ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟ — اے یوسفؑ! حاسد بھائیوں کی وجہ سے آپ کیسے ہیں؟

تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر — چوں شب و روزی بدو بخشائی عُمر

تو دن رات اِس بے وقوف قوم کے پیچھے — دن رات کی طرح ہے (اور) اسکو زندگی بخشتا ہے

آہ ازیں صفرائیانِ بے ہُنر — چہ ہُنر زاید ز صفرا دردِ سر

ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے — صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر (پیدا ہوتا ہے)

تو ہماں کُن کہ کُند خورشیدِ شرق — با نفاق و حیلہ و دُزدی و زُرق

تو وہی کر جو مشرق کا سورج کرتا ہے — باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عَسل ما سِرکہ در دنیا و دیں — دفعِ ایں صفرا بود سرکنگبیں

دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں — سکنجبین اِس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

سِرکہ[2] افزودیم ما قومِ زحیر — تو عَسل بفزا کرم را وامگیر

ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے — تو شہد میں اضافہ کر دے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزید از ما چنیں آمد ز ما — ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ

ہم اِسی لائق تھے ہم سے ایسا ہی ہوا — ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھا بن

آں سزد از تو ایا کحلِ عزیز — کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز

اے پیارے سُرمے! تیرے ہی لائق ہے — کہ تجھ سے ہر ناچیز، کوئی چیز حاصل کر لے

زآتشِ ایں ظالمانت دل کباب — از تو جملہ اِہدِ قومی بُد خطاب

اِن ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے — تیری جانب سے اِہدِ قومی کا جملہ خطاب ہے

کانِ[3] عُودی در تو گر آتش زنند — ایں جہاں از عطر و ریحاں پُر کنند

تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے — اِس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تو نہ آں عُودی کز آتش کم شود — تو نہ آں رُوحی اسیرِ غم شود

تو وہ اگر نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے — تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بن جائے

عُود سوزد کانِ عُود از سوز دور — باد کے حملہ بَرد بر اصلِ نور

"اگر" جل جاتا ہے، "اگر" کی کان جلنے سے دور ہے — اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے؟

[3] کانِ عُودی: اگر کی لکڑی کو اگر جلایا جائے تو اُس کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں، پیر بمنزلہ عُود کے ذخیرہ کے ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے یعنی مُریدوں کی بدکاری اُس کے فیض کو ختم نہیں کر سکتی ہے۔

[1] اے عیسیٰؑ: یعنی شیخ۔ یہود: یعنی بدکردار مُرید۔ یوسفؑ: یعنی پیر۔ اخوانِ حسود: یعنی بدعمل مُرید۔ تو شب و روز: شیخ کی توجہ رُوح کی عمر دراز کرتی ہے۔ صفرائیاں: صفراوی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ اُن کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہماں کُن: جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منوّر کرتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے اُن کو فیض سے محروم نہ کریں۔ تو عسل: پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ما سرکہ: مُریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا: نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہو گا۔ سرکنگبیں: سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔

[2] سِرکہ: یعنی نفس کے رذائل۔ زحیر: پیچش کی بیماری۔ ایں سزید: ہم اسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد: آپ بمنزلہ سُرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ زآتش: یعنی بے شک مُریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا ہے۔ اِہدِ قومی: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دیدے، یہ دعا آنحضورؐ نے اُس وقت کی جب قوم نے اُن کو ستایا اور آپ نے اُن کو بددعا نہ دی۔

ای ز تو مر آسماں ہا را صفا
اے (وہ کہ)! تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے
ای جفائے تو نکوتر[1] از وفا
اے وہ (ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے
از وفائے جاہلاں بہتر بود
تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

عاقل آرد معرفت را درمیاں
عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے
جاہل آرد معرفت را در زباں
جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبر عداوت از خرد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کیساتھ دشمنی
بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد
اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کیجانب سے ہو

دوستی با مردم دانا نکوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے
دشمن دانا بہ از نادان دوست
دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود
ایک امیر کا اُس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا
در دہانِ خفتہ می رفت مار
ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت
اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا
تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت[2]
تاکہ سوتے ہوئے کو بچالے، موقع نہ ملا

چونکہ از عقلش فراواں بُد مدد
چونکہ عقل کی اسکو بہت مدد حاصل تھی
چند دبّوسے قوی بر خفتہ زد
چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے

خفتہ از خوابِ گراں چوں برجہید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا
یک سوارِ ترک با دبّوس دید
ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا ترک دبّوسِ گراں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے
چونکہ افزوں کوفت او راشد دواں
چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخمِ گراں برجست زود
سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا
گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود[3]
حیران ہوگیا، بولا یہ کیا تھا؟

بُرد او را زخمِ آں دبّوس سخت
اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی
زو گریزاں تا بزیرِ یک درخت
اُس سے بھاگ کر، ایک درخت کے نیچے

لہ نکوتر۔ شیخ کی سختی سے مُرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ۔ عقلمند کا ظلم، نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔ عاقل۔ عقلمند، علم و معرفت پر عمل کرتا ہے جاہل محض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمنِ دانا۔ عقلمند دشمنی ہی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اُس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اُس میں حکمت پوشیدہ تھی۔

۲ لہ فرصت نیافت۔ یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اُس کے مُنہ میں گھس گیا۔ بُد مدد۔ یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔ دبّوس۔ گرز، کوڑا۔ شد دواں۔ وہ سونے والا بھاگا۔

۳ لہ چہ بود۔ یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ بُرد۔ یعنی وہ اُٹھ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔

سیبِ ۱؎ پوسیدہ بسے بُد ریختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے
گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
بولا، یہ کھا اے درد مند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد
(اُس) شخص کو اِس قدر سیب کھلائے
کز دہانش باز بیروں می فتاد
کہ اُس کے مُنہ سے باہر نکلنے لگے

بانگ می زد کاے امیر آخر چرا
وہ چیختا اے سردار! آخر کیوں؟
قصدِ من کردی تو نادیدہ جفا
بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے

گر تُرا از اصلست با جانم ستیز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے
تیغ زن یکبارگی خونم بریز
تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہادے

شُوم ساعت کہ شُدم بر تو پدید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا
اے خُنک آں را کہ روئے تو نہ دید
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت ۲؎ بے گنہ بے بیش و کم
بلا زیادتی، بلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے
مُلحداں جائز ندارند ایں ستم
کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخُن
بات کے ساتھ میرے مُنہ سے خون ٹپکتا ہے
اے خدا آخر مُکافاتش تو کُن
اے خدا تو اِس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت اُو نفرینِ نو
وہ ہر لحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا
اُوش می زد کاندریں صحرا بدو
(اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اِس بیاباں میں دوڑ

زخمِ دُبّوس و سوارِ ہمچو باد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار
می دوید و باز بر رو می فتاد
وہ دوڑتا تھا اور پھر مُنہ کے بَل گرتا تھا

مُمتلی و خوابناک و سُست بُد
وہ شکم پُر اور نیند میں، اور سُست تھا
بر سر و پایش ہزاراں زخم شُد
اُس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے

تا شبانگہ می کشید ۳؎ و می کشاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)
تا ز صفرا قے شدن بر وے فتاد
یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو بر آمد خوردہا زشت و نکو
اُس سے اچھا بُرا کھایا ہوا نکل پڑا
مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اُس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا
سجدہ آورد آں نکو کردار را
اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

۱؎ سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اُس کے نیچے گلے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔ گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔ بانگ می زد۔ سویا ہوا اُٹھ کر جو بھاگا تھا وہ چیختا تھا۔ نادیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعۃً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خنک روئے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔

۲؎ جنایت۔ ظلم، زیادتی۔ مُلحد۔ بے دین۔ اے خدا۔ ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مُکافات۔ بدلہ۔ اُوش۔ یعنی وہ تُرک سوار اُس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رَو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔ مُمتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اُس کا پیٹ پُر تھا۔

۳؎ کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ۔ صفرا۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مار۔ قے میں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اُس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا سوار۔

سہم آں مارِ سیاہِ زشت و زفت[1] — چوں بدید آں دردہا از وے برفت
اُس کالے، بھدے، موٹے سانپ کا ڈر — جب اُسے نظر آیا، وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیلِ رحمتی — یا خداوند و ولیِ نعمتی
بولا، تو تو رحمت کا فرشتہ ہے — یا میرا آقا، اور مربی ہے

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم — مُردہ بودم جانِ نو بخشیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا — میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں — من گریزاں از تو مانندِ خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنیوالا ہے — میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری — صاحبش درپے ز نیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے — اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اسکے درپے ہے

نز پئے سود و زیاں می جویدش — لیک تا گرگش ندرّد یا ددش
وہ اُس کو نفع نقصان کیلئے نہیں ڈھونڈتا ہے — لیکن (اس وجہ سے) کہ اسکو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے

اے خنک[2] آں راکہ بیند روئے تو — یا در افتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے — یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

اے روانِ پاک بستودہ ترا — چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثناخواں ہے — میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر — من نگفتم جہلِ من گفت آں مگیر
اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار! — میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اُسے دار و گیر نہ کر

شمۂ زیں حال اگر دانستمے — گفتنِ بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اِس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا — تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوش خصال — گر مرا یک رمز می گفتی ز حال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا — اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا

لیک خامش کردہ می آشوفتی — خامشانہ بر سرم می کوفتی
لیکن تو تو چُپ رہ کر پریشان کرتا تھا — خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

شد سرم کالیوہ[3] عقل از سر بجست — خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمتر است
میرا سر دیوانہ ہوگیا عقل سر میں سے بھاگ گئی — خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

[1] سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی... تکلیف بھول گیا۔ ولیِ نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔ مُردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مر جاتا۔ بخشیدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خر گریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے۔ اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔

[2] اے خنک۔ چونکہ تو اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے۔ نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے جہلِ من گفت۔ میری نادانی اُس بکواس کا سبب بنی۔ زیں حال۔ یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اُسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔

[3] کالیوہ۔ احمق بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا پٹنے سے اور بے عقل ہوگیا۔

عفو کن اے خوب روئے خوب کار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کردے

آنچہ گفتم از جنوں اندر[1] گذار
پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا ابھی بتا دیتا

زہرۂ تو آب گشتے در زماں
فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا

گر ترا می گفتمے اوصافِ مار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا

ترس از جانت بر آوردے دِمار
خوف تیری جان نکال دیتا

مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہہ دوں

شرحِ آں دشمن کہ در جانِ شماست
اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہر ہائے پُردلاں بر ہم درد
تو وہ بہادروں کے پتّے پھاڑ دے

نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تاب ماند در نیاز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے

نے تنش را قوتِ صوم و نماز
نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے[2] پیشِ گربہ لا شود
(وہ) چوہے کی طرح بِلّی کے سامنے معدوم ہو جائے

ہمچو برہ پیشِ گرگ از جا رود
اُس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیئے کے سامنے سے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال

پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بو بکرِ ربابیؒ تن زنم
ابو بکر ربابیؒ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں

دست چوں داؤدؑ در آہن زنم
ہاتھ سے (حضرت) داؤدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دستِ من حالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے

مرغِ پر بر کندہ را بالے شود
پر نُچے ہوئے پرندے کے پَر لگ جائیں

چوں یداللہ[3] فوق ایدیہم بود
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا

دستِ ما را دستِ خود فرمود احد
تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دستِ دراز آید یقیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ

برگذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

---

[1] اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ اُس کی معذرتوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازاں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھسنے کا واقعہ۔ اوصاف مار۔ یعنی اُس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھسنا۔ دِمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اسکے بعد مولانا نے آنحضورؐ کی زبانی جو کچھ کہا ہے وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پتا۔ پُردل بہادر۔ نے دلش۔ بدحواسی طاری ہو جائے پھر نہ عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔

[2] ہمچو موشے۔ چوہا بلی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیئے کے سامنے مُردہ ہو جاتا ہے۔ لا۔ معدوم اور مردہ۔ برہ۔ بکری کا بچہ۔ ناگفتہ۔ یعنی شیطان کے کمر و دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بو بکر ربابیؒ۔ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے، یہ باتیں مولانا نے اپنی طرف کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضورؐ کے بہت بعد کے ہیں۔ تن زدن۔ خاموش رہنا۔ دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔

[3] یداللہ۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضورؐ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ "اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" دستِ ما۔ یعنی اس آیت میں اللہ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ احد۔ اللہ تعالیٰ۔

دستِ من بنمود بر گردوں ہنر — مُقریا برخواں کہ اِنشق القمر [۱]
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا — اے قاری! اِنشق القمر پڑھ

ایں صفت ہم بہرِ ضعفِ عقلہاست — با ضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے — کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟

خود بدانی چوں برآری سر ز خواب — ختم شد واللہ اعلم بالصواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اٹھائے گا — (بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا [۲] می گفتمے ایں ماجرا — آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا — اسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر ترا نے قوّتِ خوردن بُدے — نے رہ و پروائے قے کردن بُدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی — نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خر می راندم — رَبِّ یَسِّرْ زیرِ لب می خواندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا — آہستگی سے رَبِّ یَسِّرْ پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے — ترکِ تو گفتن مرا مقدور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے — تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ دروں — اِہدِ قومی اِنّہم لا یعلمون
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا — اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر بے شک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہا [۳] می کرد آں رستہ ز رنج — کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا — کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدا یابی جزاہائے شریف — قوّتِ شکرت ندارد ایں ضعیف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا — اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا — آں لب و چانہ ندارم واں نوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا! — میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں

دشمنیِ عاقلاں زینساں بود — زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے — اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستیِ ابلہاں رنج و ضلال — ایں حکایت بشنو از بہرِ مثال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے — مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

۱۔ اِنشق القمر۔ چاند پھٹ گیا۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ ایں صفت۔ یعنی آنحضورؐ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا۔ خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔

۲۔ گر ترا۔ یہاں تک مولانا نے حدیث کے حوالے سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کرکے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے رہ۔ نہ دوڑ سکتا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رَبِّ یَسِّرْ۔ خدا مشکل آسان کردے۔ اِہدِ قومی فَاِنَّہُم لا یعلمون۔ میری قوم کو ہدایت کردے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضورؐ نے اُس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

۳۔ سجدہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہوگیا۔ کاے۔ یعنی اور یہ کہتا تھا۔ چانہ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستیِ ابلہاں۔ مولانا بیوقوف کی دوستی کے ابتر ہونے پر قصہ سناتے ہیں۔

اعتماد کردنِ شخصے بر تملق[۱] و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را در می کشید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا

شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مردانند در عالم مدد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں

آں زماں کافغانِ مظلوماں رسد
اُس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگِ[۲] مظلوماں ز ہر جا بشنوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سُنتے ہیں

آں طرف چوں رحمتِ حق می دوند
اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں

آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محضِ مہر و داوری و رحمت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں

ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبارگیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً

گوید از بہرِ غم و بیچارگیش
وہ کہے گا اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیر مرد
بہادر کا شکار، مہربانی ہے

در جہاں دارو نجوید غیرِ درد
درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے

ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں افلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی[۳] ست آب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آب کم جو تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر

تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تا سقاهم ربهم آید خطاب
تاکہ "اُن کے ربّ نے اُنکو سیراب کیا" کا خطاب آئے

تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رو پست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہیئے؛ جا پست بن

وانگہاں خور خمرِ رحمت مست شو
پھر رحمت کی شراب پی، مست بن

---

۱ تملق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔ اژدہا۔ بڑے اژدہے سانس کے ذریعہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مردانند۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے یہ مولانا کا مقولہ ہے۔

۲ بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے۔ ایں چہ۔ یعنی اگر اُنسے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی۔ بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح جستجو کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔ ہر کجا۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع و محل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقر ہے۔

۳ پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کروگے تو پانی ملے گا پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاہم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آبِ رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمتے[۵۱] اندر رحمت آید تا بسر — بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی — اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر

چرخ را در زیرِ پا آر اے شجاع — بشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا — آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال — تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے

پاک[۵۲] کن دو چشم را از موئے عیب — تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب
عیب کے بڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کرے — تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے

دفع کن از مغز و از بینی زکام — تاکہ ریح اللہ آید در مشام
سر اور ناک سے زکام رفع کر — تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپِ صفرا اثر — تا بیابی از جہاں طعمِ شکر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ — تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے

دارُوئے مردی کن و عنّیں مپو — تا بروں آیند صد گوں خوبرو
مردمی کا علاج کر اور عنّین (بنا ہوا) نہ بھاگا پھر — تاکہ سَو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں

کندۂ[۵۳] تن را ز پائے جاں بکن — تا کنند جولاں بگردِ آں چمن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے — تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے

غلِ بخل از دست و گردن دور کن — بختِ نو دریاب از چرخِ کہن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال — پرانے آسمان سے نیا نصیب حاصل کرے

ور نمی تانی بہ کعبہ لطف پر — عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
اگر (خود) نہیں کرسکتا تو مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر — بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست — رحمتِ کُلی قوی تر دایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے — عام رحمت بہت قوی دایہ ہے

دایۂ و مادر بہانہ جو بود — تاکہ کے آں طفلِ او گریاں شود
انّا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں — تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟

طفلِ حاجاتِ شما را آفرید — تا بنالید و شود شیرش پدید
(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا — تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو

---

۵۱ رحمت۔ کسی ایک مقام پر ٹھہر کر فضلِ بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر مجاہدے کرو کہ آسمان قدمبوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکو گے۔ پنبۂ وسواس۔ شیطانی اثر کا ازالہ کرکے اسرارِ حق سن سکو گے۔

۵۲ پاک کن۔ چشمِ بصیرت کو وسواس کے بڑوال سے صاف کر لو تاکہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کن۔ حواسِ باطنہ کو نفسانی خواہش سے صاف کرلو تب عالمِ غیب کی لذتوں سے مستفید ہو گے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے عنّین۔ نامرد یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرو تاکہ تم مظہرِ کمالات بن سکو۔ خوبرو۔ یعنی خوبصورت بچے۔

۵۳ کندہ تن۔ روح کے لئے جسم بمنزلہ بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیلخانے نہ تھے قیدی کا پاؤں لکڑی کے بڑے کندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا۔ غل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک پھر نیا نصیبہ حاصل ہوگا۔ کعبہ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انّا اور اماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر

رحمتِ حق بہانہ می جوید رحمت حق بہانہ می جوید۔ طفلِ حاجات۔ اللہ نے انسان کے پیچھے ضرورتیں لگا دی ہیں جن کی بدولت انسان گریہ زاری کرتا ہے تو گویا وہ ضرورتیں بمنزلہ بچے کے ہیں۔

گفت اُدْعُوا اللّٰہ بے زاری مباش — تا بجوشد شیرہائے مہرہاش

اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ — تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے بادِ شیر افشانِ ابر — در غمِ ما اندیک ساعت تو صبر

ابرِ دودھ برسانیوالی ہوا کے زناٹے — ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کرے

فِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ نشنیدہٗ — اندریں پستی[1] چہ بر چسپیدہٗ

آسمان میں تمہارا رزق ہے، تو نے نہیں سنا؟ — پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول — می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول

اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ — جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں تُرا بالا کشد — آں ندائے داں کہ از بالا رسد

جو آواز تجھے (عالَم) بالا کی طرف کھینچے — سمجھ لے کہ وہ آواز (عالَم) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں تُرا حرص آورد — بانگِ گرگے[2] داں کہ اُو مردم درد

جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے — بھیڑئیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں — ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں

یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے — یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالاتر آمد از اثر — سنگ و آہن فائق آمد بر شرر

ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے — پتھر اور لوہا، چنگاری سے بلند ہے

آں فلانے[3] فوقِ آں سرکش نشست — گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست

وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا — اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے۔

فوقی آنجاست از روئے شرف — جائے دور از صدر باشد مُستخف

وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے — صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق است — در عمل فوقیِ ایں دو لائق ست

پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں — عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودیِ خویش — ز آہن و سنگست زیں رو بیش بیش

چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے — اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اول و پایاں شرر — لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر

پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں — لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

---

[1] پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کیلئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق کی کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ "شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے" قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعرِ سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے انسان اُدھر متوجہ ہوتا ہے۔

[2] گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے مل کر بنایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اُس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔

[3] آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدرِ مجلس اگرچہ نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اُس جگہ کو فوقیت

کاں [۱] شرر کاندر زماں واپس تر ست — در صفت از سنگ و آہن برتر ست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں — پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق تر ست — در ہنر از شاخ اُو فائق تر ست
شاخ، زمانہ میں پھل سے پہلے ہے — خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر — پس ثمر اوّل بُود آخر شجر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے — اس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے [۲] خرس و اژدہا گردیم باز — زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں — کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا — شیر مردے کردش از چنگش رہا
ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی — بہادر مرد نے اُس کو اُس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت — اژدہا را اُو بدیں حیلہ بکُشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی — اِس تدبیر سے اُس نے اژدہے کو مار ڈالا

اژدہا را اُو بدیں حیلہ ببست — تا کہ آں خرس از ہلاکِ تن برست
اژدہے کو اُس نے اِس تدبیر سے باندھ دیا — یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا را ہست قوّت حیلہ نیست — لیک [۳] فوقِ حیلہ تو حیلہ ایست
اژدہے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے — لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں — ماکرِ اُو داں وھُو خیر الماکرین
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں — اُس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنیوالوں میں بہتر ہے

حیلۂ خود را چو دیدی باز رو — کز کجا آمد سوئے آغاز رو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے، واپس لوٹ — کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہر چہ در پستی ست آمد از علا — چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
جو کچھ بھی (عالمِ) پستی میں آیا ہے (عالمِ) بالا سے (آیا ہے) — خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر علا — گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا
(عالمِ) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے — اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کر دیتی ہے

چشم را در روشنائی خوی کن — گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال — اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اُس طرف دیکھ

۱؎ کاں شرر۔ چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں چقماق کو تقدم اور شرفِ زمانی ہے لیکن آگ مقصود ہے لہٰذا اسکو تقدم اور شرفِ رتبہ کا حاصل ہے۔ در زماں۔ شاخ کو پھل پر تقدمِ زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مقدم ہے۔ اوّل۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔

۲؎ سُوئے خرس۔ یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ۔ اضمار۔ دل میں چھپانا، امرِ معنوی کو فوقیتِ معنویہ۔ مجاز۔ فوقیتِ مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری۔ پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہا را۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں اِس لئے بہادر اژدہے پر غالب آگیا۔

۳؎ لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہیئے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ حیلۂ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہر چہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے۔ پستی۔ عالمِ دنیا۔ عُلا۔ عالمِ آخرت۔ روشنی۔ مصائب میں پھنس کر ذاتِ حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اسکو منجانبِ اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نورِ معرفت کا عادی بنانا چاہیئے۔ خفاش۔ چمگادڑ۔ مجھرتی ہے

عاقبت[1] بینی نشانِ نورِ تست   شہوتِ حالی حجابِ سورِ تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے   موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید   مثلِ آں نبود کہ یک بازی شنید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں   اُس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سُنا ہے

زاں یکے بازی چناں مغرور شُد   کز تکبر ز اوستاداں دُور شُد
ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا   کہ تکبر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہوگیا

سامری[2] وار آں ہُنر در خود چو دید   او ز موسیٰؑ از تکبر سر کشید
سامری کی طرح جب اسنے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا   اُس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی

اُو ز موسیٰؑ آں ہُنر آموختہ   وز مُعلم چشم را بر دوختہ
اُس نے وہ ہُنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے   اور اُستاد سے، آنکھ بند کرلی

لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود   تاکہ آں بازیِ اُو جانش ربود
لامحالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا   یہانتک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر دَوَد   تا شود سرور بداں خود سر رَوَد
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں   تاکہ اُن کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے

سر[3] نخواہی کہ رَوَد تو پائے باش   در پناہِ قطبِ صاحب رائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (ہمتن) پاؤں بنجا   (اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آجا

گرچہ شاہی خویش فوقِ اُو مبیں   گرچہ شہدی جز نباتِ اُو مچیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ   اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چُن

فکرِ تو نقش ست فکرِ اوست جاں   نقدِ تو قلب ست نقدِ اُوست کاں
تیرا فکر تصویر ہے، اور اُس کا فکر جان ہے   تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو توئی خود را بجو در اُوئے اُو   کُو و کُو گو فاختہ شو سوئے اُو
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُنکی ہستی میں تلاش کر   اس کے لئے فاختہ بن اور کُو کُو کہتا رہ

ور نخواہی خدمتِ ابنائے جنس   در دہانِ اژدہائی ہمچو خرس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہو   تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

[1] عاقبت۔ جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہوجاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے، نوری شہوتیں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہوجاتی ہیں۔ عاقبت بیں۔ شیخ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔ زاں۔ انتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیوخ سے مستغنی سمجھ لیا جائے۔

[2] سامری۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی یہ تاثیر دیکھی کہ جہاں اُس کا قدم پڑتا تھا سبزہ اُگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہوجاتے تھے تو اُس نے اِس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرت موسیٰؑ جب کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے تو اُس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اُس میں وہ مٹی ڈالدی جس سے اُس میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے لگا۔ دگر بازی نمود حضرت موسیٰؑ نے بددعا کی تو اُس کا یہ حال ہوگیا کہ کسی کے جسم سے اُس کا جسم مل جائے تو اُس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے وہی اُس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

[3] سر نخواہی۔ اِس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخِ کامل کے سپرد کردو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے ہی کمالات حاصل ہوجائیں اُس کے لئے شیخ کا اِتباع ضروری ہے۔ فکرِ تو بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے۔ او توئی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپکو بالکل متحد کردو۔ اوئے او۔ وجودِ او۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں کہاں؟ یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ ابنائے جنس۔ انسان اِس دھوکے میں تراہ ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنائے۔

ور ترش ۱۵۱ می آیدت قندِ رضا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے
ہمچو خرسی در دہانِ اژدہا
تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

بُو کہ اُستادے رہاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے
وز خطر بیروں کشاند مر تُرا
اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاری میکُن چو زورت نیست ہیں
خبردار، اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر
چونکہ کوری سَر مکش از راہ بیں
تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی زدرد
تو ریچھ سے بھی گیا گذرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا،
خرس رَست از درد چوں فریاد کرد
ریچھ نے درد سے نجات پالی جب فریاد کی

اے ۱۵۲ خدا ایں سنگدل را موم کُن
اے خدا! اِس سنگدل کو موم کردے
نالۂ اُو را خوش و مرحوم کُن
اُس کے رونے کو مبارک اور باعثِ رحمت بنادے

گفتنِ نابینائے سائل با مردم کہ من دوکوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاَماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا
من دوکوری دارم اے اہلِ زماں
میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں
مجھ پر ضرور دوگُنا رحم کرو
چوں دوکوری دارم و من درمیاں
چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں

از تعجّب مردماں گفتند لیک
لوگوں نے تعجّب سے پوچھا، لیکن
ایں دوکوری را بیاں کُن نیک نیک ۱۵۳
اِس دوسرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما
اِسلئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں
آں دگر کوری چہ باشد وانما
وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا
بولا، میں بھدّی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں
زشت آوازی و کوری شد دوتا
آواز کا بھدّا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگِ زشتم مایۂ غم می شود
میری بُری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے
مہرِ خَلق از بانگِ من کم می شود
میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہوجاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رود
میری بُری آواز جہاں بھی جاتی ہے
مایۂ خشم و غم و کیں می شود
غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہوجاتی ہے

۱۵۱ ور ترش۔ شیخ کی رضامندی بمنزلہ شکر ہے۔ بُوکہ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہوگے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائیگی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کردے گا پھر اُس کا اتباع کرلینا۔ از درد۔ ریچھ چیخا چلایا تو بہادر اُس کی مدد کو پہنچا۔

۱۵۲ اے خدا۔ چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ خدا اُس کو رونے کی توفیق دے اور اُس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابلِ رحم ہوتا ہے۔ دوکوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدّا پن۔ دوبارہ۔ مکرّر۔

۱۵۳ نیک نیک۔ خوب اچھی طرح۔ وانما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدّا پن بھی محرومی کا سبب ہے اِس لئے اُس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگِ زشتم۔ بھدّی آواز سے ناگواری ہوتی ہے۔ مِہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔

بر دو کوری رحم را دُو تا کنید
دُہرے اندھے پن پر دُوگنا رحم کرو
این چنیں ناگنج[1] را گنجا کنید
ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانیوالا بنا دو

زشتی آواز کم شُد زیں گلہ
اِس طرح (شکوہ کرنے) سے اسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا
خلق شُد بر وے برحمت یکدلہ
لوگ اُس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت اُو راز را
جب اُس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا
لطفِ آوازِ دلش آواز را
اُس کے دل کی آواز نے (اُس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بُود
جس کے دل کی آواز بھی بُری ہو
آں سہ کوری زشتی سر مد بُود
وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی بُرائی ہو گی

لیک[2] وہّاباں کہ بے علت دہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں
بُو کہ دستے بر سرِ زشتش نہند
ہو سکتا ہے کہ اُس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھدیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شُد
چونکہ اُس کی آواز اچھی اور قابلِ رحم بن گئی
زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شُد
اُس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

نالۂ کافر چو زشت است و شہیق
کافر کا نالہ چونکہ بُرا اور گدھے کی آواز جیسا ہوتا ہے
زاں نمی گردد اجابت را رفیق
اس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اِخسئُوا بر زشت آواز آمدست
دُور ہٹو، بھدی آواز پر آیا ہے
کو ز خونِ خلق چوں سگ بود مست
کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کُتے کی طرح مست تھا

چونکہ نالۂ خرس رحمت کش بُوَد
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو
نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بُود
تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے

دانکہ[3] با یوسف تو گرگی کردہٗ
سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کیساتھ بھیڑیا پن کیا ہے
یا ز خونِ بیگناہے خوردہٗ
یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کُن وز خوردہ اِستفراغ کُن
توبہ کر، اور کھایا ہوا اُگل دے
ور جراحت کہنہ شُد رَو داغ کُن
اگر زخم پُرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے
نصرت از حق می طلب نِعْمَ النَّصِیر
اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

---

[3] دانکہ۔ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوقُ النّفس یا حقوقُ العباد کو تلف کیا ہے۔ اِستفراغ۔ قے۔ یعنی حقوق کی ادائیگی کر دے۔ داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ روباہ پیر یعنی وہ شخص جسکی ساری عمر مکاری میں گذری ہے۔ نِعْمَ النَّصِیر۔ بہترین مددگار۔

[1] ناگنج۔ وہ شخص جس کیلئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا۔ سمائی کے قابل۔ کم شُد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبۂ دل سے بات کہی لوگوں کو رحم آ گیا۔ یکدلہ۔ ایک دل والا۔ آخر میں ہ نسبت کیلئے ہے جیسے یکسالہ۔ آوازِ دل۔ چونکہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اُس کا اثر ہوا۔ وانکہ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبۂ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اُس میں تین اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔

[2] لیک۔ اِس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوشگوار۔ مرحوم۔ قابلِ رحم۔ سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے۔ رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔ نالۂ کافر۔ چونکہ وہ دردِ دل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اِجابت۔ قبولیت۔ اِخسئُوا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِخسئُوا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْن دور ہو اسی میں پڑے رہو مجھ سے کلام نہ کرو۔ یہ کفار سے اُس وقت کہدیا جائیگا جب وہ جہنم سے نکلنے کیلئے واویلا کریں گے۔ ناخوش بود یعنی اس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

تتمۂ حکایتِ خرس و آں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید[1] — واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید
ریچھ جب اژدہے سے نجات پا گیا — اور اس نے اس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگِ اصحابِ کہف آں خرسِ زار — شد ملازم در پئے آں یارِ غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحابِ کہف کے کتے کی طرح — اس یارِ غار کا ساتھی بن گیا

آں مسلماں سر نہاد از خستگی — خرس حارس گشت از دلبستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا — تعلقِ خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست — اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گزرا اور اسنے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟ — اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصہ وا گفت[2] و حدیثِ اژدہا — گفت بر خرسے منہ دل ابلہا
اُسنے وہ قصہ اور اژدہے کی بات سب سنائی — اس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست — او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
بیوقوف کی دوستی، دشمنی سے بدتر ہے — ایسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے

گفت واللہ از حسودی گفت ایں — ورنہ خرس چہ نگری ایں مہر بیں
اس نے کہا، خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے — ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے، اس محبت کو دیکھ

گفت مہرِ ابلہاں عشوہ دہ[3] ست — ایں حسودی من از مہرش بہ ست
اس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے — میرا یہ حسد کرنا اس کی محبت سے بہتر ہے

ہی بیا با من براں ایں خرس را — خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
خبردار! میرے ساتھ آجا اس ریچھ کو بھگا دے — ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ

گفت رو رو کارِ خود کن اے حسود — گفت کارم ایں بُد و بختت نبود
اس نے کہا اے حاسد جا جا اپنا کام کر — اسنے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں نہ تھا

من کم از خرسے نباشم اے شریف — ترکِ او کن تا منت باشم حریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہونگا — اس کو چھوڑ دے تا کہ میں تیرا دوست ہو جاؤں

بر تو دل می لرزدم زاندیشہ — با چنیں خرسے مرو در بیشہ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے — ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا

[1] وارہیدن۔ چھوٹ جانا۔ سگ۔ اصحابِ کہف کا کتا نیکی میں ضرب المثل ہے۔ یارِ غار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورؐ کا ساتھ دیا اور تین دن حضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا اُن کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مخلص کو یارِ غار کہدیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔

[2] واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ ابلہا۔ اے ابلہ۔ راندنی یعنی ہر تدبیر سے ریچھ سے پیچھا چھڑالینا چاہیے۔ انگری۔ سالف زیادہ ہے۔

[3] عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں حسودی یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس یعنی مجھے۔ بختت نہ بود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔

این دلم ہرگز نہ لرزید از گزافؔ[1] — نورِ حق ست این نہ دعوی و نہ لاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا — یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کیوجہ) سے ہے یہ نہ ادعا ہے نہ بکواس

مومنم ینظر بنورِ اللہ شدہ — ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے — خبردار خبردار، اِس آگ کی بھٹی سے بھاگ

این ہمہ گفت و بگوشش در نرفت — بدگمانی مرد را سدّیست زفت
اُس نے یہ سب کچھ کہا اور اُس کے کان میں نہ گیا — انسان کیلئے بدگمانی بڑا بندھ ہے

دستِ وے بگرفت و دست از وے کشید — گفت رفتم چوں نہ یارِ رشید
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اُسنے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا — اُسنے کہا، جبکہ سیدھا ہونیوالا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں

گفت رو بر من تو غمخوارہ مباش — بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا — اے بکواسی! معرفتِ (خداوندی کی باتیں) نہ کر

بازؔ[2] گفتش من عدوّے تو نیم — لطف بینی گر بیائی در پیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں — اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائیگا لُطف (و محبت) دیکھیگا

گفت خوابستم مرا بگذار و رو — گفت آخر یار را منقاد شو
اُس نے کہا، مجھے نیند آرہی ہے مجھے چھوڑ اور جا — اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہِ عاقلے — در جوارِ دوستے صاحبدلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے — ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مرد از جدِّ او — خشمگیں شد زو بگردانید رُو
اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا — غضبناک ہو گیا، اُس سے مُنہ پھیر لیا

کیں مگر قصدِ من آمد خونی ست — یا طمع دارد گدائی و تونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے — یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور چور ہے

یا گروؔ[3] بست ست با یاراں بدیں — کہ بترساند مرا زیں ہمنشیں
یا اُس نے دوستوں سے اِس پر شرط باندھی ہے — کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد ز مہرِ یارِ من — کاینچنیں جدّ میکند در کارِ من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے — کہ میرے معاملہ میں اِس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خبثِ سرش — یک گمانِ نیک اندر خاطرش
اُس کی بد دماغی سے نہ آیا — کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

[1] گزاف۔ لغو، بیہودہ۔ نورِ حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔ دعوی۔ یعنی خواہ مخواہ دعوی نہیں کر رہا ہوں لاف۔ یعنی گھمارنا۔ ینظر حدیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ۔ یعنی ریچھ کی دوستی۔ سدّ۔ بندھ۔ زفت بھاری، موٹا۔ بگرفت۔ یعنی نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اُس نے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

[2] باز گفتش۔ اِس نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے سے پھر کہا۔ خوابستم۔ مراغوب ست۔ منقاد۔ مطیع، فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدّ۔ اصرار۔ قصدِ من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ تونی۔ بھنگی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کرکے کچھ کمانا چاہتا ہے۔

[3] گرو بست۔ اُس نے شرط باندھی ہے۔ ہمنشیں۔ یعنی ریچھ۔ یارِ من۔ یعنی ریچھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بددماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اُس کے دل میں نہ آیا۔

ظنِ نیکش جملگی بر خرس بود | او مگر آں خرس را ہم جنس بود
اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا | شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود | وز شقاوت او مطیعِ جہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا | بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا

بدرگ و خود رای و بدبختِ ابد | گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد
بدسرشت اور خودسر اور ہمیشہ کا بدبخت | گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود

خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال | رُو سیہ حاصل تبہ فاسد خیال
ریچھ کو صاحبِ کمال پر ترجیح دی | رُو سیاہ، بدانجام، گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد | خرس را دانست اہلِ مہر و داد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری | ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتن[2] موسیٰؑ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری

وحزمِ تو کجا رفت

وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰؑ با یکے مستِ خیال | کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک وہمی سے فرمایا | کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!

صد گمانت بود در پیغمبرم | با چنیں بُرہان و ایں خُلقِ کریم
تجھے میری پیغمبری میں تو شک تھے | ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی ز من | صد خیالت می فزود و شک و ظن
تونے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے | لیکن تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی | طعن بر پیغمبریم می زدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا | میری پیغمبری پر تونے طعنہ زنی کی

گرد[3] از دریا بر آوردم عیاں | تا رہید از شر فرعونیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اُڑا دی | یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید | وز دعایم جوئے از سنگے دوید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا | میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی

---

[1] او مگر - یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔ مطیع - فرمانبردار - بدرگ - بدسرشت - خود رای - کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بدبخت ابد - ازلی شقی - رد - مردود - حاصل تبہ - بدانجام - عاقلے - یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد - انصاف -

[2] گفتن - اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا - شقاوت - بدبختی۔ ضلال - گمراہی - صد گماں - سینکڑوں شبہات - برہان - دلیل - شک - یعنی پیغمبری میں شک و شبہ -

[3] گرد - بر آوردن - ہلاک کر دینا، خاک اُڑانا یعنی حضرت موسیٰؑ نے جب بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ کے راستہ بالکل خشک ہو گیا تھا۔ فرعونیاں - فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کر سکا تھا۔ ز آسماں - میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من و سلویٰ اترتا رہا۔ وز دعایم - حضرت موسیٰؑ کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے -

چوبِ¹ شُد در دستِ من نَر اژدہا
میرے ہاتھ میں لکڑی نَر اژدھا بنی

آب خوں شُد بر عدوّے ناسزا
نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب
لاٹھی سانپ بنی، اور میری ہتھیلی سورج بنی

آفتاب از عکسِ رُویم شد شہاب
سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بنگیا

این و صد چندین و چندیں گرم و سرد
یہ اور ایسے ایسے سیکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے

از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
اے کج فہم! تیرا وہم نہ ہٹایا

بانگ² زد گوسالہ از جادوئی
جادوگری سے بچھڑا بولا

سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
تونے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں توہمات را سیلاب بُرد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہالے گیا

زیرکیِ باردت را خواب بُرد
تیری لایعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حقِ اُو
تو اُس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟

چوں نہادی سر چناں اے زشت رُو
اے بدصورت! تونے اِس طرح کیوں سر دھر دیا؟

چوں خیالت نامد از تزویر³ او
تجھے اُس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟

وز فسادِ سحرِ احمق گیر اُو
اور اُس کے احمقوں کو پھنسانیوالے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مُہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟

کہ خدائے بر تراشد در جہاں
کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے

چوں دریں تزویرِ اُو یک دل شدی
تو جب تو اُس کی اِس مکاری سے مطمئن ہوگیا

وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
اور تمام اِشکالات سے خالی ہوگیا

گاؤ می شاید خدائی را بلاف
بکواس سے، بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟

در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
میرے رسول ہونے میں تونے کیوں خلاف کیا؟

پیشِ گاوے سجدہ کردی از خری
گدھے پن سے تونے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا

گشت عقلت صیدِ سحرِ سامری
تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہوگئی

چشم دُزدیدی ز نورِ ذوالجلال
تونے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں

اینت جہلِ وافر و عینِ ضلال
عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے

شُہ بر آں عقل و گزینش کہ تُراست
تیری عقل اور اُسکے انتخاب پر جو تونے کیا، تف ہے

چوں تو کانِ جہل را کشتن سزاست
تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

---

¹ چوب۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفم۔ حضرت موسیٰ کو یدِ بیضا کا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم و سرد۔ مختلف اقسام۔ سرد۔ جامد طبع، بیوقوف۔

² بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ توہمات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ در حقِ او۔ بچھڑے کی خدائی۔

³ تزویر۔ فریب۔ او یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اُس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ مُہان۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ فارغ، خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاؤ۔ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھاپن۔ سحرِ سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اُس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی قدموں کی مٹی اُس بچھڑے کے بُت میں ڈال دی تھی جو اُس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔ اینت۔ زہے کلمۂ تعجب ہے۔ وافر۔ گھنا۔ ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمۂ نفرین ہے، تُف۔ گزین۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔

گاوِ زرّیں[1] بانگ کرد آخر چہ گفت
سونے کا بچھڑا بولا ، آخر کیا کہا ؟

کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کِھلے

زاں عجب تر دیدۂ از من بسے
مجھ سے تو نے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے

لیک حق را کے پذیرد ہر خسے
لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے ؟

باطلاں را چہ رُباید باطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے ؟ بیہودہ بات

عاطلاں را چہ خوش آید عاطلے
لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے ؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رُباید جنسِ خود
کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے

گاو سُوئے شیرِ نر کے رُو نہد
گائے ، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے ؟

گرگ بر یوسف[ع] کجا عشق آورد
بھیڑیا ، یوسف[ع] سے کب عشق کرتا ہے ؟

جز مگر از مکر تا اُو را خورد
مکر کے سوا ! تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے

چوں[2] زگرگی وارہد محرم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے

چوں سگِ کہف از بنی آدم شود
اصحابِ کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

دید صدقش گفت ھٰذا صادق
کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بُو
جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی

گفت ھٰذا لیس وجہ کاذب
کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نہ بُد بوجہل از اصحابِ درد
چونکہ ابوجہل اصحابِ درد میں سے نہ تھا

دید صد شق القمر باور نہ کرد
سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

دردمندے کش زبام اُفتاد طشت
وہ دردمند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا

زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
ہم نے اس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا

وانکہ[3] اُو جاہل بُد از دردش بعید
وہ جو کہ جاہل تھا اور اس کے درد سے دور تھا

چند بنمودیم و اُو آں را ندید
ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا

آئینہ دل صاف باید تا در و
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں

وا شناسی صورتِ زشت از نکو
بُری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغہ پندِ مغرورِ خرس را

اُس نصیحت کرنے والے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکہ میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت کو ترک کرنا

---

[1] گاوِ زرّیں۔ بچھڑے کا بُت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔ دیدۂ۔ یعنی معجزے۔ خَس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کُند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ گاو۔ گائے شیر کی جنس نہیں ہے۔ گرگ۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ گرگ کا تعلق ان کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔ محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کہ اصحابِ کہف کے کتے سے کتا پن ختم ہوا اور وہ ان کا ساتھی بن گیا۔

[2] چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا ان کا ان کی طرف میلان ہوا۔ ھٰذا صادق یعنی آنحضورؐ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔ بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شق القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمندے۔ یعنی طالبِ حق۔ طشت۔ از بام افتادن راز کا ظاہر ہو جانا۔

[3] وانکہ۔ جو شخص طلبِ حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینہ دل۔ کفار کا آئینۂ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر بنے۔ ترک کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہیے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔

آں مسلماں[1] ترکِ آں ابلہ گرفت | زیرِ لب لاحول گویاں باز رفت

اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا | خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّ و پندت و از جدال | در دلِ او بیش می زاید خیال

بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے | اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رہِ پند و نصیحت بستہ شد | امرِ اَعْرِضْ عَنْهُمْ پیوستہ شد

تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہوگیا ہے | اُن سے اعراض کر" کا حکم وابستہ ہوگیا ہے

چوں دوائے می فزاید درد پس | قصہ بر طالب بگو بر خواں عَبَس

جب تیری دوا درد بڑھائے تو | طلبگار سے بات کر (سورہ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالبِ حق آمدست | بہرِ فقر او را نشاید سینہ خست

جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے | اُس کے اِفلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہئیے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں | تا بیاموزند عام از سروراں

تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے | تاکہ عوام، سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمدا دیدی کہ قومے از ملوک[2] | مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک

اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت | سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش | ق | بر عرب اینہا سرند و بر حبش

یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے | یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک[3] | زانکہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْک

یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائیگی | کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریرِ مہتدی | رُو بگردانیدی و تنگ آمدی

اِس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے | رُوگردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ | تو ز یارانی و وقتِ تو فراخ

کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے | تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے

مزدحم می گردیم در وقتِ تنگ | ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ

تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا | یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

مہتدی۔ ہدایت کرنے والا۔ مناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی یہ موقع کم آتا ہے کہ یہ لوگ آکر بات سنیں یاراں۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اس وقت قرآن سننے کا سوال نہ کرو۔

---

[1] آں مسلماں۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدال۔ یعنی نصیحت کا بحث ومباحثہ۔ خیال یعنی شک پس۔ اگر نصیحت مزید اِنکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اِعراض کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ اُن سے مُنہ پھیر لو۔ یہ آنحضورؐ سے اُن کفار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ رہی تھی۔ عَبَس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بڑے سرمایہ داروں کو فہمائش کر رہے تھے۔ اِس اثنا میں ابن امِ مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سنانے کی فرمائش کی تو آنحضورؐ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور اُن سرداروں سے گفتگو کو ختم کرنا پسند نہ کیا اِس پر سورۂ عَبَس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمٰی یعنی ابن امِ مکتوم رضہ۔ مہتراں یعنی سرداران قریش۔

[2] ملوک۔ یعنی قریش کے سردار۔ بوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں۔ یعنی سرداران قریش۔ سر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی اِن سرداروں کے مسلمان ہوجانے سے۔ صیت۔ یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر ہے۔

[3] تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن امِ مکتومؓ۔

احمدا نزدِ خدا ایں یک ضریر
اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا

بہتر از صد قیصر[1] ست و صد وزیر
سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یاد اَلنَّاسُ مَعَادِنُ ہیں بیار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ

معدنے باشد فزوں از صد ہزار
ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

معدنِ لعل و عقیقِ مُکْتَنِس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان

بہتر ست از صد ہزاراں کانِ مِس
تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے

احمدا اینجا ندارد مال سود
اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے

سینہ باید پُر ز عشق و درد و دود
ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھوئیں سے بھرا ہو

اعمیِ روشن دل آمد دردمند
ایک اندھا، روشن دل، دردمند آیا

پند او را دہ کہ حقِ اوست پند
اُس کو نصیحت کر، نصیحت اُس کا حق ہے

گر دو سہ ابلہ ترا مُنکر شوند
اگر دو تین بے وقوف تیرے مُنکر ہوں

تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند
تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں

حق برائے تو گواہی می دہد
اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے

گفت[2] از اقرارِ عالَم فارغم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں

آنکہ حق باشد گواہ او را چہ غم
جس کا خدا گواہ ہو اُس کو کیا غم ہے

گر خفاشے را ز خورشیدے خورست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے

ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
یہ اِس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے

نفرتِ[3] خفاشگاں باشد دلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی

کہ منم خورشیدِ تابانِ جلیل
کہ میں (ربِّ) جلیل کا روشن سورج ہوں

گر گلابے را جُعَل راغب شود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کیطرف گبریلا رغبت کرے

آں دلیلِ ناگلابی می بود
وہ اُسکے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہوگی

گر شود قلبے خریدارِ محک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے

در محکی اش درآید نقص و شک
اُس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا

دزد شب خواہد نہ روز ایں را بداں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن

شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
میں رات نہیں ہوں دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں

---

[1] قیصر۔ روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ "لوگ کانیں ہیں" اِس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں۔ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو اُنمیں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ معدنے یعنی ابن ام مکتومؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سردارانِ قریش۔ مُکْتَنِس۔ پوشیدہ، مخفی۔ مِس۔ تانبا۔ اینجا۔ یعنی دین کے معاملہ میں۔ اعمی۔ یعنی ابن اُمِّ مکتوم رضؓ۔ منکر۔ یعنی رسالت کے منکر۔

[2] گفت۔ پہلے اشعار میں سورۂ عبس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت و صداقت پر۔ خور۔ خوراک۔ نیست۔ ورنہ چمگادڑ کو اُس سے نفرت ہوتی۔

[3] نفرت۔ سورج سے چمگادڑوں کی نفرت اُس کے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔ جلیل۔ یعنی ربِّ جلیل۔ گُر۔ بدبو میں پرورش پانیوالا گبریلا۔ اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اُس کا گلاب ہونا مشکوک ہو جائیگا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانیوالے کے معنی میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے۔ شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغا باز مجھے پسند نہیں کر سکتے ہیں۔

فارقم[۱] فاروقم غربیل وار
میں فرق کرنیوالا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں
تاکہ کاہ از من نمی یابد گزار
حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے

آرد را پیدا کنم من از سبوس
میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں
تا نمایم کیں نقوش ست وآں نفوس
تاکہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں
میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں
وانمایم ہر سبک را از گراں
ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاو[۲] را داند خدا گوسالۂ
بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے
خر خریدارے و در خور کالۂ
گدھا خریدار، اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تا گوسالہ خرد
میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے
من نہ خارم کاشترے از من چرد
میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

او گماں دارد کہ با من جور کرد
وہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے میرا کچھ بگاڑا
بلکہ از آئینۂ من روفت گرد
بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب[۳] خود
جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی)
مر مرا تا آں فلاں دارو دہد
مجھے فلاں دوا لا دے

پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنوں
اُس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات!
ایں دوا خواہند از بہرِ جنوں
یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو
خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر
گفت در من کرد یک دیوانہ رو
اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید
تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا
چشمکم زد آستینِ من درید
مجھے آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی

گرنہ جنسیت بدے در من ازو
اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی
کے رُخ آوردے بمن آں زشت رُو
وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟

گرنہ دیدے جنسِ خود کے آمدے
اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا!
کے بغیرِ جنس خود را بر زدے
اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا!

---

۱ فارق۔ غلط اور صحیح میں امتیاز کرنیوالا۔ فاروق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانے والا۔ غربیل۔ غربال، چھلنی۔ کاہ۔ تنکا، بھوسی۔ سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔

۲ گاو۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ در خور۔ مناسب، لائق۔ کالا۔ سامان۔ نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ او گماں۔ ناقص، کامل کے کمال کا انکار کرکے سمجھتا ہے کہ اُس نے کامل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اُس کا انکار اُس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اُس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

۳ اصحاب۔ یعنی شاگرد۔ فلاں دارو۔ یعنی وہ فلاں دوا جو مرض جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے۔ یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنون کی دوا کھانے کی بات۔ کرد رو۔ یعنی رُو کرد۔ چشمکم زد۔ جو دوستی اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ درید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اُس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنسِ خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس بر ہم زنند بے ہیچ شک　در میاں شاں ہست قدرِ مشترک¹
جب دو شخص آپس میں ملیں، بلاشک　اُن میں کوئی قدرِ مشترک ہے

کے پرد مرغے مگر با جنسِ خود　صحبتِ ناجنس گور ست و لحد
ہر پرندا اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اُڑتا ہے　ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سببِ پریدن و چریدن مرغے با مرغ دیگر کہ جنسِ اُو نبود
ایک پرندے کے غیرجنس پرند کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے　در بیاباں زاغ را با لکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا　جنگل میں کوّے کو لقلق کے ساتھ

در عجب ماندم بجستم حالِ شاں　تا چہ قدرِ مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا، میں نے اُن کے حال کی جستجو کی　تاکہ قدرِ مشترک کا پتہ لگاؤں

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ²　خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
جب میں حیران اور دنگ، قریب پہنچا　میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

خاصہ شہبازے کہ اُو عرشی بُود　با یکے جغدے کہ اُو فرشی بُود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو　ایک جغد کے ساتھ جو فرشی ہو، کیسے تعلق رکھ سکتا ہے

آں یکے³ خورشیدِ علییں بُود　ویں دگر خفاش کز سجیں بُود
ایک وہ جو علییں کا سورج ہو　اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو

آں یکے نورے ز ہر عیبے بری　واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بَری ہے　اور دوسرا اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے

واں یکے ماہے کہ بر پرویں زند　واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے　ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسف رُخے عیسیٰ نفس　ویں دگر گرگے و یا خر یا خرس
ایک یوسف جیسے چہرے والا عیسیٰ جیسے سانس والا　دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ

آں یکے پرّاں شدہ در لامکاں　ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اُڑتا ہے　اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح

آں یکے سُلطانِ عالی مرتبت　ویں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک، بلند مرتبہ بادشاہ　اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں

۱؎ قدرِ مشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں ہو۔ سبب۔ کوّا اور لقلق ہمجنس نہ تھے لیکن اُن میں لنگڑا پن قدرِ مشترک تھی۔ ہم تگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔

۲؎ حیران و دنگ۔ اس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوّے اور لقلق کو دیکھ کر ایک عقلمند حیران ہوا حالانکہ دونوں یعنی پرند ہیں تو یہ جو عرش کا شہباز ہے اور منکر جو ویرانے کا جغد ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔ جغد۔ منکر۔

۳؎ یکے۔ یعنی رسول و نبی۔ علییّن۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہونگے، بہشت کا بلند مقام۔ سجیّن۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں گے، جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی منکر۔ پرویں۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسفؑ کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پرّاں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔

آں یکے خلقے ز اکرامش[1] خجل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ
ویں دگر از بینوائی منفعل
اور یہ دوسرا بے سروسامانی سے شرمندہ

آں یکے سرور شدہ زاہلِ زماں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا
ویں دگر در خاکِ خواری بس نہاں
اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بلبلاں را جائے می زیبد چمن
بلبلوں کی جگہ چمن میں مناسب ہے
مر جُعَل را در چمیں خوشتر وطن
گبرونڈے کا گندگی بہترین وطن ہے

با زبانِ معنوی[2] گل با جُعَل
پھول، گبرونڈے کو زبانِ حال سے
ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گلشن بیگماں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً
ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من بر سرِ تو دورباش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ
می زند کاے خس ازیں در دور باش
(پھینک کر)، مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ

ور بیامیزی تو با من اے دنی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا
ایں گماں آید کہ از کانِ منی
یہ خیال ہوگا کہ تو میری جنس کا ہے

گر در آمیزد[3] ز نقصانِ من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے
زاں کہ پندارند کو زانِ من ست
کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے
چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

یک رگم زاں شاں بُد و آں را بُرید
میری ایک رگ اُن میں کی تھی اس کو کاٹ دیا
در من آں بد رگ کجا خواہد رسید
وہ بُری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدم آں بُد از ازل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی
کہ ملائک سر نہندش از مَحل
کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے اُن کو سجدہ کریں

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان
ننہدش سر کہ منم شاہ و رئیس
اُن کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا
او نبودے آدم او غیرے بُدے
تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

[1] اِکرام۔ تعظیم کرنا، بخشنا۔ خَجِل۔ شرمندہ۔ مُنفعِل۔ نادم، شرمندہ۔ سَرور۔ سردار۔ می زیبد۔ زیب می دہد۔ جُعَل۔ نجاست کا کیڑا، گبرونڈا۔ چمیں۔ نجاست، گندگی۔
[2] معنوی۔ باطنی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل۔ بغل گند، بدبُو دار۔ گر گریزانی۔ یہ پھول کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیا اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن اُن سے دُور رہیں۔ دورباش۔ پہلے مصرع میں اُس دوشاخہ نیزے کے معنی میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تاکہ لوگ راستہ سے دور ہو جائیں دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنی میں ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔
[3] گر در آمیزد۔ بروں کا بھلوں سے میل بھلوں کے نقصان کا سبب ہے۔ آنِ منست یعنی ہم جنس ہے۔ بُرید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اُس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اُس کو زمزم سے پاک کیا گیا۔ یک نشاں۔ حضرت آدمؑ کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ اُن کو سجدہ کریں دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔ منم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں اُس کو سجدہ کیوں کروں۔ پس۔ اگر شیطان سجدہ کر لیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہو جاتی۔

هم سجودِ ہر مَلک میزانِ[1] اُوست | هم جحودِ آں عدو برہانِ اُوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اس کا معیار ہے | اُس دُشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے

هم گواہِ اُوست اقرارِ مَلک | هم گواہِ اُوست کفرانِ سَگک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے | ذلیل کتّے کا انکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | تا چہ کرد آں خرس باآں شیر مرد
اِس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل | کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمۂ قصۂ اعتمادِ آں مغرور بر تملّقِ خرس

اُس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی قصہ

اُو بخفت و خرس میراندش مگس | وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اُڑاتا تھا | اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں | واں مگس زو باز می آمد دواں
اُس نے کئی بار اُن کو جوان کے منہ سے اُڑایا | وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد با مگس خرس و برفت | برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا | پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اُٹھالیا

سنگ آورد و مگس را دید باز | بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا | سوئے ہوئے کے منہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد | بر مگس تا آں مگس واپس خزد
اُس نے چکی (جیسا) پتھر اُٹھایا اور مارا | مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد | ایں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے مُنہ کو خشخاس (جیسا) کر دیا | یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی

مہرِ ابلہ مہرِ خرس آمد یقیں | کینِ اُو مہر ست و مہرِ اُوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے | اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

عہدِ اُو سست ست و ویران و ضعیف | گفت او زفت و وفائے اُو نحیف
اُس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد و ضعیف ہے | اُس کی باتیں گھنی ہیں اور اُس کی وفاداری کمزور ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکن | بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر | اُلٹی باتیں کرنے والا، قسم توڑ ڈالتا ہے

---

[1] میزان بمعیار۔ جحود۔ انکار۔ عدو۔ شیطان۔ گواہ حضرت آدمؑ کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے اسی طرح شیطان کا انکار بھی گواہ ہے۔ کفران۔ انکار، ناشکری۔ سگک۔ کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن یعنی ناقصین کا انکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔ تملّق۔ چاپلوسی، خوشامد۔

[2] او۔ یعنی شیر مرد۔ وز ستیز۔ مکھی کی عادت ہے کہ اُڑاؤ تو وہ لوٹ کر آتی ہے۔ جوان۔ یعنی شیر مرد۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

[3] جائے ساز۔ موافق جگہ۔ آسیا سنگ۔ سنگِ آسیا، چکی کا پتھر۔ خزد۔ خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مثل۔ وہ ضرب المثال جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کینِ اُو۔ بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائیگا تو نقصان نہ پہنچا سکے گا دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔ عہدِ اُو۔ بیوقوف کا کوئی عہد و پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ باتونی ہوتا ہے اُس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد۔ بیوقوف کی قسم پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔

چونکہ بے سوگند گفتش بُد دروغ — تو میفت از مکر و سوگندش بدروغ[1]

چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات، جھوٹ تھی — تو اُسکے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفسِ او میر ست و عقلِ اُو اسیر — صد ہزاراں مُصحفش خود خورده گیر

اس کا نفس حاکم ہے، اور اُس کی عقل قیدی ہے — لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند — گر خورد سوگند ہم آں بشکند

جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے — اگر قسم بھی کھالے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں — کہ کند بندش بسوگندِ گراں

کیونکہ اِس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہوگا — کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے بند بر حاکم نہد — حاکم آں را بدرد بیروں جہد

جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے — حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

بر سرش کوبد ز خشم آں بند را — می زند بر روئے اُو سوگند را

اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا — قسم کو اُس کے منھ پر پھینک مارے گا

تو زاَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ‌ش دست شو — اِحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ با اُو مگو

تو "عہدوں کو پورا کرو" سے اُس سے ہاتھ دھولے — اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ[2] داند عہد با کہ می کُند — تن کُند چوں تار و گرد اُو تند

جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے — جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُسکے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتنِ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر صحابیِ رنجور و فائدہ عیادت

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شُد — واندراں بیماریش چوں تار شُد

صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے — اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے

مصطفیٰؐ آمد عیادت سوئے اُو — چوں ہمہ لطف و کرم بُد خوئے اُو

حضرت مصطفیٰؐ اُن کے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے — چونکہ آپ کی عادت، مجسّم لطف و کرم تھی

در عیادت رفتنِ تو فائدہ است — فائدہ آں باز بر تو عائدہ است

بیمار پرسی کے لئے تیرا فائدہ ہے — اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے

فائدہ اوّل کہ آں شخصِ علیل — بُوکہ[3] قطبے باشد و شاہِ جلیل

پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص — ہوسکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو

---

[1] دروغ۔ جھاچھ، مکرِ نفسِ اُو۔ بیوقوف کی عقل پر اُس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے۔ چونکہ۔ عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے زانکہ۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ اسیر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کرسکتا ہے اسکو جلد توڑ ڈالیگا ہاں اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا۔ اسیر۔ قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے۔ حاکم یعنی نفس۔ بر سرش۔ قسم توڑ کر دُوگنے عذاب میں مبتلا کریگا۔ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ اِحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ اپنی قسموں کی نگہداشت رکھو۔

[2] وانکہ۔ ایک مومن سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے۔ تن کند یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اُس کو مضبوط باندھتا ہے اور اُسکی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگانِ خدا فنائیت کے اُس مقام پر ہوتے ہیں کہ اُنکے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کے اخلاق کریمانہ تھے۔ عائدہ۔ لوٹنے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنیوالے کا اپنا فائدہ ہے

[3] [illegible]

چوں دو چشمِ دل نداری اے عنود — وَانمی[1] دانی تو ہیزم را ز عُود

اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہو — تو اگر لکڑی کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے

چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج — ہیچ ویراں را مداں خالی ز گنج

جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو — کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ

قصدِ ہر درویش می کُن از گزاف — چوں نشاں یابی بجد می کُن طواف

ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر — جب پتہ پالے تو کوشش کرکے چکر کاٹ

چوں ترا آں چشمِ باطن بیں نبود — گنج[2] می پندار اندر ہر وجود

جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے — ہر وجود میں خزانہ سمجھ

ور نباشد قطب یارِ رہ بُود — شہ نباشد فارسِ اسپہ بُود

اگر قطب نہ ہوگا، راستہ کا یار ہوگا — شاہ نہ ہوگا، گھوڑا سوار ہوگا

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار — ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار

یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ — کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار

ور عدو باشد ہم ایں احسان نکوست — کہ باحساں دوست گردد گر عدوست

اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے — اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائیگا

ور نگردد[3] دوست کینش کم شود — زانکہ احساں کینہ را مرہم شود

اگر دوست نہ بنا تو اُس کی دشمنی کم ہو جائیگی — اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے

پس فوائد ہست غیر ایں و لیک — از درازی خائفم اے یارِ نیک

اِس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن — اے بھلے یار! میں طوالت سے خائف ہوں

حاصل ایں آمد کہ یارِ جمع باش — ہمچو بتگر از حجر یارے تراش

خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن — بُت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمعِ کارواں — رہزناں را بشکند پشت و سناں

اِس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اُسکی کثرت — ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالےٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادتِ من نیامدی

حضرت موسیٰ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پُرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب — کاے طلوعِ ماہ دیدہ تو ز جیب

موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی — اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

---

[1] وانمی دانی۔ جب تم خاص قُطب کو نہیں پہچانتے ہو تو ہر مؤمن کی عیادت کر لیا کرو۔ چونکہ۔ دنیا اولیاء سے خالی نہیں ہے تلاش جاری رکھو پالو گے۔ چوں۔ جب اُس کی دستیابی ہو جائے اُس پر جان قربان کردو۔

[2] گنج۔ اہلِ باطن کے پالینے کی تدبیر یہی ہے کہ ہر جگہ اُن کو تلاش کرو۔ یارِ رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالکِ راہِ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قُطب۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق۔ ہر کہ۔ یعنی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ ور عدو۔ دشمن سے بھلائی کرو دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔

[3] ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیادت سے مُعاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گوشۂ تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ حجر۔ مردہ دل میں اپنی محبت پیدا کردو۔ زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیئے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب، ناراضی جیب۔ گریبان حضرت موسیٰؑ کے معجزہ یدِ بیضا کی طرف اشارہ ہے۔

مَشرِقت[1] کردم بنورِ ایزدی — من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مَشرِق بنایا — میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں — اینچہ رمز ست ایں بکُن یا رب عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے — یہ کیا راز ہے؟! اے خدا اِس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجوریم — چوں نہ پُرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اُس سے کہا کہ میں مریض ہوں — تو نے ازروئے کرم میری پُرسش کیوں نہ کی

گفت یا رب نیست نقصانے ترا — عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انھوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے — عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں — گشت رنجور اُو منم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ — بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں، خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من — ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی بیماری، میری بیماری ہے — اُس کی معذوری، میری معذوری ہے

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے — کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از حضورِ اولیا[2] گر بگسلی — تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کُلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہیگا — تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کُل نہیں ہے

ہر کرا دیو از کریماں وابَرد — بیکسش یابد سرش را وا خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جُدا کر دے — اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے

یک بَدَست از جمع رفتن یکزماں — مکرِ شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا — شیطان کا مکر ہوگا، خوب سمجھ لے

جدا کردن باغباں صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد — دید چوں دزداں بباغِ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا — اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے

یک فقیہ[3] و یک شریف و صوفیے — ہر یکے شوخے فضولی یوفیے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی — (جنہیں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغو گو

---

[1] مَشرِق۔ حضرت موسیٰؑ نورِ خداوندی کے مظہر تھے۔ رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ در رنجوریم۔ میں مریض ہوں۔ نقصان یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا عقدہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اُو منم۔ جب انسان فنائیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہو جاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانیوالے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے اِس مضمون کی حدیث مشکوۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیا۔ جبکہ اولیا اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو انکے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔

[2] از حضور۔ اولیاء کی صحبت باعثِ نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس موجبِ ہلاکت بنیں گے۔ جزوی یعنی تو ناقص ہے۔ کلی یعنی تو کامل نہیں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ کریماں۔ یعنی اولیا اللہ۔ واخورد۔ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بنجاتا ہے۔ بدست۔ یعنی بمقدار بالشت۔ جمع۔ جماعت۔ جدا کردن۔ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی اب اِس کو اِس حکایت سے واضح کرتے ہیں۔

[3] فقیہ۔ مولوی، مفتی، عالم۔ وہ سید جو حضرت علی رضؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے۔ چوں دزداں۔ یہ تینوں بلا اجازت باغ میں آئے تھے۔ شریف۔ مطلق سید کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور خاص امام حسنؓ کی اولاد کو بھی کہا جاتا ہے۔ فضولی۔ بغیر حق کے کام کرنیوالا۔ یوفی۔ لغو گو حق

گفت با اینہا مرا صد[1] حجت است / لیک جمع اند و جماعت رحمت است
اُس نے (دل میں) کہا، اُن کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں / لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے

بر نیایم یک تنہ با سہ نفر / پس ببرّم شاں نخست از یکدگر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا / پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں

ہر یکے را من بسوئے افگنم / چونکہ تنہا شاں کنم سر بر کنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں / جب اُن کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ / تا کند یارانش را بے او تباہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا / تاکہ اُس کے دوستوں کو اُس کے بغیر تباہ کرے

گفت صوفی را برو سوئے وثاق[2] / یک گلیم آور برائے ایں رفاق
اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا / ان ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ

رفت صوفی گفت خلوت با دو یار / تو فقیہی ویں شریفِ نامدار
صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا / آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں

ما بفتوائے تو نانے می خوریم / ما بہ پرّ دانشِ تو می پریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں / ہم آپ کی عقل کے پَر سے پرواز کرتے ہیں

ویں[3] دگر شہزادہ و سلطانِ ماست / سید است از خاندانِ مصطفیٰؐ ست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں / سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس / تا بود با چوں شما شاہاں جلیس
وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟ / کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر ورا پنبہ کنید / ہفتہ بر باغ و راغ من زنید
جب آئے اُس کی روئی دُھن دو / تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست / اے شما بودہ مرا چوں چشم راست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے / تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت / آہ کز یاراں نمی باید شگیفت
اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور اُنکو دھوکا دیا / افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت / خصم شد اندر پیش با چوبِ زفت
جب اُنھوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا / دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا

---

[1] صد حجت۔ زبانی دلائل سے قائل کر دونگا لیکن۔ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو میں تینوں سے نہ جیت سکونگا۔ پس لہٰذا ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے اور ایک ایک کر کے نبٹنا چاہیئے۔ بے او۔ پہلے اسکو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کر کے تباہ کرے۔

[2] وثاق۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ، قید، واؤ کے پیش کے ساتھ، گھر۔ گلیم۔ کمبل۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، ساتھی۔ خلوت۔ یعنی تنہائی میں۔ فتوی۔ عوام، فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پرّ دانش۔ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے۔

[3] ویں۔ یعنی شریف۔ خاندان۔ اہلبیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ پنبہ کنید۔ یعنی اُس کو روئی کی طرح دُھن دو۔ بعض صاحبان نے تنبہ سمجھ کر تنبیہ کا مخفف قرار دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آن۔ ملکیت۔ چشمِ راست۔ داہنی آنکھ زیادہ محبوب ہے۔ شگیفت۔ صبر کیا۔ برہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب۔ خصم۔ یعنی باغبان۔ زفت۔ موٹا۔

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز
بولا اے کتے! تو ہی صوفی ہے کہ تیزی سے

اندر آئی باغِ ما تو از ستیز[1]
تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے

ایں جُنیدت رہ نمود و بایزید
یہ راستہ تجھے جنید اور بایزید نے دکھایا ہے

از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا

نیم کُشتش کرد و سر بشگافتش
اُس کو ادھ موا کر دیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا

گفت[2] صوفی آنِ من بگذشت لیک
صوفی بولا میرا وقت تو گذر گیا لیکن

اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک
اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اغیار دانستید ہاں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا

نیستم اغیار تر زیں قلتباں
اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شمارا خوردنی ست
جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے

واینچنیں ضربت جزائے ہر دنی ست
اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست
مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے

اینچنیں شربت شمارا خوردنی ست
اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

ایں[3] جہاں کوہ ست گفت و گوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفت گو

چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں
جب باغبان، صوفی سے نبٹ لیا

یک بہانہ کرد زاں پس جنسِ آں
اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریفِ من برو سوئے وثاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا

کز برِ چاشت بختیم من رقاق
اس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں لگائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را
دروازے میں نوکر سے کہنا

تا بیارد آں رقاق و قاز را
تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں
جب اُسکو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!

تو فقیہی ظاہر ست ایں و یقیں
تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

او شریفی می کند دعویِ[4] سرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے

مادرِ او را کہ داند تا چہ کرد
اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اُس نے کیا کیا ہے؟

---

[1] ستیز۔ لڑائی۔ جنید بغدادی مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بایزید بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کشتہ۔ ادھ موا۔

[2] گفت۔ صوفی نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث، بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ دنی۔ کمینہ۔

[3] ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم۔ قاز۔ بطخ۔ دعویٰ سرد۔ دعویٰ بغیر دلیل۔

برزن[1] و بر فعلِ زن دل می نہید — عقلِ ناقص وانگہائے اعتمید

عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو — ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ — بستہ است اندر زمانہ بس غبی

اپنے آپ کو علی رضؓ اور نبیؐ سے — وابستہ کر دیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہر[2] کہ باشد از زنا و ز زانیاں — ایں بَرَد ظن در حقِ رَبّانیاں

جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو — وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہر کہ بَرگردد سرش از چرخہا — ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را

جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے — وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول — حالِ اُو بُد دور زاولادِ رسولؐ

اُس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا — خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور!

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں — کے چنیں گفتے برائے خانداں

اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا — خاندانِ (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟

خواند افسونہا شنید آں رافقیہ — در پیش رفت آں ستمگارِ سفیہ

اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سُنے — وہ اَحمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

گفت[3] اے خر اندریں باغت کہ خواند — از پیمبر دُزدیت میراث ماند

بولا، اے گدھے! اِس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے — پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو — تو بہ پیغمبر چہ می مانی بگو

شیر کا بچہ اُس کے مُشابہ ہوتا ہے — بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟

با شریف آں کرد آں دُوں از جِگی — کہ کُند با آلِ یٰسینؐ خارجی

کمی سے اُس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا — جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول — چوں یزید و شمر با آلِ رسولؐ

دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں — یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کیساتھ

شد شریف از زخمِ آں ظالم خراب — با فقیہ اُو گفت با چشمِ پُر آب

سید اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا — آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پایدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم — چوں دُہل شو زخم می خور بر شکم

ٹھہر، اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا — ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

---

۱ برزن۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول و فعل پر مبنی ہے۔ اِعتمید۔ اِعتماد و خویشتن۔ یعنی اِس زمانہ میں بہت سے بے وقوف اپنے آپ کو آنحضورؐ اور حضرت علی رضؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔

۲ ہر کہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سید کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اِس لئے مولانا اِظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ رَبّانیاں۔ یعنی اہلِ بیت۔ ہر کہ۔ جیسے خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اِسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مُرتد۔ دین سے مُنحرف ہو جانے والا۔ خاندان۔ یعنی اہلِ بیت۔ ستمگار۔ یعنی باغبان۔ سَفیہ۔ بے وقوف۔

۳ گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث چونکہ وہ آلِ رسول تھا۔ مانی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسّرین نے اِس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ سے مُنحرف ہو کر اُن کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید۔ ابنِ معاویہؓ اِسی کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔ شمر۔ وہ بدنصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پایدار۔ ٹھہر۔ فرد۔ تنہا۔ دُہل۔ ڈھول۔

گر شریف و لایق و ہمدم نیم | از چنیں ظالم ترا من کم نیم

میں اگر سیّد اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں | تیرے لئے اُس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض | احمقی کردی ترا بئس العوض

تونے مجھے اِس خود غرض کے سپرد کردیا | تونے بیوقوفی کی، تیرے لئے بُرا بدلہ ہے

شُد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ | چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ

وہ اُس سے ہٹا، آیا کہ او مولوی! | تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویت اینست اے بریدہ دست | کاندر آئی و نگوئی امر ہست

اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے | کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط | یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط

اِس طرح کا جواز تونے وسیط میں پڑھا ہے | یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بروے بر گشاد | دستِ اُو کینِ دلش را داد داد

یہ کہا اور اُس پر ہاتھ چھوڑ دیا | اُس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقّست بزن دستت رسید | ایں سزائے آنکہ از یاراں بُرید

اُس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا | یہی اُس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

من سزاوارم باین و صد چنیں | تا چرا ببریدم از یاراں بکیں

میں اِس اور اِس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں | کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟

گوش کردم آں ہمہ افسوسِ تو | میزنم بر سر کہ شد ناموسِ تو

تیری سب ملامت میں نے سُنی | سر پر (دوہتڑ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی

زد ورا القصہ بسیار و بخست | کرد بیرونش زباغ و در ببست

قصہ مختصر، اُس کو بہت مارا اور چورا کردیا | اُس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کردیا

ہر کہ تنہا ماند از یارانِ خود | ایں چنیں آید مر اُو را جملہ بد

جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا | اِس طرح کی سب خرابیاں اُس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست | ویں صلہ از صد محبت حاملہ

یہ بیمار پُرسی اِس تعلّق کے لئے ہے | اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتنِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پُرسی کے لئے جانے کے قصّہ کی طرف رجوع

ؔ ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ بُرا بدلہ۔ فتویت۔ فتوائے تو۔ امر۔ حکم، اجازت۔ وسیط۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

ؔ افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔

ؔ ہر کہ۔ مجمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے جماعتی زندگی بنتی ہے۔

دَر عِیادت شُد رسولِ بے ندید[1] — آں صحابی را بحالِ نزع دید

بےنظیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے — اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شُدی دُور از حضورِ اولیا — در حقیقت گشتۂ دُور از خدا

جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دُور ہو گیا — حقیقتًا تو خدا سے دُور ہو گیا ہے

چوں نتیجہ ہجرِ ہمراہاں غم ست — کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم ست

جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے — شاہوں کے حضور سے جدائی اس سے کب کم ہے؟

سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب — تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب

شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ — تاکہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رَو بخُسپ اندر پناہِ مُقبلے[2] — بُوکہ آزادت کُند صاحبدلے

کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ — شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دیدے

گر سفر داری بدیں نیّت برو — ور حَضر باشد ازیں غافل مشو

اگر سفر کرنا ہے اس نیت سے جا — اگر اقامت ہو (تو بھی) اس سے غافل نہ ہو

دَر بَدر می گرد و می رَو کو بکو — جُستجو کن جُستجو کن جُستجو

در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا — تلاش کر، تلاش کر، تلاش

تا توانی ز اولیاء بر متاب — جہد کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

جب تک ہو سکے اولیا سے مُنہ نہ موڑ — کوشش کر، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

گفتنِ شیخے مر بایزیدؒ[3] را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کُن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کرلے

سُوئے مکّہ شیخِ اُمّت بایزیدؒ — از برائے حجّ و عُمرہ می دَوید

اُمّت کے شیخ بایزیدؒ مکّہ کی جانب — حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

اُو بہر شہرے کہ رفتے از نخُست — مر عزیزاں را بکردے باز جُست

وہ جس شہر میں جاتے ابتداءً — خاصانِ خدا کی تلاش کرتے

گِرد می گشتے کہ اندر شہر کیست — کو بر ارکانِ بصیرت مُتّکی ست

چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے — جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالبِ مردے شوی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے — یہ چاہیئے کہ ابتداءً تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے

---

[1] ندید - مثال، نظیر - نزع - جانکنی - چوں شوی - مولانا عیادت کے قصّہ کو پورا کرنا چاہتے تھے لیکن اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے مولانا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبتِ اولیاء کی بات شروع کر دی - چوں نتیجہ - اگر اہل اللہ سے دوری قربِ حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے - بہتر ز آفتاب - سورج تو ظاہری انوار پہنچاتا ہے اولیاء کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔

[2] مُقبلے - یعنی ولی اللہ - صاحبدلے - ولی اللہ، اُس کی صحبت خواہشاتِ نفسانی سے آزاد کر دیتی ہے - گر - انسان سفر میں ہو یا حضر میں ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

[3] بایزیدؒ - بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں - عزیزاں - اولیاء اللہ - ارکانِ بصیرت - یعنی شرائطِ طریقت - مُتّکی - تکیہ لگانے والا - گفت حق - یعنی اللہ نے بایزیدؒ کے دل میں الہام فرمایا - مرد - یعنی ولی اللہ۔

قصدِ گنجے[۱] کُن کہ ایں سُود و زیاں — در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان — تبعاً حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہر کہ کارد قصدِ گندم باشدش — کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے — بھوسا تبعاً اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نبایدِ گندمے — مَردمے جو مَردمے جو مَردمے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا — کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مردِ حق کی تلاش کر کسی مردِ حق کی

قصدِ کعبہ کُن چو وقتِ حج بود — چونکہ رفتی مکّہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر — جب تو پہنچے گا مکّہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دیدِ دوست بُود — در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا — تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دیئے

سیّد الاَعمالُ بالنیّات[۲] گفت — نیّتِ خیرت بسے گلہا شگفت
سیّد (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں — تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں

نیّتِ مُؤمن بود بہ از عمل — ایں چنیں فرمود سُلطانِ دُوَل
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے — سلطنتوں کے بادشاہ نے اسی طرح فرمایا ہے

حکایت[۳] خانہ ساختنِ مُریدے و امتحانِ پیر مُرید را
ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت رُوزے یک مُرید — پیر آمد خانۂ او را بدید
ایک مُرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا — پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مریدِ خویش را — امتحاں کرد آں نکو اندیش را
شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا — اُس خیر اندیش کا امتحان لیا

روزن از بہرِ چہ کردی اے رفیق — گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے — اُس نے کہا تاکہ اس راستے سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع ست ایں باید نیاز — تا ازیں رہ بشنوی بانگِ نماز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کیلئے ہونا چاہئے — تاکہ تو اس راستہ سے اذان سُنے

نورِ خود اندر تبع می آیدت — نیّت آں کُن کہ آں می بایدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی — اُسکی نیت کر جسکی نیت کرنی چاہیئے

۱۔ قصدِ گنج۔ یعنی سفر کا اصل مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بناؤ تو سفر کے دوسرے منافع تبعاً حاصل کر و اور ان کو فرع سمجھو۔ ہر کہ۔ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے بھوسا ضمناً حاصل ہو جاتا ہے قصدِ کعبہ۔ حج کا مقصد اصلی کعبہ کی زیارت ہے مگر شہر کی تبعاً زیارت ہو جاتی ہے۔ در معراج۔ آنحضورؐ کا مقصود معراج میں دیدارِ باری تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعاً حاصل ہو گیا۔

۲۔ سیّد۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنّمَا الاَعمَالُ بِالنّیّاتِ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اُس عمل کا نتیجہ ہو گا۔ نیّت۔ حدیث شریف ہے نِیّۃُ المُؤمِنِ خَیرٌ مِّن عَمَلِہٖ وَ عَمَلُ المُنَافِقِ خَیرٌ مِّن نِّیَّتِہٖ یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اُس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔

۳۔ حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اصلی مقصد کی نیت کرنی چاہیے ادنیٰ مقصد خود حاصل ہو جائیگا۔ تو مرید یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا مستفید نہیں ہوا تھا۔ روزن۔ روشندان۔ گھر میں روشندان بنائے ہیں۔ بہتر ہے کہ اُس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے روشنی روشندان سے خود بخود پوری جائیگی۔

بایزیدؒ اندر سفر جُستے بسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا

تا بیابد خضرِ وقتِ خود کسے
تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے با قدے ہمچوں^۱ ہلال
ایک بوڑھے ہلال جیسے قد والے کو دیکھا

یافت در وے فرّ و گفتارِ رجال
اسمیں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب
آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح

ہمچو فیلے دیدہ ہندستان بخواب
اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندستان کو خواب میں دیکھا ہو

چشم^۲ بستہ خفتہ بیند صد طرب
آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے

چوں بکشاید آں نہ بیند اے عجب
جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب در خواب روشن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے

دل درونِ خواب روزن می شود
نیند میں، دل روشندان بن جاتا ہے

آنکہ بیدار ست و بیند خوابِ خوش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے

عارف ست اُو خاکِ اُو در دیدہ کش
وہ عارف باللہ ہے اُسکی خاک قدم آنکھوں میں لگا

بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت
اُن کو بایزیدؒ نے جب قطبیوں میں سے پایا

مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑ گئے

پیشِ اُو بنشست و می پرسید حال
اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے

یا فتش^۳ درویش و ہم صاحب عیال
اُن کو نادار، اور عیال دار پایا

گفت عزم تو کجا اے بایزیدؒ
اُنھوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟

رختِ غربت را کجا خواہی کشید
سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از وَلہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے

گفت ہیں با خود چہ داری زادِ رہ
فرمایا اچھا، راستہ کا خرچ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم نقرہ دویست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں

نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کُن بگردم ہفت بار
اُنھوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کرلے

ویں نکوتر از طوافِ حج شمار
اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں درمہا پیشِ من نہ اے جواد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھدے

داں کہ حج کردی و شد حاصل مراد
سمجھ لے کہ تونے حج کرلیا اور مقصد پورا ہوگیا

---

۱ ہمچوں ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے۔ رجال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دیدہ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالمِ ملکوت کی سیر کرکے مسرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔

۲ چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کرکے جب عالمِ ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو انکو عجائب قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھلنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالمِ ملکوت کا روشندان بنجاتا ہے۔ آنکہ۔ اولیاء اللہ بیداری میں آنکھیں بند کرکے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔

۳ یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ وَلَہ۔ عشق، شوق۔ ردیست۔ ردا است۔ طوفی کُن۔ شیخ کا بایزیدؒ کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبۂ حال میں تھا ورنہ طواف بنظرِ عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ نکوتر از حج۔ بایزیدؒ کا نفلی حج ہوگا اس لئے یہ فرمایا ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر روپیہ صرف کردینا ہے۔ حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج سے بھی زیادہ ثواب مل جائیگا۔

عمرہ کردی عمرِ[1] باقی یافتی ۔ صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی ۔ تو پاک ہو گیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا

حقِ آں حقے کہ جانت دیدہ است ۔ کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے ۔ کہ اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ[2] ہر چندیکہ خانہ برِ اوست ۔ خِلقتِ من نیز خانہ سرِّ اوست
ہر چند کہ کعبہ اُس کی عبادت کا گھر ہے ۔ میرا وجود بھی اُس کے اسرار کا گھر ہے

تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت ۔ واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
جب سے اُس نے وہ گھر بنایا ہے اُس میں نہیں گیا ہے ۔ اور اِس گھر میں اُس حیّ (و قیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ ۔ گِردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے ۔ سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے

خدمتِ من طاعت و حمدِ خدا ست ۔ تا نہ پنداری کہ حق از من جدا ست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے ۔ خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے

چشمِ نیکو باز کن در من نگر ۔ تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ ۔ تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے

بایزید[3] اکعبہ را دریافتی ۔ صد بہار و عزّ و صد فر یافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا ۔ سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پالی ہیں

کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار ۔ گفت "یا عبدی" مرا ہفتاد بار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایکبار "میرا گھر" کہا ہے ۔ مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت ۔ ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے اُن نکتوں کو یاد کر لیا ۔ سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید ۔ منتہی در منتہی آخر رسید
اُن سے بایزیدؒ بزرگی میں پہنچے ۔ کامل (مُرید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستنِ پیمبر کہ سببِ رنجوریِ آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را ۔ خوش نوازش کرد یارِ غار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا ۔ سچے دوست پر اچھی نوازش کی

[1] عمرِ باقی۔ ابدی زندگی۔ صفا۔ کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ مرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے۔

[2] کعبہ۔ یعنی عبادتخانہ ہے۔ خانہ ستر۔ یعنی اسرارِ الٰہی کا مخزن ہے۔ تا بکرد۔ یعنی حضرت حق جل مجدہٗ کو جو تعلق قلبِ مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے اسی لئے قلبِ مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے۔ چوں مرا۔ اتحاد کی وجہ سے اہل اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے۔

[3] بایزیدا۔ یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے۔ کعبہ را۔ قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا۔ "طَہِّرَا بَیْتِیَ" "تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔" یا عبدی۔ مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ "ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما" پر پہنچتا ہے تو حضرت حق کی جانب سے کہا جاتا ہے۔ لِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ۔ میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے مانگا۔ آمد۔ اِس گفتگو سے حضرت بایزیدؒ کے مقامات بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا اس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا۔ یارِ غار۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ تھے، سچا دوست۔

زندہ[۱] شد چوں اُو پیمبر را بدید — گوئی آں دم حق مرا اُورا آفرید
جب اُس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا ایسں — تو کہیگا اللہ نے اُسی وقت اُسکو پیدا فرمایا ہے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد — کامد ایں سلطان بر من بامداد
اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا — کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت — از قدوم ایں شہِ پُرخاصیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہوگیا — اِس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

اے خجستہ رنج و بیماری وتب — اے مبارک درد و بیداریِ شب
مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار — مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نک مرا در پیری از لطف و کرم — حق چنیں رنجوری داد و سقم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں — اللہ تعالےٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تا من ہم زخواب — بر جہم بر نیم شب لابد شتاب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے — لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تا نہ خسپم جملہ شب چوں گاومیش — دردہا بخشید حق از لطفِ خویش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں — اللہ (تعالےٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں[۲] شکست آں رحمِ شاہاں جوش کرد — دوزخ از تہدیدِ من خاموش کرد
اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آگیا — کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چُپ کر دیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست — مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اُس میں رحمتیں ہیں — جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضعِ تاریک و سرد — صبر کردن بر غم و سستی و درد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں — غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جامِ مستی است — کاں بلندیہا[۳] ہمہ در پستی است
آبِ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے — اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں مضمر ہیں

آں بہاراں مضمر است اندر خزاں — پُر بہار است ایں خزاں مگریز ازاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں — یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و با وحشت بساز — می طلب در مرگِ خود عمرِ دراز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ — اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

[۱] زندہ یعنی اُن صحابی کو ازسرِ نو زندگی ملی ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُرخاصیت۔ بعض نسخوں میں بے خاشیت یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔ خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے مبارک ہے۔ نک۔ یہ بیماری عبادتوں کا سبب بن گئی، اور دردِ کمر کی وجہ سے لامحالہ رات کو اُٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں۔

[۲] زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کردیتی ہے اور روح تازہ ہوجاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔

[۳] بلندیہا۔ مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں غم، وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔

آنچه گوید نفسِ[1] تو کاینجا بدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں بُرائی ہے

مشنوش چوں کارِ اُو ضد آمدست
اُس کی نہ سن کیونکہ اُس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کُن کہ از پیغمبراں
تو اُس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے

ایں چنیں آمد وصیّت در جہاں
دنیا میں وصیّت اسی طرح آئی ہے

مشورت[2] در کارہا واجب شود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے

تا پشیمانی در آخر کم بود
تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

حیلہا کردند بسیار انبیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں

تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
تب اِس پاٹ پر چکّی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کردے

خلق را گمراہ و سر گرداں کند
مخلوق کو گمراہ اور پریشان کردے

گفت اُمّت مشورت با کہ کنیم
اُمّت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟

انبیا گفتند با عقلِ امیم
انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے

گفت اگر کودک در آید یا زنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے

کو ندارد عقل و رایِ روشنے
جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با اُو مشورت کُن وانچہ گفت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے

تو خلافِ آں کُن و در راہ اُفت
تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفسِ[3] خود را زن شناس از زن بتر
اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر

زانکہ زن جزو ست نفست کلِ شر
اس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفسِ خود گر می کنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے

ہر چہ گوید کُن خلافِ آں دنی
جو وہ کہے اُس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز و روزہ می فرمایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے

نفس مکّار ست مکرے زایدت
نفس مکّار ہے۔ تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفسِ خویش اندر فعال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہیں)

ہر چہ گوید عکسِ آں باشد کمال
وہ جو کچھ کہے اسکے بالعکس (کرنا) کمال ہے

بر نیائی با وے و استیزِ اُو
(اگر) اُس سے اور اُس کی لڑائی میں نہ جیتے

رو بر یارے بگیر آمیزِ اُو
کسی یار کے پاس جا اُس سے میل جول کر

[1] نفس۔ نفسِ امّارہ ہمیشہ بُرائی کی طرف راغب کرتا ہے اُس کے مشورے کے خلاف عمل کرو خلافش کُن۔ نفسِ امّارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت ونصیحت کی ہے۔

[2] مشورت۔ بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔ حیلہا۔ انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت یافتہ بنے ہیں۔ نفس۔ نفسِ امّارہ راہِ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ مشورہ عقلِ سلیم والے سے کرنا چاہیئے۔ امیم۔ امام کا امالہ ہے۔ گفت۔ شرعی حکم ہے کہ بچہ اور عورت کا مشورہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

[3] نفسِ خود۔ عورت کا مشورہ جبکہ ناقابلِ قبول ہے تو نفس کا اُس سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہونا چاہیئے۔ دنی۔ کمینہ۔ گر نماز۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ نفس اب مطمئنہ ہوگیا ہے اور مجاہدات کو ترک کردے۔ بر نیائی۔ اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کرسکے تو شیخ کی مدد حاصل کرے۔

عقلِ[۱] قوت گیرد از عقلِ دگر — نیشکر کامل شود از نیشکر

عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کرلیتی ہے — نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من ز مکرِ نفس دیدم چیزہا — کو برد از مکرِ خود تمییزہا

میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں — وہ اپنے مکر کے ذریعہ اچھے برے کی تمیز ختم کردیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست — کو ہزاراں بار آنہارا شکست

تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے — جن کو اُس نے ہزاروں بار توڑا ہے

عمر[۲] اگر صد سال خود مہلت دہد — اُوت ہر روزے بہانہ نو نہد

عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے — وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را — جادوے مردی بہ بندد مرد را

غلط وعدوں کو درست بتائے گا — قوتِ مردمی کا جادو مردمی کو ختم کردیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا — کہ نروید بے تو از شورہ گیا

اے ضیاء الحق حسام الدین! آجا — کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ — از پئے نفرین دل آزردۂ

آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے — دردمند دل کی ملامت کے لئے

ایں[۳] قضا را ہم قضا داند علاج — عقلِ خلقاں در قضا گیج ست و کاج

اِس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے — تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا گشت ست آں مارِ سیاہ — آنکہ کرمے بود افتادہ براہ

وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا — جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دستِ تو — شد عصا اے جانِ موسیٰ مستِ تو

تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ — لاٹھی بنگیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰ کی جان تجھ سے مست ہے

حکمِ خُذہا لا تخف دادت خدا — تا بدستت اژدہا گردد عصا

خدا نے تجھے "اس کو پکڑلے، نہ ڈر" کا حکم دیا ہے — تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں یدِ بیضا نما اے بادشاہ — صبحِ نو بکشا ز شبہائے سیاہ

ہاں، اے بادشاہ یدِ بیضا دکھادے — کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کردے

دستِ تو۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جسکے ذریعہ وہ نفس کو راہِ راست پر لاسکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بنگئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا اسکو پکڑلو اور نہ ڈرو۔ یدِ بیضا۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈالکر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بنکر نکلا تھا یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لیکر نفس کی اصلاح کرو۔

۱ عقل۔ مرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہوجائیگی۔ نے شکر۔ گنّا اگر کسی اور کھیتی میں بویا جائے تو اچھا نہ ہوگا بعض نسخوں میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی اُستاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمییزہا نفس اچھے برے کی تمیز ختم کردیتا ہے۔

۲ عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراش دیتا ہے۔ وعدہائے سرد۔ پرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے ہیں۔ جادو۔ مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی نفس ایسا جادو کردیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی — از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اُگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاریوں کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ مبتلا ملامت کا مستحق بنے۔

۳ ایں قضا۔ نفس کی مکاریاں بھی قضاءِ خداوندی سے ہیں تو قضاءِ خداوندی ہی اس کا علاج کرسکتی ہے انسانی عقل اُس کے علاج سے عاجز ہے۔ گیج۔ پراگندہ، پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔ اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔

دوزخے افروخت بر وے دم فسوں | اے[1] دم تو از دمِ دریا فزوں

اُس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے اُس پر پھونک مار دے | اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھکر ہے

بحرِ مکّار ست و بنمودہ کفے | دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے

(وہ نفس) مکار سمندر ہے جھاگ دکھائی دیتا ہے | دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے

زاں نماید مختصر در چشمِ تو | تا زبوں بینیش جنبد خشمِ تو

تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے | تاکہ تو اُس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکرِ انبوہ بود | مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود

جیسا کہ لشکر بہت تھا | پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا[2] بر ایشاں زد پیمبر بے خطر | ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر

یہانتک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس پر بلا جھجک حملہ کردیا | اگر زیادہ دیکھتے اُس سے ہچکچاتے

آں نمایش بود فضلِ ایزدی | احمدا ور نہ تو بددل می شدی

یہ دکھاوا اللہ تعالےٰ کا کرم تھا | ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے

کم نمود اُورا و اصحاب ورا | آں جہادِ ظاہر و باطن خدا

اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا | اللہ (تعالےٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسّر کرد یُسرے را بُرو | تا ز عُسرے اُو نگردانید رُو

یہانتک کہ آپ کو سہولت میسّر کردی | جبکہ اُنھوں نے دشواری سے مُنہ نہ موڑا

کم[3] نمودن مر وُرا پیروز بود | زاں نمودن روزِ اُو نوروز بود

اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی | اسلئے کہ اس طرح دکھانا اُن کیلئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود | کہ حقش یار و طریق آموز بود

کم دکھانا بہت مبارک دن تھا | کیونکہ اللہ (تعالےٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پُشتش نباشد در ظفر | وانکہ خرگوشش نماید شیرِ نر

وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو | سمجھ لے اُس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے

وائے گر صد را یکے بیند ز دور | تا بجالش اندر آید از غرور

اُس پر افسوس ہے اگر دور سے سَو کو ایک سمجھ بیٹھے | تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید ذوالفقارے حربہ | زاں نماید شیرِ نر چوں گربہ

چونکہ اُس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے | چونکہ اُس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے

---

[1] اے دم تو۔ اے ضیاء الحق تمہارا پھونکنا اُس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ بحر۔ نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تف۔ گرمی۔ زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے ورنہ اُس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھتے۔ ہمچناں۔ جنگِ بدر میں دشمنوں کو حقیر کرکے دکھانے کی یہی مصلحتِ خداوندی تھی۔

[2] تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو حملہ کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمائش۔ یعنی تھوڑا کرکے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگِ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ یُسر۔ سہولت، نرمی۔ عُسر۔ سختی، دشواری۔

[3] کم نمودن۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ حقش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شاملِ حال نہ ہو اسکو کم دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے، کفّار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تاکہ دھوکا کھاکر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علی رضؓ کی تلوار کا نام ہے حربہ۔ نیزہ۔

تا دلیر اندر رفتہ احمق بجنگ
واندر آردشاں بدیں حیلت بچنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کرکے جنگ کر بیٹھے
اور (خدا)، اُنکو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

تا بپائے خویش باشد آمدہ
آں قلیواں[۱] جانبِ آتشکدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں
آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ برگے می نماید تا تو زود
پف کنی اُورا برانی از وجود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے، تاکہ تو جلد
پھونک مار دے اور اُس کو فنا کردے

ہیں[۲] کہ آنکہ کوہہا برکندہ است
زو جہاں گریان و اُو در خندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اُس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے
جہان اُس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تا بہ کعب ایں آبِ جُو
صد چو عُوجِ بن عنق شد غرقِ اُو
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے
عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اُس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید موج خونش تلِ مُشک
می نماید قعرِ دریا خاکِ خشک
اُس کو خون کی موج مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے
(اُس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے

خشک دید آں بحر را فرعونِ کور
تا درو راند ز سر مستی و زور
اندھے فرعون نے اُس دریا کو خشک دیکھا
یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اُس میں گھس پڑا

چوں در آید در تگِ دریا بُود
دیدۂ فرعون کے بینا بُود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے
فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ[۳] بینا از لقائے حق شود
حق کجا ہمراز ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے
اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہرِ قتول
راہ بیند خود بود آں بانگِ غول
شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے
وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں
تیز می گردی بدہ آخر اماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں
تیزی سے گھومتا ہے، آخر (کچھ تو) امن دے

خنجرِ تیزِ تو اندر قصدِ ما
نیشِ زہر آلودۂ در قصدِ ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے
زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحمِ حق آموز رحم
بر دلِ موراں مزن چوں مار زخم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے
چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ

[۱] قلیواں۔ قلیوی کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بھٹی۔ کاہ برگے۔ برگ کاہ، یعنی مبتدی کو نفس ایک حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اُس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے۔ پُف۔ پھونک۔ برانی از وجود راندن، فنا کردینا۔
[۲] ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ می نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔ می نماید اِس نفس کی خون کی موج، مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی۔ تگ۔ تہ۔
[۳] دیدہ بینا۔ بصیرت اہلِ حق کو حاصل ہوتی ہے فرعون احمق اُس کا مستحق نہ تھا۔ قتول بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستے سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔

حقِ[1] آنکہ چرخۂ چرخِ ترا
اُس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو
کرد گرداں بر فرازِ ایں سرا
اِس گھر پر گھمایا ہے

کردِ گرگوں گردی و رحمت کنی
کر دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر
پیش ازاں کہ بیخِ ما را بر کنی
اِس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حقِ آنکہ دایگی کردی نخست
اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی
تا نہالِ ما ز آب و خاک رست
یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حقِ آں شہ کہ ترا صاف آفرید
اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا
کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اور اِس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور[2] و باقی داشتت
تجھے اِس قدر آباد اور باقی رکھا
تا کہ دہری از ازل پنداشتت
کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شکر دانستیم آغازِ ترا
(خدا کا) شکر ہے ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے
انبیاء گفتند آں رازِ ترا
انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند کہ خانہ حادِث است
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے
عنکبوتے نے کہ در وے عابث است
مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشہ کے داند کہ ایں باغ از کیست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟
کو بہاراں زاد و مرگش در دیست
اِسلئے کہ وہ موسمِ بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُسکی موت ہے

کرمِ[3] کاندر چوب زاید سست حال
سست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا
کے بداند چوب را وقتِ نہال
وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

ور بداند کرم از ماہیتش
اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے
عقل باشد کرم باشد صورتش
وہ عقل ہوگا، اُس کی صورت کیڑے کی ہوگی

عقل خود را می نماید رنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے
چوں پری دور است زاں فرسنگہا
پری کی طرح، پری سے (بھی)، کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چہ جائے پری
پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے
تو مگس پری بہ پستی می پری
تو مکھی کے پَر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

---

[1] حق - یہ قسم ہے اس کا جواب اگلا شعر ہے۔ ترا یعنی دنیا۔ کردگرگوں یعنی تیری گردش ہماری تباہی کے لئے نہ ہو۔ حق آنکہ - زمانے نے ہمیں پرورش کیا ہے، یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مشعلہ یعنی ستارے۔

[2] معمور - آباد۔ دہری - وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادی تصرفات خود مادہ کی طرف منسوب کرے۔ شکر یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا نو پیدا ہونا۔ حادِث۔ نو پیدا۔ عنکبوت - مکڑی بھی اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابث۔ لغو کام کرنیوالا، بیہودہ۔ پشہ۔ مچھر۔ باغ کی ابتداء اور انتہاء سے ناواقف ہوتا ہے۔

[3] کرم - کیڑا، وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اس درخت کی ابتداء سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے حادث ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن درحصل وہ عقلِ مجسم ہے۔ عقل خود را۔ عقل ایک مجرد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت زیادہ لطیف چیز ہے۔ از ملک۔ عقل، فرشتے سے بھی زیادہ مجرد ہے۔ تو مگس۔ دہریا اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے حادث ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

گرچہ[1] عقلت سوئے بالا می پرد — مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد

اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہو — تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چُگتا ہے

علمِ تقلیدی وبالِ جانِ ماست — عاریہ است و ما نشستہ کاں ماست

تقلیدی علم ہمارا وبالِ جان ہے — وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ ہماری ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن — دست در دیوانگی باید زدن

اِس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیئے — دیوانگی اختیار کرلینی چاہیئے

ہر چہ بینی سودِ خود زاں می گریز — زہر نوش و آبِ حیواں را بریز

جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر — زہر پی لے، آبِ حیات کو بہادے

ہر کہ[2] بستاید ترا دشنام دہ — سود و سرمایہ بمفلس وام دہ

جو تیری تعریف کرے اُس کو بُرا بھلا کہہ — نفع اور سرمایہ مُفلس کو قرض دیدے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش — بگذر از ناموس و رسوا باش فاش

امن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ — عزت کو خیر باد کہہ دے اور کھُلم کھُلا رُسوا بن

آزمودم عقلِ دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

میں نے دُور اندیش عقل کو آزما لیا — اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عُذر گفتنِ دلقک با سیّد کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سیّد اجل — قحبۂ را خواستی تو از عجل

ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا — جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا

با من ایں را باز می بایست گفت — تا یکے مستورہ[3] کردیمیت جفت

مجھ سے یہ کھُل کر کہنا چاہیئے تھا — تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم — قحبہ گشتند و ز غم تن کاستم

اُس نے کہا میں نے نو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا — وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھُلا

خواستم ایں قحبہ را با معرفت — تا ببینم چوں شود ایں عاقبت

اِس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے — تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟

---

۱ گرچہ۔ دہریہ اور عام انسان میں بھی عقل ہے جو عالم کے حدوث کا اِدراک کرسکتی ہے لیکن اُس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علمِ تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اُس سے دھوکے میں مبتلا ہوجاتا ہے زیں خرد۔ ناقص عقل، اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقلی بہتر ہے۔ ہر چہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اُس کو بُرا سمجھنا چاہیئے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ دراصل آبِ حیات ہے اور جس کو آبِ حیات سمجھے وہ زہر ہے۔

۲ ہر کہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تمہیں چاہیئے کہ منہ پر تعریف کرنیوالے کو بُرا بھلا کہدو، اور منہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مُفلس کے سپرد کردو۔ ایمنی۔ ناقص عقل جس جگہ کو امن کی جگہ سمجھے اُس کو چھوڑ کر اُس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جسکو وہ عزت سمجھتی ہے اُس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے اُس کو اختیار کرو۔ عقلِ دور اندیش۔ یعنی عقلِ ناقص۔ دلقک۔ ڈوم، اُس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کرکے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اِسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کرکے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہیئے

جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔

۳ مستورہ۔ پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی۔ زانیہ۔

عقلؔ را ہم آزمودم من بسے — زیں سپس جویم جنوں را مغرسے

میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا — اِس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کرونگا

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنیوالے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے — مشورت آرم بدو در مشکلے

ایک (شخص) کہہ رہا تھا، میں ایک عقلمند چاہتا ہوں — اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما

ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں — اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں — می دواند در میانِ کودکاں

بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں — بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے می بازد بروز و شباں — در جہاں گنجِ نہاں جانِ جہاں

دن رات گیند سے کھیلتا ہے — دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحبؔ رایست و آتش پارۂ — آسماں قدرست و اختر بارۂ

صاحبِ رائے ہے اور چنگاری ہے — آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارہ کا سوار ہے

فرِّ اُو کروبیاں را جاں شدست — اُو دریں دیوانگی پنہاں شدست

اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے — وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری — سر منہ گوسالہ را چوں سامری

لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا — سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا ٹیکنا

چوں ولیِ آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اسرارِ نہفت

جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیئے — غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود — واؔندانستی تو سرگیں را ز عود

تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی — تو گوبر کو اگر سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت — مر ورا اے کور کے خواہی شناخت

ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا — اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں — زیرِ ہر سنگے یکے سرہنگ بیں

اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے — ہر پتھر کے نیچے، ایک سپاہی دیکھ لے

۱؎ عقل۔ جس طرح اُس ڈوم نے پردہ نشینوں سے عاجز آکر رندی کا تجربہ شروع کیا اِسی طرح میں عقل سے عاجز آکر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مَغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کھیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلولؒ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا، بانس کو گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے، خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ مُشکلے یعنی معرفت کا مُشکل مسئلہ۔ شہر یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلولؒ جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔ گوئے۔ شب و روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنجِ نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں۔ جانِ جہاں۔ دنیا اُن کی بدولت قائم ہے۔

۲؎ صاحب۔ یعنی بہلولؒ صاحب رائے اور ذہین ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِّ او۔ فرشتے اُس کی تعظیم کرتے ہیں اُس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ چوں۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔

۳؎ واندانستی۔ تو بھلے بُرے میں امتیاز نہ کر سکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اُس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے

[illegible]

پیشِ آں چشمے کہ باز و رہبر ست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے
ہر گلیمے را کلیمے در بر ست
ہر کمبلی کی آغوش میں ایک کلیم ہے

مر ولی را ہم ولی شہرہ کُند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے
ہر کرا اُو خواست با بہرہ کُند
جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکتا
خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا

چوں بدزدد دُزدِ بینا رخت کور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرالے
ہیچ یابد دُزد را اعمیٰ بزور
اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزدِ اُو کہ بُود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟
گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنود
اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑا دے

چوں گزد سگ کورِ صاحب ژندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے
کے شناسد آں سگِ درندہ را
وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

حملہ کردنِ سگ بر کورِ گدا
ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر
حملہ می آورد چوں شیرِ وغا
معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ[۲] کند آہنگِ درویشاں بہ خشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے
در کشد مہ خاکِ درویشاں بہ چشم
چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد ز بانگ و بیمِ سگ
اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آگیا
اندر آمد کور در تعظیمِ سگ
اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کاے[۳] امیرِ صید و اے شیرِ شکار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!
دست دستِ تُست از من بدار
غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم
اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی
کرد تعظیم و لقب دادش اَدیم
تعظیم کی اور اُس کو "زری" کا لقب دیا

گفت اُو ہم از ضرورت اے اسد
اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!
از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟

---

[۱] باز۔ کھلا ہوا۔ گلیم۔ گدڑی۔ کلیم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ مر ولی۔ یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرادیتا ہے۔ کس نداند۔ محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جاسکتا ہے۔ چوں۔ اندھا چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو عقل سے کیسے پہچانا جاسکتا ہے۔ گزد۔ اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔ وغا۔ میدانِ جنگ۔

[۲] سگ۔ یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپئے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل اُن کی خاکِ پا کو سرمہ بناتے ہیں۔ بیم۔ خوف۔

[۳] کاے۔ اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کردیا کز ضرورت۔ مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنالیتا ہے۔ ادیم۔ زری جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے۔ از چوں من۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔

گورٗ می گیرند یارانت بدشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں

کور می گیری تو در کوچہ بگشت
تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے

گور می جویند یارانت بہ صید
تیرے دوست شکار میں گورخر تلاش کرتے ہیں

کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

آں سگِ عالم شکارِ گور کرد
اُس سدھے ہوئے کتے نے گورخر کا شکار کیا

ویں سگِ بے مایہ قصدِ کور کرد
اِس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا

علم چوں آموخت سگ رست از ضلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا

می کند در بیشہ ہا صیدِ حلال
جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے

سگ چو عالم گشت شد چالاک زحف
کتا جب صاحبِ علم بنا چالاک و چست ہو گیا

سگ چو عارف گشت شد ز اصحابِ کہف
کتا جب با خدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا

سگ شناسا شد کہ میر صید کیست
کتا واقف ہو گیا کہ میرِ شکار کون ہے

اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

کورٗ نشناسد نہ از بے چشمی است
اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے

بلکہ ایں زاں ست کز جہل ست مست
بلکہ یہ اِس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے

نیست خود بے چشم تر کور از زمیں
زمین سے زیادہ وہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے

ایں زمیں از فضلِ حق شد خصم بیں
یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

نورِ موسیٰؑ را دید و موسیٰؑ را نواخت
موسیٰؑ کے نور کو اُس نے دیکھا اور موسیٰؑ کو نوازا

خسفِ قاروں کرد و قاروں را شناخت
قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا

رجف کرد اندر ہلاکِ ہر دعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کیلئے زلزلہ میں آ گئی

فہم کرد از حق کہ یا ارضُ ابلعی
"اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی

خاکٗ و باد و آب و نارِ با شرر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ

بے خبر از ما و از حق با خبر
ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں

ما بعکسِ آں ز غیر حق خبیر
ہم اِس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں

بے خبر از حق با چندیں نذیر
اور باوجود اسقدر ڈرانیوالوں کے خدا سے بے خبر ہیں

لاجرم اشفقن منہا جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اِس (بارِ امانت) سے ڈر گئی

کند شد ز آمیزِ حیواں جملہ شاں
آدمی کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے شست ہو گئی

لٰہ گور - گورخر - کَید - مکر - سگِ عالم - سدھایا ہوا کتا - علم - علم کی یہ فضیلت ہے کہ کتا بھی اُس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے - زحف - چست - اصحابِ کہف - اصحابِ کہف کے کتے کا نام قطمیر ہے - سگ - کتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کریں۔

لٰہ کور - اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے - نیست - زمین کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے - نور - حضرت موسیٰؑ کو اُسنے پہچانا اور اچھا معاملہ کیا نیل کی زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو عبور کر گئے، قارون کو پہچان کر دھنسا دیا - رجف - کرد منکروں کو زلزلہ سے ہلاک کر دیا حضرت نوحؑ کی نجات کیلئے پانی کو نگل گئی۔

لٰہ خاک - عناصر اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں - ما بعکس - انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے - خبیر - خبردار - نذیر - ڈرانے والا - اشفقن منہا - قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر ڈالنا چاہا لیکن وہ اُس سے ڈر گئے اور اُسکو قبول کیا انسان نے

کہ ڈرنے کی وجہ یہ تھی اسکے تحمل کیلئے حیوانیت کے اوصاف ضروری تھے جنہیں خدا سے غفلت کا مادہ بھی ہے انہوں نے اِس وصف سے ڈر کر امانت کے تحمل سے اِنکار کر دیا۔

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات
کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں

کہ بُوَد با خَلق حیؔ با حق مَوات
کہ مخلوق کے ساتھ زندہ، خدا کے تعلّق میں مُردہ ہے

چوں[1] بماند از خَلق گردد اُو یتیم
جب مخلوق سے جُدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے

اُنسِ حق را قلب می باید سلیم
اللہ (تعالیٰ) سے محبت کے لئے قلب سلیم چاہیئے

چوں زکورے دُزد دُزدد کالۂ
جب چور اندھے کا سامان چُرا لیتا ہے

می کُند آں کور عمیا نالۂ
وہ اندھا، اندھا دھند روتا ہے

تا نہ گوید دُزد اُو را کاں منم
جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں

کز تو دُزدیدم کہ دُزدِ پُر فنم
میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟

چوں ندارد نورِ چشم و آں ضیا
جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر اُو را تو سخت
جب وہ کہدے، اُس کو مضبوطی سے پکڑے

تا بگوید اُو علامتہائے زَخت
تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

پس جہادِ[2] اکبر آمد عصرِ دُزد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے

تا بگوید کو چہ دُزدید ست مَرد
تاکہ وہ بتا دے کہ اُس نے کیا چُرایا ہے؟

اوّلاً اُو دزدید کُحلِ دیدہ ات
اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چُرایا ہے

چوں ستانی بازیابی تبصرت
جب تو (واپس) لے لیگا دوبارہ بینائی حاصل کریگا

کالۂ حِکمت کہ گُم کردہ دل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے

پیشِ اہلِ دل یقیں آں حاصل ست
اہلِ دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

کورِ دل با جان و با سمع و بصر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے

می نداند دزدِ شیطاں را اثر
شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

زاہلِ[3] دل جو از جماد آں را مجُو
اہلِ دل کے پاس تلاش کر، بے حس کے پاس تلاش نہ کر

کہ جماد آمد خلائق پیشِ او
اس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں بے حس ہے

باز می گردیم سُوے راز جُو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں

تا شود ہم مشورت با راز گو
تاکہ راز بتلانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے

---

[3] زاہلِ دل۔ حکمت اہلِ دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم۔ یعنی ہم حضرت بہلولؒ اور مشورہ چاہنے والے کا قصّہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

[1] چوں۔ مخلوق سے ایسا تعلّق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا رہ جائے۔ اُنسِ حق۔ حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے اُنس قلب سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں، یہاں تک یہ قول اُس کائنات کا تھا جس نے امانت کے تحمّل سے انکار کیا ہے۔ چوں۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے۔ کے شناسد۔ جب انسان نورِ چشم اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب چور اقرار کرلے تو سخت گیری کرنی چاہیئے تاکہ وہ چوری کا پورا پتہ دیدے، یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہیئے۔

[2] جہادِ اکبر۔ صوفیاء کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ عصر۔ دبانا، نچوڑنا، اِس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے:۔ "تا بگوید کہ چہ برد آں زن بمزد" زن بمزد کے معنیٰ ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا، دیّوث۔ اوّلاً۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چُرا لیتا ہے۔ کالۂ حکمت۔ نفسِ انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کر دے تو وہ دوبارہ اہلِ دل سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ کورِ دل۔ کورِ باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔

مشورت جوینده آمد نزدِ او ؎۱ — کاے اب کودک شده رازے بگو

مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا — اے بچہ بنے ہوئے باپ! ایک راز بتادے

گفت رو زیں حلقه کیں در باز نیست — باز گرد امروز روزِ راز نیست

اُسنے کہا اِس زنجیر کے پاس سے چلاجا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے — واپس ہوجا آج راز (بتلانے) کا دن نہیں ہے

گر مکاں را ره بُدے در لامکاں — ہمچو شیخاں بودمے من بر دُکاں

اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا — مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندنِ ؎۲ محتسب مستِ خراب اُفتاده را بسُوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قیدخانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید — در بُنِ دیوار مستے خفته دید

کوتوال، آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا — دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چه خوردستی بگو — گفت زیں خوردم که ہست اندر سبُو

اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تونے کیا پیا ہے؟ — اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سبُو وا گو که چیست — گفت زانچه خورده ام گفت آں خفی ست

اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟ — اُسنے کہا جو میں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے

گفت آنچه خورده خود چیست آں — گفت آنکه در سبُو مخفی ست آں

اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تونے پیا ہے وہ کیا ہے؟ — اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دور می شد ؎۳ ایں سوال و ایں جواب — ماند چوں خر محتسب اندر خلاب

یہ سوال اور جواب چلتا رہا — کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

گفت اُورا محتسب ہیں آه کُن — مست ہُو ہُو کرد ہنگامِ سخن

اُس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر — مست نے بات کرتے وقت آہا ہا کہا

گفت گفتم آه کُن ہُو می کنی — گفت من شادم تو از غم منحنی

اُسنے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہاہا کرتا ہے — اُسنے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آه از درد و غم و بیدادی ست — ہُوی ہُوی مے خوراں از شادی ست

آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے — شرابیوں کا آہاہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز — معرفت متراش بگذار ایں ستیز

کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اُٹھ — بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

؎۱ او۔ یعنی حضرت بہلولؒ۔ اب کودک شده۔ یعنی بہلول کا رُتبہ باپ کا تھا لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقه۔ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکاں۔ عالمِ لاہوت۔ دُکاں۔ چبوترہ، مسند۔

؎۲ خواندن۔ اس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔ محتسب۔ کوتوال۔ بُن۔ جڑ۔ چه خوردستی۔ یعنی تونے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت۔ مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچه۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تونے پیا ہے وہ بتادے

؎۳ دور می شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال وجواب چلتا رہا۔ خلاب۔ کیچڑ۔ آه کن۔ یعنی اب تجھے قیدخانہ میں جانا ہے ہائے ہائے کر۔ ہو ہو۔ یعنی خوشی کا نعرہ۔ منحنی۔ خمیدہ کمر۔ آه۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدارسیدہ ہونا۔

گفت رو تو ازکجا[1] من از کجا
اُس نے کہا جا، تُو کہاں اور میں کہاں
گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اُس نے کہا تو نشے میں ہے اُٹھ قید خانہ چل

گفت مست اے محتسب بگذار رو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا
از برہنہ کے تواں بُردن گرو
ننگے کا کیا گروی کیا جاسکتا ہے؟

گر مرا خود قوتِ رفتن بُدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی
خانہ خود می رفتمے ویں کے شُدے
تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟

من[2] اگر با عقل و با امکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا
ہمچو شیخاں بر سرِ دکانمے
مشائخ کی طرح مَسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بُدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی
ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بُدے
مشائخ کی طرح رُتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بُدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی
نذر و اِدرار ہمہ روزہ بُدے
روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر[3] از من زانکہ گم کردی تو راہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے
باز جُو ریشِ بزرگ و خانقاہ
لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کرلے

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حالِ باقی معلوم گردد

سوال کرنیوالے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہوجائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے
اے سوارہ بر نئے ایں سُو راں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اِس طرف ہانک دے

راند سُوئے اُو کہ ہیں زُو تر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا، کہ ہاں جلد کہہ
کاسپِ من بس توسن ست و تُند خُو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت مُنہ زور اور تُند مزاج ہے

تا لگد بر تو نہ کوبد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ ماردے جلدی کر
از چہ می پُرسی بیانش کُن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اُس کو واضح کر؟

اُو مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھ
زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگالیا

گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُسنے کہا میں اِس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں
کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟

---

[1] تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جداگانہ ہے میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اُس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جاسکتے ہیں، مجھے قید خانہ تک چلنے کیلئے کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔ گر مرا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش نہ آتا۔

[2] من اگر۔ درمیان میں مولانا نے شرابی کا قصہ شروع کردیا تھا اب پھر حضرت بہلول رح کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلول رح نے مشورہ چاہنے والے سے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخِ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ اِدرار۔ روزینہ۔

[3] بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا راز دریافت کرنا ہے تو کسی دراز ریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔ اے سوارہ بر نے حضرت بہلول رح بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اُس پر سوار تھے۔ اسپِ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ توسن۔ سرکش گھوڑا۔ لگد۔ دولتی۔ اُو مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے رازِ دل کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کردی۔ بروں شو کردن۔ ٹالدینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ شادی کرنا چاہتا ہوں

گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں

آں دو رنج و ایں یکے گنجِ رواں[1]
دو وبال ہیں اور ایک گنجِ رواں ہے

آں یکے را چوں بخواہی کُل تراست
ایک سے جب تو نکاح کریگا وہ پوری تیری ہے

ویں دگر نیمے ترا نیمے جُداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے

واں سوم ہیچ اُو ترا نبوَد بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی

ایں شنیدی دُور شو رفتم رواں
تو نے یہ سُن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں

تا ترا اسپم نہ پرّاند لگد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اُڑا دے

کہ بیفتی[2] برنہ خیزی تا ابد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اُٹھے

شیخ راند اندر میانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا

بانگ زد بارِ دگر اُورا جواں
جوان نے اُن کو دوبارہ پکارا

کہ بیا آخر بگو تفسیرِ ایں
کہ آئیے، آخر اس کی تفصیل بتائیے

ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے

راند سوئے اُو و گفتش بکر خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ خاص

کُل ترا باشد ز غم یابی خلاص
سب تیری ہوگی تو غم سے نجات پائے گا

وانکہ نیمے آنِ تو بیوہ[3] بُود
جو آدھی تیری ہوگی، بیوہ ہوگی

وانکہ ہیچست آں عیالِ با وَلد
وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہوگی

چوں ز شوئے اوّلش کودک بود
جب اُسکے پہلے شوہر سے بچہ ہوگا

مہر کلِ خاطرش آں سُو رَوَد
اُس کے دل کی محبت اُس طرف جائیگی

دور شو تا اسپ نندازد لگد
بھاگ جا تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے

سُمّ اسپِ توسنم بر تو رَسَد
میرے سرکش گھوڑے کا کُھر تیرے لگے

ہائے و ہُوئے کرد شیخ و باز راند
شیخ نے ہائے و ہُو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا

کودکاں را باز سوئے خویش خواند
بچوں کو پھر اپنی طرف بُلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا
سوال کرنے والے نے پھر اُنکو آواز دی کہ آئیے

یک سوالم ماند اے شاہِ کیا
اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

باز راند ایں سُو بگو زو تر چہ بود
پھر (گھوڑا) اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا

کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

---

[1] گنجِ رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو بجسم شوہر کی ہوتی ہے۔ ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی شوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اجنبی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکلیہ بیگانہ ہوتی ہے۔

[2] کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا لاتیں مار دیگا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی ان تین قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمہ تن شوہر کی ہوتی ہے۔

[3] بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ سُم۔ کُھر۔ ہائے وہُوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہ بچے جن کے ساتھ حضرت بہلولؒ کھیل رہے تھے۔ زوتر۔ زود تر، بہت جلد۔ کہ زمیداں۔ یعنی کھیل کے میدان میں سے۔

گفت اے شہ باچنیں عقل و ادب ** ایں چہ شید[1] ست اینچہ فعلست اے عجب

اُس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے ** یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کلّی در بیاں ** آفتابی در جنوں چونی نہاں

تو بیان میں عقلِ کل سے آگے ہے ** تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند ** تا دریں شہر خودم قاضی کنند

کہا یہ عوام سوچتے ہیں ** کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے ** نیست چوں تو عالمے صاحب فنے

میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں ** تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحبِ فن عالم نہیں ہے

با وجودِ تو حرام ست و خبیث ** کہ کم از تو در قضا گوید حدیث

تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور بُرا ہے ** کہ تم سے کم، فیصلہ کی بات کرے

در شریعت نیست دستورے کہ ما ** کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا

شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ** تم سے کمتر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم ** زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم

اس مجبوری میں مَیں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں ** عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

ظاہر آشوریدۂ و شیدا شدم ** لیک در باطن ھمانم کہ بُدم

بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں ** لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقلِ[2] من گنج ست و من ویرانہ ام ** گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام

میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں ** اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

اُوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ** ایں عسس را دید و در خانہ نہ شد

دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا ** کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانشِ[3] من جوہر آمد نے عرض ** ایں بہائے نیست بہرِ ہر عرض

میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل) ** یہ ہر غرض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم ** ہم زمن می روید و من می خورم

میں شکر کی کان ہوں، شکر کی ایکھ ہوں ** (شکر) مجھ ہی سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں ** کز نفورِ مستمع دارد فغاں

وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے ** جو سننے والے کی بے رغبتی سے داد ویلا کرے

[1] شید۔ مکر و فریب مغالطہ، بناوٹ۔ عقلِ کل۔ حضرت جبرئیل۔ آفتابی۔ آفتاب ہستی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ دفع می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ با وجودِ تو۔ یہ اُن عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ گیج۔ پریشاں، بدحال۔ شیدا۔ دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔

[2] عقل۔ عقل بمنزلہ خزانہ کے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ نہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقتِ ضرورت اُس کو چھپانے کے لئے دیوانہ نہ بنے اس کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آ رہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عسس۔ کوتوال۔

[3] دانشِ من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عرض۔ سامان یعنی میری عقل اس سے افضل ہے کہ میں اس کو دنیاوی کاموں میں خرچ کروں۔ کانِ قندم۔ یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علمِ تقلیدی و تعلیمی۔ نقلی علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیاداری کیلئے سیکھا ہو ایسا علم داد کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اسکی طرف متوجہ نہیں ہوں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

چوں[1] پئے دانہ نہ بہرِ روشنی ست — ہمچو طالب علمِ دنیائے دنی ست

چونکہ وہ روٹی کیلئے ہے نورِ (معرفت) کیلئے نہیں ہے — (اُس کا طالب) کمینی دُنیا کے علم کا طالب جیسا ہے

طالبِ علم ست بہرِ عام و خاص — نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص

وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے — نہ اِس لئے کہ اِس عالم (دنیا) سے نجات پائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد — نیست مرغے از ہمہ سوراخ فرد

وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے — وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

ہمچو موشے ہر طرف سُوراخہا — می کَند غافل ز انوارِ لقا

وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ — کھودتا ہے لقاءِ (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

چونکہ سُوئے دشت و نورش رہ نبود — ہم در آں ظلمات جہدے می نمود

چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہوا — اِنہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

گر خدایش پَر دہد پرِّ خرد — برہد از موشی و چوں مرغاں پَرد

اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے — تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کی طرح پرواز کرے

ورنہ جوید پَرّ ہماند زیرِ خاک — نا اُمید از رفتنِ راہِ سماک

اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہیگا — سماک کے راستہ پر چلنے سے نا اُمید (ہو کر)

علمِ گفتارے[2] کہ اُو بے جاں بود — عاشقِ رُوئے خریداراں بود

وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے — وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

گرچہ باشد وقتِ بحث علم زفت — چوں خریدارش نباشد مُرد و رفت

اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو — جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور رہا (؟)

مُشتریِ من خدا ایست و مرا — می کشد بالا کہ اَللّٰہُ[3] اشْتَرٰی

میرا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور مجھے — وہ (عالَم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خریدا

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال — خونبہائے خود خورم کسبِ حلال

میرا خوں بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے — میں اپنا خوں بہا کھاتا ہوں (جو) حلال کی کمائی ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل — چہ خریداری کُند یک مشتِ گِل

اِن مفلس خریداروں کو چھوڑ — ایک مُشتِ خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟

---

[1] چوں پئے دانہ۔ اِس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہو لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے۔ نے کہ حقیقی علم کا منشا دنیا سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ ہمچو موشے۔ جس طالبِ علم کا مقصد دنیا ہو اُس کی مثال چوہے کی سی ہے۔ جو روشنی سے نفور ہوتا ہے یہ بھی نورِ معرفت سے متنفر ہے۔ انوارِ لقا۔ معرفتِ خداوندی کے نور۔ گر خدایش۔ ایسے طالبعلم کو خدا اگر عقل عنایت فرمادے تو پرندوں کی طرح عالمِ بالا کی طرف پرواز کرے۔ سماک۔ ایک ستارہ ہے جو قمر کی چودھویں منزل میں ہے یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔

[2] علمِ گفتارے۔ وہ علم جس میں حقانیت کی روح نہو اور اُس میں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ خریدارش۔ یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہوجاتا ہے۔ مُشتریِ من۔ حضرت بہلول رح نے فرمایا میرے علم کا خدا خریدار ہے اس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔

[3] اَللّٰہُ اشْتَرٰی۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے اُن کی جان اور مال خرید لیا ہے اِس عوض پر کہ اُن کے لئے جنت ہے خونبہا۔ جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداراں۔ یعنی علم پر داد دینے والے انسان۔ مُشتِ گِل۔ یعنی انسان۔

گِل[1] مخور گِل را مخر گِل را مجو — زانکہ گِل خوارست دائم زرد رُو
مٹی نہ کھا، مٹی نہ خرید، مٹی کی جستجو نہ کر — کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رُو ہوتا ہے

دل بخر تا دائماً باشی جواں — از تجلّی چہرہ اَت خوں اَرغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے — تجلّی سے تیرا چہرہ گُلِ بابونہ کی سرخی کیطرح رنگا

طالبِ دل شو کہ تا باشی چو گُل — تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مُل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے — اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے

دل[2] نباشد آنکہ مطلوبش گِل ست — ایں سخن را روئے با صاحبدل ست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے — یہ رُوئے سخن صاحبِ دل کے لئے ہے

یارب ایں بخشش نہ حدِّ کارِ ماست — لُطفِ تو لُطفِ خفی را خود سزاست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے — مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے،

دست گیر از دستِ ما ما را بخر — پَردہ را بردار و پردہ ما مَدر
ہماری دستگیری فرما، ہمیں ہم سے خرید لے — پردے کو اُٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما

باز خر ما را ازیں نفسِ پلید — کاردش تا استخوانِ ما رسید
اِس ناپاک نَفس سے ہمیں خرید لے — اُس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے

از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت — کہ کشاید اے شہِ بے تاج و تخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی — اے تاج و تخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟

ایں چنیں قفلِ گراں[3] را اے وُدود — کہ تواند جز کہ فضلِ تو کشود
اے محبوب اِس قدر بھاری قفل کو — تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟

ما ز خود سوئے تو گردانیم سَر — چوں توئی از ما بما نزدیک تَر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رُخ کرتے ہیں — چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے

با چنیں نزدیکی دوریم دُور — در چنیں تاریکی بفرست نوُر
اِسقدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دُور ہیں — ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے

ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست — ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رُست
یہ دُعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے — ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اُگتا؟

---

[1] گِل مخور۔ وہ عالم جو اپنے علم کی انسانوں سے داد کا طالب ہے مٹی کھانے والے کی طرح ہے جو زرد رو ہوتا ہے اور زرد روئی شرمندگی کی علامت ہے۔ دل بخر۔ یعنی کسی صاحبِ دل کا دل خرید تو اُس کے دل کے نور سے تمہارا چہرہ گُلِ بابونہ کی طرح سُرخ رہے گا جو خوشی اور جوانی کی علامت ہے۔ ہمچو مُل۔ شراب کی رنگت سُرخ ہوتی ہے

[2] دل نباشد۔ جو دل مادیات کا طالب ہو وہ حقیقتاً دل ہی نہیں ہے ورنہ بڑھیا چیز گھٹیا چیز کی کیسے طالب بن سکتی ہے۔ یارب۔ چونکہ مادیات سے دل کو ہٹا لینا مشکل کام ہے لہٰذا مولانا خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لُطف۔ مہربانی۔ لُطفِ خفی۔ یعنی مادیات سے دل کا متنفر ہو جانا۔ ما را بخر۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے بے تعلق کر دے۔ پردہ۔ یعنی وہ پردہ جو ہم میں اور ذاتِ خداوندی میں حائل ہے۔ کاردش۔ یعنی اُس کی ایذا رسانی حد سے گذر گئی ہے۔ بندِ سخت۔ یعنی نفس کی گرفت۔

[3] قفلِ گراں۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کا قفل۔ ودود۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ما ز خود۔ اِس معاملہ میں ہماری ذاتی کوشش مفید نہیں ہے۔ چوں توئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا ہے ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان سے قریب ہیں۔ ایں دعا۔ یعنی یہ دعا جو نفس کے فریب سے نجات کے لئے ہم کر رہے ہیں تیری ہی توفیق ہے۔ گلخن۔ یعنی ہماری طبیعت جو بھٹی جیسی ہے۔ گلستاں۔ یعنی دعا جو چمن کی طرح ہے۔ آگ کی بھٹی میں چمن اگا دینا قدرتِ خداوندی کی ایک مثال ہے۔

درمیانِ[1] خون و رودہ فہم و عقل | جز ز اکرامِ تو نتواں کرد نقل
خون اور انتڑی میں، سمجھ اور عقل | تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کرسکتا ہے

از دو[2] پارہ پیہ ایں نورِ رواں | موجِ نورش می زند تا آسماں
یہ جاری نور، چربی کے دو ٹکڑوں سے! | اُس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے

گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو | می رود سیلابِ حکمت جُو بجُو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے، اُس سے | دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے

ق

سُوئے سُوراخے کہ نامش گوشہاست | تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اُس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے | جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں

شاہراہِ باغِ جانہا شرعِ اوست | باغ و بُستانہائے عالم فرعِ اوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے | دنیا کے باغ اور چمن اُس کی شاخ ہیں

اصل و سرچشمۂ خوشی آں ست[2] آں | زود تجری تحتہا الانہار خواں
اصل اور خوشی کا سرچشمہ وہی وہ ہے | جلدی سے "اُس کے نیچے نہریں جاری ہیں" پڑھ لے

قصۂ رنجور گو با مصطفےٰؐ | زانکہ لطفِ حق ندارد منتہیٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا | اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے

شکرِ نعمت چوں کُنی چوں شکرِ تو | نعمتِ تازہ بود ز احسانِ اُو
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا | اُس کے احسان سے ایک نئی نعمت ہے

عجزِ تو در شکر آمد تمام | فہم کُن دریاب قد تمّ الکلام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے | سمجھ لے، جان لے، بات پوری ہوئی

تتمۂ نصیحتِ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مر آں بیمار را | چوں عیادت[3] کرد یارِ زار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار سے فرمایا | جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ | از جہالت زہربائے خوردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے | نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے

یاد آور چہ دعائے گفتۂ | چوں ز مکرِ نفس می آشفتۂ
یاد کر کیا دُعا کی ہے؟ | جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے

---

۱ درمیانِ خون۔ انسانی جسم کے خون اور انتڑیوں میں عقل جیسی چیز پیدا فرمادینا قدرتِ خداوندی کی دوسری مثال ہے۔ از دو پارہ۔ انسان کی آنکھوں میں ایسا نور پیدا کردینا جو آسمان تک پہنچتا ہے قدرتِ خدا کی تیسری مثال ہے۔ گوشت پارہ۔ انسان کی زبان سے جو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے حکمت و دانائی کی باتیں کانوں تک پہنچتی ہیں اور کان اُن کو روح تک پہنچادیتے ہیں جس سے انسان میں ہوشمندی پیدا ہوتی ہے یہ قدرتِ خداوندی کی چوتھی مثال ہے۔ شرعِ اُوست۔ یعنی حکمت کے جان کے باغ میں پہنچنے کا راستہ شریعت ہے دوسرے چمنستانِ حکمت اِس چمن کی شاخ ہیں۔

۲ آں ست۔ یعنی حکمت کا سیلاب۔ الانہار۔ مولانا نے اِس آیت میں نہروں سے حکمت اور معارفِ الٰہیہ کی نہریں مرادلی ہیں۔ رنجور۔ بیمار۔ ندارد منتہیٰ۔ قرآن پاک میں ہے اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کرسکو گے۔ شکرِ نعمت۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ناممکن ہے اِس لئے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا خود ایک نعمت ہے اب اُس کا شکریہ ادا کروگے تو اُس [illegible] اور نعمت موجود ہوجا[illegible] ہی ختم نہ ہوگا اور [illegible] سے عہدہ برآ نہ ہو سکے [illegible] بس اُنکے شکریے سے عاجز ہیں بس یہی ہمارا شکریہ ہے۔ ۳ عیادت۔ بیمار پرسی۔ زہربا۔ زہریلا شوربا۔

گفت یادم نیست الّا ہمّتے[1] | دار با من یادم آید ساعتے
اُس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ | ڈال دیجیے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آجائے گی

از حضورِ نوربخشِ مصطفیٰ ؐ | پیشِ خاطر آمد اُورا آں دُعا
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے | وہ دعا اس کے دل میں آ گئی

ہمّتِ پیغمبرِ روشن گدہ | پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے | وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آ گئی

تافت ازاں روزن کہ از دل تا دِل است | روشنی کو فرقِ حق و باطل ست
اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی | روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسول | آں دُعا کہ گفتہ ام من بو الفضول[2]
اُس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آ گئی | وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گنہ می آمدم | غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہو گیا | ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

بر گنہ باب کشایش می زند | غرقہ دست اندر حشایش می زند
گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے | ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وعیدے می رسید | مجرماں را از عذابِ بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا | گنہگاروں کے لیے سخت عذاب کا

مضطرب[3] می گشتم و چارہ نہ بود | بند محکم بود و قفلِ ناکشود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی | مضبوط قید تھی، اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گریز | نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ | نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیرِ حق تعالےٰ یارِ من | ایں چنیں دشوار آمد کارِ من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست | میرا کام ایسا مشکل ہو گیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزن | آہ می کردم کہ اے خلاقِ من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح | آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے!

ذکرِ دُشواری عذابِ آخرت و سختی آں

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

[1] ہمّت۔ باطنی توجہ۔ آں دعا۔ وہ دعا جو اُس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن گدہ۔ منور گھر گم شدہ۔ یعنی دعا۔ تافت۔ یعنی آنحضورؐ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلبِ مبارک سے اُس کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آگئی۔

[2] بو الفضول۔ بیہودہ۔ بزگنہ۔ گنہگار۔ حشایش۔ حشیش کی جمع، گھاس، مقولہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ ڈراوا۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔

[3] مضطرب۔ یعنی ان حالات میں میں پریشان ہو گیا۔ ہاروت و ماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنوئیں میں اُلٹے لٹکے ہوئے مانے گئے ہیں یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

از خطر ہاروت و ماروت آشکار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ
چاہِ بابِل را بکردند اختیار
بابل کے کنویں کو پسند کر لیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں
گر بزند و عاقل و ساحر وشند
ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

نیک کردند و بجائے خویش بود
اچھا کیا، اور بامحل تھا
سہل تر باشد ز آتش رنجِ دود
دھوئیں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصفِ رنجِ آنجہاں
اُس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے
سہل باشد رنجِ دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنک آں کو جہادے می کند
قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے
بر بدن زجرے و دادے می کند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنجِ آں جہانے وارہد
تاکہ اُس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے
بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

۳؎ من ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا
ہم دریں عالم براں بر من شتاب
اِسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کردے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تاکہ اُس عالمِ (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو
در چنیں درخواست حلقہ می زدم
اِس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

ایں چنیں رنجورئے پیدا شد
اِس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہوگئی
جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہوگئی

ماندہ ام از ذکر و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہوگیا ہوں
بے خبر گشتم ز خویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے بُرے سے بے خبر ہوگیا ہوں

گر نمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا
اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے

می شُدم از دستِ من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا
کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا
بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ

۱؎ از خطر ہا۔ افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کر لیا تب اُن سے کہا گیا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہوگی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہوگا قیامت تک کے لئے اُلٹے لٹکا دیئے جاؤ گے۔ اس پر انھوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا۔ بابل۔ عراق کا مشہور شہر تھا۔

۲؎ گربز۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔ آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دود۔ یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔ اے خنک۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیاوی تکالیف میں مبتلا کرکے عبادات اور مجاہدہ کرلے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرلے۔ داد۔ انصاف۔ جسم کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ عبادت کرکے اُس کو آخرت کے عذاب سے چھڑالے۔

۳؎ من ہمی گفتم۔ اُن صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں نے یہی دعا کی تھی کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا میں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ ذکر۔ یعنی خدا کا ذکر۔ اوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنالے۔ شدم۔ یعنی میں مرجاتا۔

تو چہ طاقت داری اے مورِ[1] نژند — کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند

اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے — کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من — از سرِ جلدی نسازم ہیچ فن

اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی — عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا

ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما — از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا

یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم — گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر — ہمچناں در منزلِ اوّل اسیر

ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں — اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکرِ قومِ موسیٰ علیہ السّلام و پشیمانیِ ایشاں

موسیٰ علیہ السّلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰ[2] راہ می پیمودہ اند — آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند

(حضرت) موسیٰ کی قوم راستہ طے کرتی — (لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰ ز ما راضی بُدے — تیہ را راہ و کراں پیدا شدے

اگر (حضرت) موسیٰ کا دل ہم سے خوش ہوتا — تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بہ کل بیزار بودے اُو ز ما — کے رسیدے منّ و سلویٰ از سما

اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے — تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے — در بیاباں تا امانِ جاں شدے

پتھر سے چشمے کب جوش مارتے — جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے — اندریں منزل لہب بر ما زدے

بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی — اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں[3] دو دل شد موسیٰ اندر کارِ ما — گاہ خصمِ ماست و گاہے یارِ ما

چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰ دو دلے ہو گئے ہیں — کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رختِ ما — حلمِ اُو رد می کند تیرِ بلا

ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے — ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بُود کہ حلم گردد خشمِ تیز — نیست نادر ایں ز لطفت اے عزیز

کب ہوگا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے — اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

[1] مور۔ چیونٹی۔ نژند۔ اندھا، پست و خوار۔ کوہے بلند یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم۔ آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔ تیہ۔ بوزن فیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ اسی میدان میں ان پر من و سلویٰ بھی اترا اور پتھر کے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا یہی حال ہمارا ہے توبہ و استغفار سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

[2] قومِ موسیٰ یعنی بنی اسرائیل۔ گر دل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بکل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من و سلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل۔ من و سلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

[3] چوں دو دل۔ حضرت موسیٰ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی ان کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے ان کا غصہ بھی بردباری میں تبدیل ہو جائیگا۔

مدحِ حاضر[1] وحشت است از بہرِ ایں — نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں

منہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اس لئے — میں عمداً اس طرح حضرت موسیٰؑ کا نام لے رہا ہوں

ورنہ موسیٰؑ کے روا دارد کہ من — پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن

ورنہ حضرت موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں — آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار — عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار

ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے — تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں — عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں

ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے — تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوینِ ما — رحمتے کن اے امیرِ لونہا

اس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے — اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدم و رسوائیٔ خویش — امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش

میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا — اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے[2] دیگر را نہاں — کردہ باشی اے کریمِ مستعان

تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ — کر دے اے مددگار کریم!

بیحدی تو در جمال و در کمال — در کژی ما بیحدیم و در ضلال

تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے — ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں

بیحدی خویش بگمار اے کریم — بر کژیِ بیحدِ مشتے لئیم

اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے — ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہیں[3] کہ از تقطیعِ ما یک تار ماند — مصر بودیم و یکے دیوار ماند

دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے — ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

البقیہ البقیہ اے خدیو — تا نگردد شاد کلی جانِ دیو

اے شاہ! باقی کی حفاظت کر — تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ ما نے بہرِ آں لطفِ نخست — کہ تو کردی گمرہاں را باز جست

ہماری وجہ سے نہیں اس پہلی مہربانی کی وجہ سے — کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

طفیل کر دے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

[1] مدحِ حاضر۔ اُن بیمار صحابی نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر کے اُن کے کچھ فضائل ذکر کئے اب فرماتے ہیں کہ در اصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ منہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو کب پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں اُن کی تعریف کی جائے۔ عہد ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوینِ ما۔ کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اُسکو توڑتے ہیں کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔

[2] تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں نہ ڈالے گا تو دیگر رسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مُستعان۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[3] ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں اُس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے اُسکی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہر ما نے۔ ہم پر رحم اپنے ۔ کرم کے

[1] چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم — اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما دے — اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے

زیں دعا گر خشم افزاید ترا — تو دعا تعلیم فرما مہترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے — اے بڑے! تو (اور) دعا سکھلا دے

آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت — رجعتش دادی کہ رست از سوئے زشت
جیسا کہ (حضرت) آدمؑ جنت سے گرے — انکو تو نے توبہ کے طریقہ کی تعلیم فرمائی کہ شیطان سے نجات پا گئے

دیو کہ بود کو ز آدمؑ بگذرد — بر چنیں نطعے ازو بازی برد
شیطان کیا ہوتا ہے جو حضرت آدمؑ سے بڑھ جائے — ایسی بساط پر اس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ — لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا — وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیے دید و دو صد بازی ندید — پس ستون خیمۂ خود را برید
ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں — تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

[2] آتشے زد شب بکشت دیگراں — باد سوئے کشت او گردش رواں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی — ہوا نے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا

چشم بندے بود لعنت دیو را — تا زیان خصم دید آں ریو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی — یہاں تک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیان جان او شد ریو او — خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا — تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنے والے تھے

[3] لعنت ایں باشد کہ کژ بینش کند — حاسد و خود بین و پر کینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنا دے — اس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کر دے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند — عاقبت باز آید و بر وے زند
یہاں تک کہ وہ جان لیگا کہ جو شخص برائی کرتا ہے — انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے

جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس — مات بر وے گردد و نقصان و نکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے — مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے

ل۱ چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔ زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ پسند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھا دے جیسا کہ تو نے حضرت آدمؑ کو خود دعا سکھائی تھی جس سے اُن کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لیجائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ در حقیقت شیطان نے جو مکر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ اُن کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بعد انکو مزید قرب حاصل ہو گیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو ذہن میں نہ رکھا اور اپنے مکر سے خود برباد ہو گیا۔

ل۲ آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اسکے جال میں پھنس گیا۔ چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی۔ شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

ل۳ لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے۔ تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے مخالف کی نرد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہو جائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔

زانکہ[1] گر اُو ہیچ بیند خویش را
اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا
مُہلک و ناسور بیند ریش را
زخم کو مُہلک اور ناسور سمجھتا

درد خیزد زیں چنیں دیدن درُوں
اس طرح دیکھنے سے اندر درد اُٹھتا ہے
درد اُو را از حجاب آرد بروں
درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تانگیرد مادراں را دردِ زہ
جب تک ماؤں کے دردِ زہ نہ ہو
طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے
وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است
اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے
درد باید درد کودک را رہ ست
درد چاہیئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے

آنکہ اُو بیدرد باشد رہزن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے
زانکہ بیدردی اَنَا الحق گفتن ست
اس لئے بیدردی اَنَا الحق کہنا ہے

آں[2] اَنَا بیوقت گفتن لعنت است
اَنَا کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے
ویں اَنَا در وقت گفتن رحمت است
اور اِس اَنَا کو باموقع کہنا (باعث) رحمت ہے

آں اَنَا منصور را رحمت بُدہ
وہ اَنَا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا
ایں اَنَا فرعون را لعنت بُدہ
یہ اَنَا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

لاجرم ہر مُرغِ[3] بے ہنگام را
لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا
سَر بُریدن واجب است اِعلام را
سَر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کُشتن نفس را
سَر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے
در جہاد و ترک گفتن لمس را
مجاہدہ میں، اور لذت کو خیرباد کہنا ہے

آنچناں[4] کہ نیشِ کژدم بر کنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے
تاکہ یابد اُو ز کُشتن ایمنی
تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے

سے متصف ہو کر اَنَا الحق کہا تو موجب رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجبِ لعنت بنا۔

[3] مرغِ بے ہنگام۔ جو مرغ بے وقت بولے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح فرعون نے بے وقت اَنَا الحق کہا اور وہ ہلاک کر دیا گیا۔ اِعلام۔ یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سَر بُریدن۔ اگر انسان کا نفس تکبر میں اَنَا الحق کا مدعی بنے تو اُس کے سَر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اُس کو قتل کر ڈالے۔ آنچناں۔ نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہو جاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

[1] زانکہ۔ اگر تکبر نہ ہو تو انسان اپنی بُرائی کو بُرائی سمجھ کر ازالہ کر لیتا ہے۔ درد۔ اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کرے تو نجات ہو جاتی ہے۔ تانگیرد درد۔ ماں کو اگر دردِ زہ نہ ہو تو خوشکن نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت۔ بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزلہ حمل کے ہیں اور روحِ انسانی حاملہ ہے اور وعظ و نصیحت اُن قوی کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا وہ بمنزلہ دایہ کے ہے۔ قابلہ۔ ناصح کی نصیحت سے اگر درد نہیں پیدا ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ جب ہی جناتی ہے جبکہ عورت کے دردِ زہ ہو۔ بے درد باشد۔ جس میں درد کا مادہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی۔ بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ متکبر بے درد فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہا یہی اَنَا الحق کہنے کا مطلب ہے۔

[2] آں اَنَا۔ پہلے شعر میں اَنَا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبر کی بنیاد پر بتایا تھا اب اُس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت اَنَا الحق کہنا لعنت ہے لیکن باموقع کہنا درست ہے۔ منصور رح حلاج نے وحدت الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کر کے اور صفات خداوندی

برکنی[1] دندانِ پُر زہرے ز مار — تا رہد مار از بلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے — تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر — دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے — اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست — در تو ہر قُوّت کہ آید جذبِ اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی — تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں — ہر چہ دارد جاں بود از جانِ جاں
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ — جو کچھ جان میں ہے وہ جانِ جاں کیجانب سے ہوگا

دستگیرندہ[2] وَیَست و بُردبار — دمبدم آں دم ازو امّید دار
وہی دستگیری کرنیوالا اور بوجھ اُٹھانیوالا ہے — ہر وقت اُس سے جذب کی اُمید رکھ

نیست غم گر دیر بے اُو ماندۂ — دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اسکے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر — تو نے اُسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے

دیر گیر و سخت گیر و رحمتش — یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شاملِ حال ہوگی تو پوری شاملِ حال ہوگی — اُس کا دربار تجھے ایک لمحہ کیلئے غائب نہ ہونے دیگا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و وِلا — از سرِ اندیشہ می خواں وَالضُّحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے — تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

ور تو گوئی[3] ہم بدی ہا از ویست — لیک آں نقصانِ فضلِ او کیست
اگر تو کہے کہ بُرائیاں بھی اسی کی جانب سے ہیں — لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم — من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اُس کا کمال ہے — اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنی نؤمنُ بالقدرِ خیرِہٖ وشرِّہٖ

اِس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بُری تقدیر پر

کرد نقّاشے دوگونہ نقشہا — نقشہائے صاف و نقشِ بے صفا
ایک نقاس نے دو قسم کے نقش بنائے — اچھے نقش اور بُرے نقش

پریشانی ہوئی لیکن پھر انتہائی پیار کیساتھ آنحضورؐ کی اس سورہ کے ذریعہ تسلی فرما دی گئی۔

۳ ور تو گوئی۔ بے وقت انا الحق کہنا اور قلب میں بُری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فعل ہے تو بظاہر یہ کمالِ خداوندی کے خلاف ہے مولانا جواباً فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اسکو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

۱ برکنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیرِ سایہ مارا جاسکتا ہے۔ چوں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیقِ خداوندی ہے اور مرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اُس سے اُن کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا خدا کا پھینکنا تھا یعنی مرید کو مُراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے اسلئے اُس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہوجاتا ہے۔

۲ دست۔ خدا ہی دستگیری فرماتا ہے اُسی سے جذب کی اُمید کر۔ نیست غم۔ اگر وصول الی الحق میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہیئے۔ جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔ دیرگیر۔ اُسکی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اسقدر قُرب حاصل ہوتا ہے کہ ایک لمحے کے لیے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ وَالضُّحیٰ۔ یہود کے سوال پر جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورؐ سے وحی کا انقطاع ہوگیا جس سے آنحضورؐ کو بہت

نقشِ یوسفؑ[1] کرد و حورِ خوش سرشت
(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حور کا نقش بنایا

نقشِ عفریتاں و ابلیسانِ زشت
بھوتوں اور شیطانوں کا بُرا نقش (بنایا)

بر دو گونہ[2] نقشِ اُستادیِ اُوست
دونوں قسم کے نقش اُسکی مہارت (کی دلیل) ہیں

زشتیِ اُو نیست آں رادیِ اُوست
یہ اُس کی بُرائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایتِ خوبی کشد
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے

حسِ عالَم چاشنی از وے چشد
دنیا کے حواس اُس سے لُطف اٹھاتے ہیں

زشت را در غایتِ زشتی کُند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے

جملہ زشتی ہا بگردش برتَند
تمام بدصورتیاں اُس پر مڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود
تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے

مُنکرِ اُستادیش رُسوا شود
اُس کی اُستادی کا مُنکر رسوا ہو جائے

ورنہ[2] تا ند زشت کردن ناقص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہو

زیں سبب خلّاقِ گبر و مُخلِص ست
اسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہد اند
تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں

بر خداوندیش ہر دُو ساجد اند
اُس کی خدائی پر (اور) دونوں اُسکو سجدہ کرنیوالے ہیں

لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد ست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنیوالا ہے

زانکہ جویائے رضا و قاصد ست
کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنیوالا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے

لیک قصدِ اُو مُرادِ دیگر ست
لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعہ[3] سلطاں عمارت می کُند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے

لیک دعویِ امارت می کند
لیکن سلطنت کا مدعی ہے

گشت باغی تا کہ مُلک اُو را بُود
وہ باغی بنا تاکہ مُلک اُس کا ہو جائے

عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن آں قلعہ برائے بادشاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے

می کُند معمور نے از بہرِ جاہ
تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کیلئے

---

[1] یوسفؑ - یوسفؑ کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت و شیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہر دو گونہ - حسین نقش اور بھیانک نقش اگر مکمل ہیں تو نقاش کے کمال ہیں۔ رادی - دانشمندی۔ حِسِ عالَم - حسین نقش سے ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی - بدصورتی۔ تاکمال - حسین نقش کو حسین ترین بنانا مُصوِّر کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔

[2] ورنہ - اگر اللہ تعالیٰ بدصورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اُسکے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اُس کو مومن اور کافر دونوں کا خلاق ماننا ہوگا۔ پس - کفر اور ایمان اُس کی خلاقی اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ لیک - کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری نہ ایمان معتبر ہے نہ عبادت۔ مرادِ دیگر - مضطر جو کام کرتا ہے اُس میں اُس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] قلعہ - اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر یہی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اُسکا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اُس قلعہ میں شاہی کرونگا — ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں قلعہ کے مفاد اُسکو حاصل نہیں ہوتے ہیں اسیطرح کافر کا اضطراری سجدہ اُسکے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ مومن - مومن صحیح نیت سے کام کرتا ہے تو قصد کو پالیتا ہے۔ معمور - آباد، تعمیر شدہ۔

زشت[1] گوید اے شہِ زشت آفریں — قادری بر خوب و بر زشتِ مہیں
بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنے والے شاہ! — تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت کے پیدا کرنے پر قادر ہے

خوب گوید اے فرِ حُسن و بہا — پاک گردانیدیم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے، اے شاہِ حُسن و جمال! — تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حَمْدُ لَکَ وَالشُّکْرُ لَکْ یَاذَا الْمِنَنْ — حاضری و ناظری بر حالِ من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر ہے — تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کہ ہر آنچہ خواست کرد — خوب را و زشت را چوں خار و ورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا — اچھے اور بُرے کو کانٹے اور پھول کی طرح

اُوست بر ہر بادشاہے بادشا — کارسازِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ
وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے — کاموں کا بنانے والا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دُعا سکھانا

گفت[2] پیغمبر مر آں بیمار را — ایں بگو کہ سہل کُن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا — یہ کہہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

آتِنَا فِیْ دَارِ دُنْیَانَا حَسَنْ — آتِنَا فِیْ دَارِ عُقْبَانَا حَسَنْ
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما — ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را بر ما چو بُستاں کُن لطیف — منزلِ ما خود تو باشی اے شریف
صراطِ (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرح پُرلطف بنادے — اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے مَلَک — نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو! — کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟

مومن و کافر بر و یابد گذار — ما ندیدیم اندریں رہ دُود و نار[3]
مومن اور کافر اس پر گذرتے ہیں — ہم نے اس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی

نک بہشت و بارگاہِ ایمنی — پس کجا بود آں گذرگاہِ دَنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے — تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس مَلَک گوید کہ آں روضہ خضر — کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ — جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

[1] زشت گوید۔ یہ بدصورت کے شاہد و گواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک۔ خوبصورت یہ کہتا ہے۔ ذا المنن۔ احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ پھول۔ اُوست۔ شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔ یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختارِ کل ہے۔

[2] گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ راہ۔ یعنی پُلصراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پُلصراط پر سے مومن و کافر کو گذرنا ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائیگی۔

[3] دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔ نک۔ مومن پُلصراط سے گذر کر جنت میں پہنچ جائیگا۔ گذرگاہ۔ یعنی پُلصراط۔ پس فلک۔ آنحضورؐ کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پُلصراط پر سے گزرنے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائیگا۔

دوزخ آنجا بود و سیاست گاہِ سخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی
بر شما شد باغ و بستان و درخت
تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی

چون[1] شما این نفسِ دوزخ خوی را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر
آتشی و گبر و فتنہ جوئے را
جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہدہا کردید تا شد پُر صفا
تم نے مجاہدے کئے یہانتک کہ وہ مصفّیٰ ہو گیا
نار را کشتید از بہرِ خدا
تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتشِ شہوت کہ شعلہ می زدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی
سبزۂ تقویٰ شُد و نورِ ہُدے
تقوے کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتشِ خشم از شما ہم حلم شُد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی
ظلمتِ جہل از شما ہم علم شُد
تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتشِ حرص از شما ایثار شُد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی
واں حسد چوں خار بُد گلزار شُد
جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چون[2] شما ایں جملہ آتشہائے خویش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو
بہرِ حق کُشتید جملہ پیش پیش
پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا

نفسِ ناری را چو باغے ساختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا
اندرو تخمِ وفا انداختید
اس میں وفا کا بیج بو دیا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں
خوش سرایاں در چمن بر طرفِ جُو
نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانیوالے کی تم نے بات مان لی
وز جحیمِ نفس آب آوردہ اید
اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا

دوزخِ ما نیز در حقِ شما
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے
سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

چیست[3] احساں را مکافات اے پسر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟
لطف و احسان و ثوابِ معتبر
مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں
پیشِ اوصافِ شما ما فانیم
آپ کے اوصاف کے پیشِ نظر ہم فانی ہیں

---

[1] چوں۔ جبکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کر دیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی اُن کے لئے تبدیل ہو جائینگے۔ نار۔ یعنی نفسانی آگ۔ آتشِ شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیا۔

[2] چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی برائیوں کو زائل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی برائیوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ چو باغے۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بلبلاں۔ اس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعیِ حق۔ یعنی نبی دوراں۔ وز جحیم۔ یعنی نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنا دیا۔

[3] چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے"۔ نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا یہ خطاب عشاق کے لئے ہے۔

ما اگر قلاش و گر دیوانه ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں

مست آں ساقی[1] و آں پیمانه ایم
اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں

بر خطِ فرمانِ او سر می نهیم
اس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں

جانِ شیریں را گروگاں می دہیم
اپنی جانِ شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے

چاکری و جاں سپاری کارِ ماست
خدمتگاری اور فداکاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمعِ بلا افروختند
انھوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے

صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانه اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں

شمعِ روئے یار را پروانه اند
وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو که با تو روشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں

وز بلاہا مر ترا چوں جوشن اند
جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

درمیان[2] جاں ترا جا می کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں

تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کردیں

درمیانِ جانِ ایشاں خانه گیر
اُن کے دل میں تو جگہ بنالے

در فلک خانه کن اے بدرِ منیر
اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کرلے

چوں عطارد دفترِ دل وا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دینگے

تا که بر تو سرّہا پیدا کنند
تاکہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خویشاں باش چوں آوارہ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے

بر مہِ کامل زن ار مه پارہ
اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے، کامل چاند سے جُڑ جا

جزو را از کلِ خود پرہیز چیست
جزو کو اپنے کُل سے پرہیز کیوں ہے؟

با مخالف ایں ہمه آمیز چیست
مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس[3] را بیں نوع گشته در روش
تو اُس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ

غیبہا بیں عین گشته در رہش
اسکے طریق میں تو غیبوں کو شاہدہ بنے ہوئے دیکھ

---

[1] ساقی۔ یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خطِ فرماں۔ حکم۔ سر نہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں۔ گروی۔ اسرار۔ دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ فداکاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مُقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِن عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔ جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔

[2] درمیان۔ اِن عاشقوں کی صحبت اختیار کروگے تو وہ اپنے دل میں تمھیں جگہ دینگے اور شرابِ معرفت سے مست کردینگے۔ فلک۔ یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں آسمان جیسے ہیں۔ عُطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اُس سے جانا جاتا ہے۔ پیشِ خویشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو یہ تیرے عاشق ہیں تو اُن سے کیوں بھٹکتا ہے۔ مہِ کامل۔ یعنی یہ خدائی عشاق۔ مخالف یعنی دنیادار لوگ۔

[3] جنس۔ وہ کُلی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کُلی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے افراد داخل ہوتے ہیں۔ یعنی اِن عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدتِ حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ اُن کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آجائیں گے۔

تا چو زن[1] عشوہ خری اے پُر خرد — از دروغ و عشوہ کے یابی مدد

اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کبتک فریب کی قدر کریگا — جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟

چاپلوسی لفظِ شیرینی فریب — می ستانی می نہی چون زن بہ جیب

خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ — تو قبول کرتا ہے، عورتوں کیطرح جیب میں رکھ لیتا ہے

مر ترا دشنام و سیلیِ شہاں — بہتر آید از ثنائے گمرہاں

تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت — مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

صفعِ شاہاں خور مخور شہدِ خساں — تا کسے گردی ز اقبالِ کساں

شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا — تاکہ تو صاحبِ دل لوگوں کی وجہ سے انسان بنجائے

زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسد — در پناہِ روح جاں گردد جسد

کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے — روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا — داں کہ او بگریختست از اوستا

جس جگہ تو ننگا بے سر و سامان دیکھے — سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

تا چناں گردد کہ می خواہد دلش — آن دلِ کورِ بدِ بے حاصلش

تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اُس کا دل چاہتا ہے — وہ اُس کا اندھا، بُرا، بدنصیب دل

گر چناں[2] گشتی کہ اُستا خواستے — خویش را و خلق را آراستے

اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ اُستاد چاہتا — اپنے آپ کو اور لوگوں کو سُدھار دیتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں — اُو ز دولت می گریزد ایں بداں

جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے — یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

پیشۂ آموختی در کسبِ تن — چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن

تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا — دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی[3] — چوں بروں آئی ازینجا چوں کُنی

تو نامردی تھا دنیا میں چھپا رہا — جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا

پیشۂ آموز کاندر آخرت — اندر آید کسب و دخلِ مغفرت

ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں — مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو

آں جہاں شہریست پُر بازار و کسب — تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب

وہ عالمِ آخرت ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے — تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے

---

[1] چو زن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آجاتی ہیں۔ مر ترا۔ ایک انسان کیلئے دنیاداروں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ صفع۔ تماچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف۔ کساں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ زایشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ۔ جسم جو ایک بے حس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہو جاتا ہے، اسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو اُستاد کا ادب نہ کریگا اور صحبت برداشت نہ کریگا محروم رہیگا۔ تا چناں۔ اُستاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اُستاد کو اپنی منشا پر چلانا چاہتا ہے اور جب اُس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔

[2] گر چناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشۂ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

[3] غنی۔ غنین کا مخفف ہے، نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہیگی۔ کسب۔ کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ آں جہاں۔ آخرت میں اعمالِ حسنہ کے اچھے دام لگینگے اور اعمالِ سیئہ کے کھوٹے دام

[illegible]

حق تعالےٰ گفت کایں کسبِ جہاں — پیش آں کسبت لعبؔ[۱] کودکاں
اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالمِ (دنیا) کی کمائی — اُس (عالمِ آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے

ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند — شکلِ صحبت کُن مساسے می کُند
اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے — (اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے

کودکاںؔ[۲] سازند در بازی دُکاں — سُود نبود جُز کہ تغییرِ زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں — وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے

شب شود در خانہ آید گرسنہ — کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے — بچے چلے جاتے ہیں، اکیلا رہ جاتا ہے

ایں جہاں بازیگہ است و مرگ شب — باز گردی کیسہ خالی پُر لعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے — تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہوگا

سُوئے خانہ گور تنہا ماندۂ — با فغاں واحسرتا برخواندۂ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کیلئے) تو تنہا رہ گیا — فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا

کسبِ دیں عشق ست و جذبِ اندرُوں — قابلیت نورِ حق داں اے حرُوں
دین کی کمائی عشق، اور باطنی جذبہ ہے — اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ

کسبؔ[۳] فانی خواہدت ایں نفسِ خس — چند کسبِ خس کُنی بگذار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانیوالی کمائی چاہتا ہے — کبتک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ، بس کر

نفسِ حس گر جویدت کسبِ شریف — حیلہ و مکرے بُود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے — کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہوگا

بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ رضؓ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھئے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خالِ مومناں — بود اندر قصرِ خود خُفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں — رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے

قصر را از اندروں در بستہ بود — کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا — کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے

ناگہاں مردے وُرا بیدار کرد — چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
اچانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا — جب اُنھوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

۱؎ لعب۔ کھیل۔ قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بے کار کھیل کود سے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک بچہ دوسرے بچے سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے مساس۔ چھونا، رگڑنا۔

۲؎ کودکاں۔ دنیاوی کاروبار بچوں کی فرضی دکان ہے۔ تغییرِ زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اِس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصوّر کرو اگر دنیا میں لگے رہو گے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے کوچ کرو گے۔ کسبِ دین۔ دین کی کمائی عشقِ خداوندی اور باطنی جذبہ ہے اور اُس کی قابلیت خداداد ہے۔

۳؎ کسبِ فانی۔ نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے۔ نفسِ حس۔ نفسِ امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہو تو اسکے پس پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔ خال۔ ماموں، حضرت امیر معاویہ رضؓ حضرت اُمِ حبیبہ اُمّ المومنین زوجۃ النبیؐ کے بھائی ہیں اِس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصر۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کر کے سو گئے تھے۔

گفت اندر قصر کس را رہ[1] نبود — کیست کایں گستاخی و جرأت نمود

بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا — کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گرد برگشت و طلب کرد آں زماں — تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں

اُنھوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی — تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگالیں

از پسِ در مُدبرے[2] را دید کو — در پسِ پردہ نہاں می کرد رُو

در کے پیچھے اُنھوں نے ایک پُشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ — پردے کے پیچھے مُنہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست — گفت نامم فاشِ ابلیسِ شقی ست

فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟ — اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجدّ — راست گو با من مگو برعکس و ضدّ

اُنھوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟ — سچ بتا مجھ سے اُلٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید — سوئے مسجد زود می باید دوید

اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہو گیا ہے — مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہیئے

عَجِّلُوا[3] الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْت گفت — مصطفےٰ چوں گوہرِ معنیٰ بسُفت

"عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو" فرمایا ہے — مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنیٰ کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا — کہ بخیرے رہنما باشی مرا

اُنھوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا — کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

دُزد آید از نہاں در مسکنم — گویدم کہ پاسبانی می کنم

چور چھپ کر میرے گھر میں آئے — (اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را — دُزد کے داند ثواب و مُزد را

میں اُس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟ — چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قُطّاع الطریق — از چہ رُو گشتی چنیں بر من شفیق

خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور — تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتنِ ابلیسِ لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

؎۱ رَہ نبود۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخی۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأت یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔

؎۲ مُدبر۔ پشت پھیرنے والا۔ بدبخت۔ فاش۔ ظاہر، مشہور۔ جِدّ۔ کوشش۔ برعکس۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگام۔ وقت۔ باید دوید۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔

؎۳ عَجِّلُوا۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کرو۔ گ ت۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسمِ مُضل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔ ثواب و مزد۔ انسان دوسری کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کریگا یا اُجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قُطّاع الطریق۔ راہزن، ڈاکو۔

گفت[1] ما اول فرشته بوده‌ایم ‏— راهِ طاعت را بجاں پیموده‌ایم
اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا — میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راه را محرم بُدیم — ساکنانِ عرش را همدم بُدیم
میں راہِ (خدا) کے سالکوں کا رازدار تھا — عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشهٔ اوّل کجا از دل رود — مهرِ اوّل کے ز دل بیروں شود
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟ — پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر روم بینی یا ختن — از دلِ تو کے رود حُبّ وطن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو — تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ما هم از مستانِ ایں[2] مے بوده‌ایم — عاشقانِ درگهِ وے بوده‌ایم
ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں — اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

نافِ ما بر مهرِ اُو ببریده اند — عشقِ او در جانِ ما کاریده اند
ہماری نال اُس کی محبت پر کٹی ہے — اُس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

روزِ نیکو دیده ایم از روزگار — آبِ رحمت خورده ایم اندر بہار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے — (موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے[3] کہ ما را دستِ فضلش کاشته است — از عدم ما را نہ اُو برداشته است
کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟ — کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیده ایم — در گلستانِ رضا گردیده ایم
ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں — ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

بر سرِ ما دستِ رحمت می نهاد — چشمهائے لطف بر ما می گشاد
ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھتا تھا — مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

در گہِ طفلی کہ بودم شیر جُو — گاهوارم را کہ جُنبانید اُو
بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا — میرا پنگورا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شیر غیر از شیرِ اُو — کہ مرا پرورد جز تدبیرِ اُو
میں نے اُس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟ — مجھے اُس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود — کے تواں اُو را ز مردم واکشود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو — اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

[1] گفت. شیطان نے امیر معاویہ رض سے کہا میں ایک زمانہ میں معلم الملکوت تھا. محرم. راز دار. ساکنانِ عرش. فرشتے. پیشۂ اوّل. فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا. در سفر. وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جابسے. ختن. چین کا ایک مشہور شہر ہے.

[2] این مے. یعنی عشقِ خداوندی کی شراب. وے. یعنی خدائے تعالیٰ. ناف بر مہر کسے بُریدن. کسی سے پیدائشی محبت ہونا. رحمت. یعنی رحمتِ خداوندی.

[3] نے کہ. جب اُسکے اِسقدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اُسکی محبت کیسے نہوگی. می نہاد. یعنی جب تک کہ میں راندۂ درگاہ نہ ہوا تھا. گہ. گاہ. گاہوارہ. جھولنا. پنگورا. شیر او. یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی. خوئے. گھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں بدلتی ہے.

گر عتابے[1] کرد دریائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے

بستہ کے گردند درہائے کرم
کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟

اصلِ نقدش لطف و داد و بخشش ست
اسکے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے

قہر بر وے چوں غبارے از غش ست
اس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت
اس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے

ذرّہا را آفتاب او نواخت
ذروں کو اس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت از قہرش اگر آبستن ست
جدائی اگر اس کے غصہ کی حامل ہے

بہرِ قدرِ وصلِ او دانستن ست
تو اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گوشمال
جب اس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے

جاں بداند قدرِ ایامِ وصال
جان، وصل کے دنوں کی قدر کو جانتی ہے

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے

قصدِ من از خلق احساں بودہ است
پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا ز من سودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں

تا ز شہدم دست آلودے کنند
(اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے[2] برائے آں کہ تا سودے کنم
نہ اسلئے کہ میں (ان سے) فائدہ اٹھاؤں

وز برہنہ را قبائے بر کنم
اور ننگے کی میں قبا اتارلوں

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے

چشمِ من در روئے خوبش ماندہ است
میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

کز چناں روئے چنیں قہر اے عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ

ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

من سبب را ننگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے

زانکہ حادث حادثے را باعث ست
(اور) اسلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

لطفِ[3] سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں

ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں (آدم کو سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا

آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے

[1] گر عتابے۔ جبکہ وہ ناراض ہے میں اسکے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصلِ نقدش تغش۔ میں ہے خدا نے فرمایا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ الجمع۔ از برائے لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔ فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور بھی کرتا ہے تو اسلئے کرتا ہے کہ وصال کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا دہد۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔

[2] نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وز برہنہ ننگے سے کوئی چادر کیسے چھین سکتا ہے مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چشمِ من۔ لہٰذا میں انکی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ہر کسے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں ایسا کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اُس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مُسبّب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث یعنی سبب۔ حادثے را یعنی تکالیف۔

[3] لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیش نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں۔ ترکِ سجدہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے

هر حسد[1] از دوستی خیزد یقیں ... کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یقیناً (اسطرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے ... کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہست شرطِ دوستی غیرت پزی ... ہمچو بعدِ عطسہ گفتن دیر زی
غیر تمندی، دوستی کا لازمہ ہے ... جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

چونکہ[2] بر نطعش جز آں بازی نبود ... گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اُس کی بساط پر اِس بازی کے سوا کچھ نہ تھا ... اُس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں

آں یکے بازی کہ بُد من باختم ... خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی ... تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلا ہم می چشم لذاتِ اُو ... ماتِ اُویم ماتِ اُویم ماتِ اُو
مصیبت میں، بھی میں اُس کی لذتیں چکھتا ہوں ... اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سرہ ... ہیچکس در شش جہت از شش درہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے ... کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

جزوِ شش از کلِ شش چوں وا رہد ... خاصہ کہ بے چوں مر اُو را کژ نہد
شش درہ کی نرد شش درہ سے کیسے نکلے ... خصوصاً جبکہ (ذات) بیمثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو

ہر کہ در شش[3] در درونِ آتش ست ... اُوش برہاند کہ خلاقِ شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے ... اُسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنے والا ہے

خود اگر کفر ست اگر ایمانِ اُو ... دست بافِ حضرتست و آنِ اُو
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے ... (اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اُس کا مملوک ہے

باز تقریر کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اُو را کہ اینہا راست ست ... لیک بخشِ تو ازینہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اُس سے کہا یہ سب درست ہے ... لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے

صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی ... حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے ... نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست ... کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے ... کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟

---

[1] ہر حسد - رقابت میں جو حسد پیدا ہوتا ہے وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے بہت۔ دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔

[2] چونکہ جبکہ تقدیرِ الٰہی کی بساط پر میرے لئے صرف یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردودِ بارگاہ بنوں تو میرے لئے اِس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیلی اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا چونکہ میں نے اُسکی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔ شش درہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں ان میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اُس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزوِ شش یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کلِ شش۔ یعنی ششدرہ۔

[3] شش۔ یعنی چھ جہتیں۔ امیر۔ یعنی امیر المومنین معاویہ رضؓ۔ بخش۔ حصہ۔ کاست۔ کم۔ رہ زدن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا۔ نقب۔ خزینہ۔ خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔

طبعت اے آتش چو سوزانید نیست
اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے
تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
جب تک تو جلا نہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت[1] ایں باشد کہ سوزانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانیوالا کر دیا
اُوستادِ جملہ دُزدانت کند
تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی رُوبرُو
خدا کے روبرو، تیری کہن سُن ہوئی
من چہ باشم پیشِ مکرت اے عدُو
اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صفیر
تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں
بانگِ مُرغانست لیکن مُرغ گیر
بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مُرغ را آں رہ زدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے
مُرغ غرّہ کاشنائے آمدست
پرندے دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سُنتا ہے
از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا سے (اُتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قومِ نوحؑ از مکرِ تو در نوحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے
دل کباب و سینہ شرحہ شُرحہ اند
دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

عاد[2] را بر باد دادی در جہاں
تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے
در فگندی در عذاب و اندہاں
عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بُودہ سنگسار آں قومِ لوطؑ
قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی
در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
تیری وجہ سے انھوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگا

مغزِ نمرود از تو آمد ریختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا
اے ہزاراں فتنہہا انگیختہ
اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے

عقلِ فرعونِ ذکیِ فیلسوف
فلسفی، ذہین فرعون کی عقل
کور گشت از تو نیابید اُو وقوف
اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بُولہب ہم از تو نااہلے شدہ
ابولہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا
بوالحکم[3] ہم از تو بُوجہلے شدہ
ابوالحکم تیری وجہ سے ابوجہل بنا

اے بریں شطرنج بہر یاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے
مات کردہ صد ہزار اُستاد را
لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

ف۱ لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ با خدا۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آمنا سامنا جواب دیئے بانگِ صفیر۔ شکاری کی وہ آواز جو وہ پرندے کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

ف۲ عاد۔ قوم عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالحؑ بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے اُن کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ قومِ لوط۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے انکو قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا۔ لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے انپر سنگ باری کا عذاب آیا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوط۔ غوطہ۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار ہوا خدا نے ایک مچھر اُسکے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضورؐ کی مخالفت کی تھی۔

ف۳ بوالحکم۔ اسی کو ابوجہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔

اے زفرزین[1] بندہائے مشکلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندیں (چالوں) سے
سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہوگیا

بحرِ مکری تو خلائق قطرۂ
تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں
تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ
تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں

کے رہد از مکرِ تو اے مختصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟
غرقِ طوفانیم اِلّا مَن عُصِم
ہم تو طوفان میں غرق ہیں مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق
بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بے نور ہوگئے ہیں
بس سپاہِ جمع از تو مفترق
فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں درباختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں
سرنگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ
دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس جو بلعم[2] از تو نومید آمدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوگئے ہیں
بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ
بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

جوابِ گفتنِ ابلیسِ لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبتِ سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہ رضؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا
اُن سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھولئے
من محکّم[3] قلب را و نقد را
میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالےٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے
امتحانِ نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعۂ) امتحان بنایا ہے

قلب را من کے سیہ رو کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رُو بنایا ہے
صیرفیم قیمتِ او کردہ ام
میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگادی ہے

نیکواں را رہنمائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں
مر بداں را پیشوائی می کنم
(اور) بُروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و مامنم
میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں
طالحاں را نیز یاری می کنم
میں بُروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

[1] فرزین بند - وہ چال جس سے شطرنج کے مُہرے فرزین کو بند کردیا جائے اور اُس کی چال مشکل ہوجائے۔ سلیمان - سلیم کی جمع ہے، سادہ مزاج انسان۔ مختصم - جھگڑالو۔ سعد - مبارک۔ محترق - وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔

[2] بلعم - بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کرکے تباہ و برباد ہوگیا۔ برصیصا - ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کردیا تھا۔

[3] من محک ام - میں کسوٹی ہوں۔ قلب - کھوٹا سکہ۔ نقد - کھرا سکہ۔ امتحان یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی - صراف۔ بریدہ - کھوٹا سکہ جب تپایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے۔ قیمت او - شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اس کو ظاہر کردیتا ہوں لہٰذا میں قصوروار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بیشک خیر و شر کا مادہ اللہ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزا کے مستحق ہیں۔

شیطان انسان کی شر کی قوت کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا لعنت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برأت کے لئے کہے کہ اس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہوسکتا ہے۔

باغبانم[1] شاخِ تر می پرورم — شاخہائے خشک را ہم می برم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں — سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہرِ چیست — تا پدید آید کہ حیوانِ جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟ — تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید کودکے — در سگی و آہوئے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے — اس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز — تا کدامیں سو کند او گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے — دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست — ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے، کتا ہے — اگر گھاس کی طرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

قہر و لطفے[2] جفت شد با ہمدگر — زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہر باہم ملے — ان دونوں سے عالمِ خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن — قوتِ نفس و قوتِ جاں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر — نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابتر ست — ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے — اگر روح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند[3] او خدمتِ تن ہست خر — ور رود در بحرِ جاں یابد گہر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے — اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند — لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں — لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہوئے ہیں

انبیا طاعات عرضہ می کنند — دشمناں شہوات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں — (دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم — داعیم من خالقِ ایشاں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں — میں بلانے والا ہوں میں ان کا پیدا کرنے والا نہیں ہوں

---

[1] باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے باغبان تو تر شاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے حضرت آدمؑ تک کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ انسانوں کو برائی کی دعوت دیکر یہ معلوم کرتا ہوں کہ برا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کتیا ہرن کو جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ اس کے سامنے کتے کا چارہ جو ہڈی ہے وہ اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے وہ ڈالکر دیکھو لو جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اسی جنس کا ہے۔

[2] قہر و لطفے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و لطف کے میل جول سے خیر و شر پیدا ہوا تو نیک و بد کی شناخت کے لئے تم بھی ان کے سامنے انکی خوراک ڈال کر دیکھو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اس کی رغبت ہو وہ اسی جہان کا انسان ہوگا۔

[3] گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھا پن ہے۔ گرچہ۔ خیر و شر اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور برے میں امتیاز پیدا کرنا ہے انبیا کا بھی یہی کام ہے کہ وہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کر دیتے ہیں اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔ انبیا۔ لیکن ہر دو میں فرق ہے۔ انبیاء خیر کو پیش کر کے بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتے ہیں اور دین کا دشمن برائی کو پیش کر کے امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔

خوب[1] را چوں زشت سازم ربّ نیم
بھلے کو میں بُرا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور بُرے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا

کایں سیہ رُومی نماید مرد را
کہ یہ اُس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ از من نبُود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی

جُرم اُو را نہ کہ رُوئے من زدُود
اُس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

اُو مرا غمّاز کرد و راست گو
اُسنے مجھے چغلخور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے

تا بگویم زشت کُو و خوب کُو
تاکہ میں کہدوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من[2] گواہم بر گوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کیلئے قیدخانہ کب ہے؟

اہلِ زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم نہالِ میوہ دار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں

تربیتہا می کنم من دایہ وار
میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درختِ تلخ و خشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خُشک درخت دیکھتا ہوں

می بُبرّم تا رہد از پشک و مشک
میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ میگنی و مُشکی سے بچے

خُشک گوید باغباں را کاے فتیٰ
خُشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!

مر مرا چہ می بُری سر بے خطا
تو بلاقصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمُش اے زشت خُو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چُپ رہ

بس نباشد خُشکیِ تو جُرمِ تو
کیا تیرا خشک ہونا تیرا جُرم نہیں ہے؟

خُشک[3] گوید راستم من کژ نیم
خُشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں

تو چرا بے جُرم می بُرّی بیم
تو بلاقصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعودیے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا

کاشکے کژ بودی و تر بودیے
کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذبِ آبِ حیات گشتیے
(اگر) آبِ حیات کو جذب کرنے والا ہوتا

اندر آبِ زندگی آغشتیے
تو آبِ حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخمِ تو بد بودہ است و اصلِ تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بُری تھی

با درختِ خوش نبودہ وصلِ تو
اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

[1] خوب را۔ اچھا بُرا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے بُرے کو اُس کی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اُس کی بے عقلی ہے۔ جرم اُو را۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اُس نے اُس کو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کردے۔

[2] من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں، جیلخانہ مجرم کے لئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔ ہر کجا۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرے اور بُرے درختوں کو کاٹ پھینکے۔ خُشک گوید جس طرح خُشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح ناقابلِ اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔

[3] خُشک۔ خُشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغباں گوید۔ ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی تو توقع ہو لیکن خُشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اُسکو کاٹا جائیگا۔ شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آبِ ایمان بالکل باقی نہیں ہے اور اُن کے دل خُشک ہوگئے ہیں اُنسے مایوس ہوکر میں اُن کو تباہ کرتا ہوں۔ تخمِ تو۔ جسکی اصل اور تخم ہی بُری ہو وہ بیکار ہے۔

شاخِ تلخ ار با خوشے وصلت کند[1] — آں خوشے اندر نہادش بر زند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہرِ دیں — خوئے اصلِ من ہمیں ست و ہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عُنف[2] کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رض با ابلیس علیہ اللعنة
امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو — مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر

رہزنی تو من غریب تاجرم — ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں — تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گردِ رختِ من مگرد از کافری — تو نہ رختِ کسے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا — تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن — ور نماید مشتری مکر ست و فن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے — اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے، مکاری اور چالاکی ہے

نالیدنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رض بحق تعالیٰ از مکرِ ابلیس و نصرت خواستن
شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ و زاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو — اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ — اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے

گر یکے فصلِ دگر[3] در من دمد — در رُباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا — یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دود ست اے الٰہ — دست گیر ار نہ گلیمم شُد سیاہ
اے خدا! یہ اُس کی گفتگو دھوئیں کی طرح ہے — میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائیگی

من بحجت بر نیایم با بلیس — کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا — کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے باعثِ فتنہ ہے

آدمے کو علّمَ الْاَسْمَاء بگ ست — در تگ چوں برق ایں سگ بے تگ ست
(حضرت) آدم جو علم الاسماء والے سردار ہیں — اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

---

[1] شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کا اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے اسی طرح بدعمل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بدنسل کی اصلاح ناممکن ہے۔ گر ترا۔ شیطان حضرت امیر معاویہ رض کو جواب دیتا ہے کہ جب تم یہ سمجھ گئے کہ میں اچھوں کے ساتھ اچھائی اور ناقابلِ اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمھیں دین کی خاطر جگایا ہے۔

[2] عُنف۔ سرزنش، سختی۔ راہ زن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔ غریب تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ تو نہ۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ اُن کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اس میں کوئی مکاری ہو گی۔ چیزے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔

[3] فصلِ دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضلِ خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، امیر حضرت آدم کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ۔ خدا نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگ ست حضرت آدم ہار گئے اور شیطان نے انھیں دھوکا دے دیا۔

از بہشت انداختش بر روئے خاک — چوں سمک[1] در شست او شد از سماک

اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا — وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحۂ اِنّا ظلمنا می زدے — نیست دستان و فسونش را حدے

اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے — اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیثِ او شرست — صد ہزاراں سحر در وے مضمرست

اُس کی ہر بات میں شر ہے — اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

مردیِ مرداں بہ یک دم در نفس — در زن و در مرد افروزد ہوس

ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باطل کر دیتا ہے — مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیسِ خلق سوزِ فتنہ جو — بر چہ ام[2] بیدار کردی راست گو

اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین! — سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد با منے — ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے

اسلئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ پر اثر نہیں کر سکتی ہے — خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریرِ ابلیس تلبیسِ خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بد گماں — نشنود او راست را با صد نشاں

بولا، جو شخص بدگمان ہو — وہ سَو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد — چوں دلیل آری خیالش بیش شد

جس کا باطن شکّی ہو — جب تو دلیل بیان کریگا اُس کا شک اور بڑھیگا

چوں سخن در وے رود علت شود — تیغِ غازی دزد را آلت شود

جب اُسکے (دل میں) بات جاتی ہی بیماری بنجاتی ہے — مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جوابِ او سکوت ست و سکوں — ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں

تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے — بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

تو ز حق[3] ترس و ز حق جو قطعِ نفس — کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس

تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر — کیونکہ تو اُسکے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے

تو ز من با حق چہ نالی اے سلیم — تو بنال از شرِ ایں نفسِ لئیم

اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے — تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر

[1] سمک۔ مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مُراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بیشک ہم نے ظلم کیا حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ مردی۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔

[2] برچہ ام۔ برائے چہ مرا۔ غرض۔ مقصد۔ بے فن۔ بغیر مکاری۔ با صد نشان یعنی سچائی کی سَو علامتوں کے باوجود۔ خیال اندیش۔ شکّی۔ چوں سخن۔ شکّی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اُس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ چور کسی غازی کی تلوار چرالے تو اُس سے غلط کام کرتا ہے۔ بس جواب۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔

[3] تو ز حق ترس۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے بُرا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو اُس سے رہائی کی دعا کرو۔ تو ز من۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَکُمْ۔ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔

تو خوری[1] حلوا ترا دُمّل شود — تب بگیرد طبع تو مختل شود

تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہو گا — بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را — چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را

تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے — اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟

نیست از ابلیس از تست اے غوی — کہ چو روبہ سوئے دُنبہ می روی

اے گمراہ! یہ شیطان کیجانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے — کیونکہ تو لومڑی کی طرح دُنبہ کیجانب جاتا ہے

چونکہ[2] در سبزہ بہ بینی دُنبہ را — دام باشد ایں ندانی رُوبہا

جب تو سبزے میں دُنبہ کو دیکھتا ہے — اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا

زاں ندانی کت ز دانش دور کرد — میلِ دُنبہ چشمِ غفلت کور کرد

تو اسلئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے — دُنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّكَ الْأَشْيَاءَ يُعْمِيكَ وَيُصِمّ — نَفْسُكَ السُّوْءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِمْ

چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے — تیرے بُرے نفس نے ظلم کیا ہے۔ نہ جھگڑ

تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں — من ز بد بیزارم و از حرص و کیں

تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ترچھی نگاہوں سے نہ دیکھ — میں بُرائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز — انتظارم تا دے ام گردد تموز

میں نے بُرائی بھی کی تھی ابھی تک شرمندہ ہوں — انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بنجائے

ہست کین و حرص از طبائع مختلف — مر مرا کے چار ضد شد مکتنف

کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے — مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے

ہم[3] امیدے می بَرَم با درد و سوز — تا کے گردد شبِ دیجور روز

میں ابھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں — کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

مُتّہم گشتم میانِ خلق من — فعلِ خود بر من نہد ہر مرد و زن

میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں — ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است — متّہم باشد کہ او در طنطنہ ست

بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے — (لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف او راہ رفت — خلق گوید تخمہ است از قوتِ زفت

چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے — لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

---

[1] تو خوری۔ یہ مولانا کی جانب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے اسکی طرف سے بے توجہی برتتا ہے بے گنہ۔ "فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر" غوی۔ گمراہ۔ روبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔

[2] چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے میلِ دُنبہ۔ خواہشِ نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لا تختصم۔ یعنی نفس سے لڑ دوسرے سے نہ جھگڑ۔ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کین۔ یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چار عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔

[3] ہم امیدے۔ یعنی میں اس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شبِ دیجور۔ اندھیری رات۔ فعلِ خود یعنی اپنا گناہ۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ، شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں تہمت دھرنے والے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتِ غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیرِ راستی نرہاندت — دادؔ[1] سوئے راستی می خواندت

(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائیگا — انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گوتا وارہی از چنگِ من — مکر نہ نشاند غبارِ جنگِ من

سچ کہدے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے — مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کرسکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را — اے خیال اندیش و پُر اندیشہا

اُس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟ — اے شکّی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است — قلب و نیکو را محک بنہادہ است

اُنھوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے — کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کردی ہے

گفتہ است اَلکِذبُ رَیبٌ فِی القُلوُب — باز اَلصِّدقُ طُمَانِینٌ وطَرُوب

فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنیوالا ہے) — پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)

دلؔ[2] نیارامد ز گفتارِ دروغ — آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ

جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے — پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیثِ راست آرامِ دلست — راستی ہا دانۂ دامِ دلست

سچی بات میں دل کا سکون ہے — سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں — کو نداند چاشنئ این و آں

مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اُسکے مُنھ کا ذائقہ خراب ہو — کیونکہ وہ اِسکے اور اُسکے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوںؔ[3] شود از رنج و علت دل سلیم — طعمِ صدق و کذب را باشد علیم

جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہوجائے — تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدمؑ چوں سوئے گندم فزود — از دلِ آدمؑ سلیمی را ربود

(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کیطرف بڑھی — (حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اُڑا لے گئی

پس دروغ و عشوہ‌ات را گوش کرد — غرّہ گشت و زہرِ قاتل نوش کرد

تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا — فریب کھاگئے، اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس — می بَرد تمیز از مستِ ہوس

اُسوقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کرسکے — (ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کردیتی ہے

---

[1] دادؔ یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتادے۔ گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہونگا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضورؐ نے بتادی ہیں۔ اَلکِذبُ یعنی جھوٹی بات سن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا ہے بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ اَلصِّدق سچی بات سن کر مومن کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

[2] دل نیارامد۔ مومن کا قلب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔ دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اِسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل مگر۔ لیکن یہ علامت مومن کے دل کے لئے ہے اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اُس کیلئے یہ علامت نہیں ہے۔

[3] چوں شود۔ جب دل امراض سے خالی ہو تب اُس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدمؑ میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہوگئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھاگئے۔ زہرِ قاتل۔ یعنی گیہوں۔

خلق[1] مستِ آرزو اند و ہوا / زاں پذیرا اند دستانِ تُرا
لوگ تمنّا اور حرص سے مست ہیں / اِس لئے تیرے مکر کو قبول کرنے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خُو باز کرد / گوشِ خود را آشنائے راز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا / اُس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند / بشنو آنرا تا کُشاید بستہ بند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے / اُس کو سُن لے تا کہ گرہ کھُل جائے

شکایتِ قاضی از آفتِ قضا و جوابِ نائب اُو

قاضی کا تفیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اُس کے نائب کا جواب

قاضئے بنشاندند اُو می گریست / گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا / نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

ایں[2] نہ وقتِ گریہ و فریادِ تُست / وقتِ شادی و مبارک بادِ تُست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے / تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے / در میانِ آں دو عالم جاہلے
اُس نے کہا ہے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے / ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند / قاضئے مسکیں چہ داند زاں دو بند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں / دو بندشوں (جہل اور غفلت) کی وجہ قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں / چوں رَوَد در خونِ شان و مالِ شاں
وہ اُن کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے / وہ اُن کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت[3] خصماں عالم اند و علّتی / جاہلی تو لیک شمعِ ملّتی
اُس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں لیکن غرضی ہیں / آپ ناواقف ہیں لیکن ملّت کی شمع ہیں

زانکہ تو علّت نداری در میاں / آں فراغت ہست نورِ دیدگاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے / (غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

واں دو عالِم را غرض شاں کور کرد / علمِ شاں را علّت اندر گور کرد
اُن دونوں واقف کاروں کو اُن کی غرض نے اندھا کر دیا ہے / اُن کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے علّتی عالم کند / علم را علّت کژ و ظالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے / غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

[1] خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص و ہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو یعنی خوئے حرص۔ راز یعنی معرفتِ خداوندی کے راز حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر انسان ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر لیتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے۔ بیدل۔ متردد۔ دو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ زاں دو بند یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔

[3] گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خود غرضی سمائی ہے زانکہ۔ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے۔ جہل را بے غرضی اور خلوص جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

تا تو رشوت نستدی بیننده
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے
چوں طمع کردی ضریر و بندہ
جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے

از ہوا من خوی را وا کردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے
لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے شہوتِ (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیر دلم شد با فروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے
راست را داند حقیقت از دروغ
سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگِ ملعوں جوابِ من بگو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے
راست گو و در دروغے رہ مجو
سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مر مرا
تو نے مجھے کیوں جگایا؟
دشمنِ بیداری ای اے دغا
اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے
ہمچو خمرے عقل و دانش را بری
شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چارمیخت کردہ ام ہیں راست گو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے، سچ کہہ دے
راست را دانم تو حیلتہا مجو
میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من ز ہر کس آں طمع دارم کہ او
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں
صاحبِ آں باشد اندر طبع و خو
جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے

من ز سرکہ می نجویم شکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں
ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں
کہ بود حق یا ز حق او آیتے
کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک
میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں
من در آب جو نجویم خشتِ خشک
میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

من نجویم پاسبانی را ز دزد
میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں
کار نا کردہ نجویم ہیچ مزد
کام کئے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

---

1 تا تو: نائب نے قاضی سے کہا جب تک تو رشوت لیگا حقیقت کو دیکھے گا ورنہ نہ دیکھ سکیگا۔ از ہوائے: امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لونگا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جواب من: یعنی اس بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے

2 دشمن: شیطان کا کام ہے کہ وہ خوابِ غفلت میں مبتلا رکھے۔ خشخاش: خود بھی خواب آور ہے اور اسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔ چارمیخ: ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چاروں ہاتھ پیر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من ز ہر کس: میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اس سے اسی کام کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔

3 من ز سرکہ: سرکہ کی طبیعت میں کھٹاس ہے اس سے مٹھاس کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث: ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بت: بت سے یہ توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی یہ بھی غلط ہے۔ دزد: چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔

من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر — کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ امید نہیں رکھتا، کیونکہ وہ غیر ہے — کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتنِ ابلیس ضمیرِ خود را با حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ
شیطان کا امیر معاویہ رضہ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر — میر ازو نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں — امیر (المومنین) نے نہ سنیں، جھگڑا اور انکار کیا

از بنِ دنداں بگفتش بہر آں — کردمت بیدار میداں اے فلاں
اُن سے عاجزی سے اُس نے کہا، اِس کئے — سمجھ لیجئے، میں نے آپکو بیدار کیا ہے، اے فلاں

تا رسی اندر جماعت در نماز — از پئے پیغمبرِ دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں — پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے

گر نماز از وقت رفتے، مر ترا — ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے — یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی

از غبین و درد رفتے اشکہا — از دو چشمِ او مثالِ مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے — اِن کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے — لاجرم شکیبد از وے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے — لامحالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے

از غبین و درد بودے صد نماز — کو نماز و کو فروغ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا — کجا نماز اور کجا اُس عاجزی کا نور

فضیلتِ حسرت خوردنِ آں شخص بر فوتِ نمازِ جماعت
نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اُس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں — مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا — لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے

گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود — کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟ — کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں

آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز — با جماعت کرد و فارغ شد ز راز
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز — باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

---

۱ من ز شیطان۔ شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اُس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر یعنی امیر المومنین معاویہ رضہ۔ از بنِ دنداں گفتن۔ گڑگڑا کر کہنا ہے۔ پیروی سنت۔ گر نماز۔ یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔
۲ غبین۔ نقصان، ٹوٹا۔ درد۔ یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔ ذوق۔ حضرت امیر معاویہ رضہ کو نماز باجماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین۔ شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر جو اُن کو صدمہ ہوتا اور اُس پر روتے اُس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے اس لئے اُس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔
۳ فضیلت۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اُس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پرساں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں جماعت کا کیا ہوا۔ آں یکے۔ یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اُس سے کہا حضور تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز۔ یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔

توکجا در می روی اے مردِ خام[1] | چوں پیمبر باز داد آخر سلام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے | جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں | آہِ اُو می داد از دل بوئے خوں
اُس نے آہ کہا اور اُس آہ سے درد ظاہر ہوا | اُس کی آہ نے دل کے خون کی بُو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را | ویں نمازِ من تُرا بادا عطا
ایک شخص نے اُس سے کہا یہ آہ دے دے | اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ پذرفتم نماز | اُو ستد آں آہ را با صد نیاز
اُس نے کہا میں نے آہ دیدی، نماز قبول کرلی | اُس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

با نیاز و با تضرع باز گشت | باز بود و در پے شہباز رفت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا | باز تھا اور بعد میں شہباز ہو کر لوٹا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے[2] | کہ خریدی آبِ حیوان و شفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اُس سے کہا | کہ تو نے آبِ حیات اور شفا خرید لی

حرمت ایں اختیار و ایں دخول | شد نمازِ جملہ خلقاں قبول
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے | تمام لوگوں کی نماز قبول ہوگئی

تتمۂ اقرارِ ابلیس با حضرت معاویہ مکر و فریب خود را
شیطان کا حضرت امیر معاویہ رضؓ سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کرنے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر زاد | مکرِ خود اندر میاں باید نہاد
اس کے بعد شیطان نے کہا، اے دانا امیر! | (مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیئے

گر نمازت[3] فوت می شد آں زماں | می زدی از دردِ دل آہ و فغاں
اگر اُس وقت آپ کی نماز فوت ہوجاتی | تو آپ دل کے درد کیساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تأسف و آں فغان و آں نیاز | در گذشتے از دو صد رکعت نماز
وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد، اور وہ عاجزی | نماز کی دو سَو رکعتوں سے بڑھ جاتی

من ترا بیدار کردم از نہیب | تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے اِس خوف سے آپ کو جگا دیا | تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا | تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے | تاکہ اُس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

---

[1] مردِ خام - ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام - آخری سلام پھیر چکے۔ گفت - اُس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔ آں یکے - جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اُس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنا اس آہ کے ثمرات مجھے عطا کردو۔ با صد نیاز - اس کا تعلق رشتہ فعل سے بھی ہوسکتا ہے اور آہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ باز بود - یعنی قربِ الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

[2] ہاتف - فرشتہ غیبی جو پکارے اور نظر نہ آئے۔ شفے - شفا کا امالہ ہے۔ اختیار - چننا یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول - یعنی نماز و آہ کے معاملہ میں داخل ہونا۔ عزازیل - شیطان کا نام ہے۔ میر زاد - دانا سردار۔

[3] گر نمازت - شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہوجاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تأسف - نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سَو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔ نہیب - خوف۔ حجیب - یعنی قربِ الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔

من حسودم[1] از حسد کردم چنیں | من عدوم کارِ من مکر ست و کیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا | میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکرِ من دیدی مباش ایمن زمن | تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہوجیے | تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جوابِ گفتن امیر المؤمنین امیر معاویہ رضؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المؤمنین معاویہ رضؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی | از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تونے اب سچ کہا تو سچا ہے | تجھ سے یہی آتا ہے، تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار | من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے | اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا

بازِ اسپیدم[2] شکارم شہ کند | عنکبوتے کے بگردِ من تند
میں سفید باز ہوں، میرا شکار شاہ کرتا ہے | مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی

کارِ تو ایں ست اے دزدِ لعیں | سوئے دوغ آری مگس را از انگبیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے | مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رو مگس می گیر تا تانی ہلا | سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ | مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں | ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا | یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہوگا

تو مرا بیدار کردی خواب[3] بود | تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تونے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا | تونے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیر زاں می خواندئی | تا مرا از خیر بہتر راندئی
تونے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا | تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹادے

فوت شدنِ دزد با آواز دادنِ آں شخص صاحب خانہ را

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو

کہ نزدیک شدہ بود کہ دزد را دریابد

جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

[1] من حسودم۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکر حق۔ یعنی نماز کیلئے جگانا۔ ایمن مطمئن۔ زمن۔ زمانہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ ایں آید یعنی گمراہ کرنا اور ثواب سے محروم کرنا۔ عنکبوت۔ مکڑی جو مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

[2] بازِ اسپید۔ سفید باز زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ تند۔ باز کو شاہ پھاندتے ہیں۔ سوئے دوغ۔ یعنی شیطان کا کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لانا ہے۔ صلا۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں۔ یعنی جس کو تو شہد بتائیگا وہ چھاچھ ہوگی۔

[3] خواب بود۔ چونکہ بیدار کرنے میں ثواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سُلانا تھا جو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی یعنی تم نے جو بھلائی دکھائی وہ تباہی تھی۔ فوت شدن۔ یہ قصہ نقل کرکے بھی یہ بتانا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔

این[1] بداں ماند کہ شخصے دُزد دید
یہ اِس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا
در وُثاق اندر پئے اُو می دَوید
گھر میں (اور) وہ اُس کے پیچھے دوڑنے لگا

تا دو سہ میداں دوید اندر پَیش
دو تین میدانوں تک اُس کے پیچھے دوڑا
تا درافگند از تعَب اندر خوَیش
یہاں تک کہ مشقت سے اُس (چور) کو پسینہ میں تر بتر کر دیا

اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش
اُس حملہ کے دَوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا
تا بدو اندر جہد دریابدش
یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے

دُزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا
دوسرے چور نے اُس کو پکارا کہ آ
تا بہ بینی ایں علاماتِ بَلا
تاکہ تو مصیبت کی اِن علامتوں کو دیکھ لے

زود باش و باز گرد اے مردِ کار
جلدی کرو واپس آ، اے کام کے دھنی!
تا بہ بینی حالِ ایں جا زار زار
تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مَرد گشت اندیشہ ناک
جب اُس شخص نے سُنا فکر میں پڑ گیا
گفت با خود کشتہ گیر این جا مہ چاک
اپنے آپ سے بولا اِس مرتے کو مُردہ سمجھ

گفت باشد کاں طرف دُزدے بُوَد
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اُس طرف چور ہو
گر نہ گردم زود زاں برمن دَوَد
اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دیگا

بر[2] زن و فرزندِ من دستے زند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے
کُشتنِ ایں دُزد سودم کے کند
پھر مجھے اِس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دیگا؟

ایں مسلماں از کرم می خوانَدم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بُلاتا ہے
گر نگردم زود پیش آید نَدم
اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہوگا

بر امیدِ شفقتِ آں نیک خواہ
اُس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر
دُزد را بگذاشت باز آمد براہ
چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا

گفت[3] اے یارِ نکو احوال چیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟
ایں فغان و بانگِ تو از دستِ کیست
یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟

گفت اینک بیں نشانِ پائے دُزد
اُسنے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے
ایں طرف رفت ست دُزدِ زن بمُزد
بھڑوا، چور اِس طرف گیا ہے

نِک نشانِ پائے دُزدِ قلتباں
دَیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے
در پئے اُو رو بدیں نقش و نشاں
اِس علامت اور نشان کے ذریعہ اسکا پیچھا کر

[1] ایں۔ یعنی شیطان کا نماز کے لئے جگانا۔ وُثاق۔ گھر۔ تادرافگند۔ گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا۔ اندراں۔ اب اسقدر قریب ہوگیا تھا کہ ایک حملہ میں اُس چور کو پکڑ لے۔ بیا۔ یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا پکارا۔ گفت باخود۔ پکارنے والے چور کی آواز سُنکر دل میں کہنے لگا۔ کشتہ گیر۔ مُردہ سمجھ لے۔ جامہ چاک۔ مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا۔ آں طرف۔ جدھر سے آواز آئی ہے۔ برمن دود۔ مجھ پر حملہ کردے۔

[2] برزن۔ یعنی جس طرف وہ پکارنے والا پکار رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو جو بال بچوں پر حملہ کردے تو اُس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا ملیگا۔ ندم۔ یعنی بال بچوں سے غفلت برتنے کی ندامت۔ نیک خواہ یعنی پکارنے والا۔

[3] گفت۔ یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ گفت اینک۔ پکارنے والے نے کہا۔ زن بمزد۔ وہ شخص جو بیوی کی زنا کی کمائی کھائے۔ قلتبان۔ دَیوث۔ در پئے او یعنی چور کے پیچھے۔

گفت[1] اے اَبلہ چہ میگوئی مَرا — من گرفتہ بودم آخر دُزد را
اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟ — میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

دُزد را از بانگِ تو بگذاشتم — من تو خر را آدمی پنداشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا — میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

ایں چہ ژاژ است و چہ ہرزہ اے فلاں — من حقیقت یافتم چہ بُود نشاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے — میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

گفت من از حق نشانت میدہم — ایں نشانست از حقیقت آگہم
اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں — یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

گفت طرّاری تو یا خود اَبلہی — بلکہ تو دُزدی و زیں حال آگہی
اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے — بلکہ تو چور ہے اور اُس حالت سے واقف ہے

خصمِ[2] خود را می کشیدم مُو کشاں — تو رہانیدی وُرا کایں نک نشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا — تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

تو جہت گو من بروئم از جہات — در وصال آیات کُو یا بیّنات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں — وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

صُنع بیند مَردِ محجُوب از صفات — در صفات آنست کو گم کرد ذات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو — صفات میں وہ (مقید) ہے جسنے ذات کو گم کر دیا ہو

واصلاں چوں غرقِ ذات اند اے پسر — کے کنند اندر صفاتِ اُو نظر
اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں — وہ اُس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں!

چونکہ اندر قعرِ جُو باشد سَرت — کے برنگِ آب اُفتد منظرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو — پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟

ور[3] برنگِ آب باز آئی ز قعر — پس پلاسے بستدی دادی شعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آجائے — تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعتِ عامہ گناہِ خاصگاں — وصلتِ عامہ حجابِ خاص داں
عوام کی اطاعت خاصان (خدا) کا گناہ ہے — عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اُورا از وزارت معزول کرد و بُود و محتسبی داد

بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

[1] گفت اے ابلہ۔ مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ من تو خر را۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس۔ ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت یعنی اصل چور۔ نشان یعنی نشانِ قدم۔ طرّاری تو۔ جیب تراش ہے۔ دزدی۔ یعنی تو اُس چور کا شریکِ کار چور ہے۔
[2] خصم خود۔ مالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اُسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور وجوہ بتا رہا تھا۔ صُنع۔ سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے، پھر صفات کی پھر ذات کی، جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں لگا رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے اور جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہوجاتی ہے تو اسکو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں۔ چونکہ۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اسکے پیشِ نظر نہیں رہتا ہے۔
[3] ور برنگِ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہوجائے تو وہ ایک اونچے مرتبہ سے گر کر ادنیٰ مرتبہ میں آگیا۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعتِ عامہ۔ مشہور مقولہ ہے "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن" عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کیلئے بمنزلہ گناہ ہیں۔ مثلاً صفات کی تجلی تمام سالکوں کے اعتبار سے بھلائی ہو لیکن واصل بحق جسکو ذات کی تجلی حاصل ہو اگر اس مقام پر آجائے تو اسکا یہ تنزل ہے۔

گر وزیرے را کند شہ محتسبؔ[1] ... شہ عدوِ او بود نبود محب
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے ... تو بادشاہ اس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہوگا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر ... بے سبب نبود تغیر ناگزیر
اس وزیر نے کوئی خطا کی ہوگی ... لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اول محتسب بد خود ورا ... بخت و روزی آں بدست از ابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے ... وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی

لیک کاں اول وزیرِ شہ بدست ... محتسب کردن سبب فعلِ بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو ... (اس کو) کوتوال بنانا کسی بُرے کام کی وجہ سے ہے

چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند ... باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا ... پھر چوکھٹ کی طرف واپس کردیا

تو یقیںؔ[2] میداں کہ جرمے کردۂ ... جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو یقین کرلے تو نے کوئی غلطی کی ہے ... تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بدست ... پس چرا دی بود آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی ... تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمتِ خود خود بریدی تو ز جہل ... قسمتِ خود را فزاید مردِ اہل
تو نے نادانی سے اپنے حصہ کو خود منقطع کردیا ... لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے

یک مثالِ دیگر اندر کژروی ... شاید ار از نصِّ قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال ... مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

قصۂؔ[3] منافقان و مسجدِ ضرار ساختنِ ایشاں
منافقوں اور اُن کے مسجدِ ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازیٔ در جفت و طاق ... با نبی می باختند اہلِ نفاق
اسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں ... نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عزِ دینِ احمدیؐ ... مسجدے سازیم و بود آں مرتدی
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے ... ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُنکی) بے دینی تھی

ایں چنیں کژ بازیٔ می باختند ... مسجدے جز مسجدش می ساختند
اس طرح کی اُلٹی بازی انھوں نے کھیلی ... اُن کی مسجد کے علاوہ انھوں نے ایک مسجد بنائی

---

[1] محتسب۔ کوتوال۔ زانکہ۔ کسی کا ابتدا ز کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اُس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر آجانا سزا ہے۔ لیک۔ وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے۔ چوں ترا۔ آستانہ پر رہنا پیشی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔

[2] تو یقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محوّل کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اُس کا قصور ہوتا ہے ورنہ اُس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا۔ قسمتِ خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جدوجہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

[3] قصہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں بُرائی پوشیدہ ہوتی ہے اسی بات کو منافقوں کے مسجدِ ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اُس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجدِ ضرار۔ وہ مسجد جو منافقوں نے مسجدِ قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی۔ جفت۔ وہ عدد جو دو پر تقسیم ہو جائے۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر صحیح تقسیم نہ ہو۔ مجموعہ سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہلِ نفاق۔ عبداللہ ابن ابی اور اُنکے ساتھی۔ مرتدی۔ یعنی اُن کا فعل بے دینی۔

فرش و سقف و قبہ اش آراستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا
لیک تفریقِ جماعت[1] خواستہ
لیکن (انھوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزدِ پیغمبر بلابہ آمدند
خوشامد کرتے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے
ہمچو اشتر پیشِ او زانو زدند
اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسولِ حق برائے محسنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم
سُوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدامِ تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے
تا قیامت تازہ بادا نامِ تو
خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجدِ روزِ گل ست و روزِ ابر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے
مسجدِ روزِ ضرورت وقتِ صبر
(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کیلئے ہے

تا غریبے[2] یابد آنجا خیر و جا
تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پالے
تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے
زانکہ با یاراں شود خوش کارِ مُر
کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ
تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں
تزکیہ ما کُن زماں تعریف دہ
ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے
تو مہی ما شب دمے با ما بساز
ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسّم دن بن جائے
اے جمالت آفتابِ جاں فروز
اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا ہے

اے دریغا[3] کاں سخن از دل بُدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں
تا مُرادِ آں نفر حاصل شدے
تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں
جو لفظ بے دل اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہو
ہمچو سبزہ توں بُود اے دوستاں
اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم ز دُورش بنگر و اندر گذر
اس کو دُور سے دیکھ لے اور گزر جا
خوردن و بُوراں نشاید اے پسر
اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

[1] جماعت۔ یعنی صحابہؓ کی جماعت۔ لابہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد یعنی مسجدِ ضرار۔ اقدام۔ تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انھوں نے حضورؐ کو یہ دعا دی۔ مسجد روزِ گل۔ یعنی ہم نے یہ مسجد اسلئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کرینگے۔

[2] تا غریبے۔ اِس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اسمیں مسافر ٹھہر جایا کرینگے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائیگی۔ با یاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے۔ ہمارے اتباع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو جائے گا۔ تزکیہ۔ نبی کا نام لوگوں کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ تعریف۔ یعنی معرفتِ خداوندی کی باتیں۔ تو مہی۔ آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منوّر ہو جائیں گے۔

[3] اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب اُن کی جھوٹی باتیں تھیں اگر سچی ہوتیں تو اُن کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ خوش کُن جھوٹے الفاظ کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے — سبزہ توں۔ کوڑی یا گھوڑے کا سبزہ۔

سوئے لُطفِ[1] بے وفایاں ہیں مرو — کانِ پُل ویراں بود نیکو شنو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا — اچھی طرح سُن لے وہ ٹوٹے ہوئے پُل کی طرح ہے

گر قدم را جاہلے بر وے زند — بشکند پُل واں قدم را بشکند
اگر کوئی ناواقفیت سے اُس پر قدم رکھے گا — پُل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہر کجا لشکر شکستہ می شود — از دو سہ سُست و مخنّث می بود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے — تو (ایسا) دو تین سُست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید باسلاح[2] و مرد وار — دل برو بنہند کاینک یارِ غار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے — (لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

رُو بگرداند چو بیند زخمہا — رفتنِ اُو بشکند پُشتِ ترا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے — اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں[3] دراز ست و فراواں می شود — وانچہ مقصود ست پنہاں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے — اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السّلام را تا کہ بمسجدِ ضرار برند و

منافقوں کا پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بہکانا تاکہ مسجدِ ضرار میں لے جائیں اور

اظہار ناکردن مصطفیٰ مکر ایشاں را از کمالِ حلمِ خود

مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتہائی بُردباری کی وجہ سے اُنکے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا خواندند — رخشِ دستان و حیل می راندند
اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر انھوں نے بہت سے منتر — مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند — نُزلِ[4] خدمت سوئے حضرت راندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے — خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضورؐ کی جانب بڑھائی

آں رسولِ مہربان و رحم کیش — جز تبسم جز بلے ناورد پیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ — سوائے مسکراہٹ کے (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شکرہائے آں جماعت یاد کرد — در اجابت قاصداں را شاد کرد
اُس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا — قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکرِ ایشاں پیشِ او — یک بیک زانساں کہ اندر شیر مُو
آپ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا — فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

---

[1] لُطفِ بے وفایاں بے وفاؤں کی مہربانی پُرانے پُل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اس پر سے گزرتا ہے تو پُل بھی بیٹھ جاتا ہے اور وہ پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہر کجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[2] سِلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتنِ او۔ ایک بزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصّے۔ مقصود۔ یعنی مسجدِ ضرار کا قصہ۔ فسوں۔ افسوں، منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا، گھوڑا۔ حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔

[4] نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ کیش۔ شیوہ، عادت۔ بلیٰ۔ ہاں، کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافتِ نفس کی وجہ سے اُس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

موی را نادیدہ میکرد آں لطیف[۱] — شیر را شاباش می گفت آں ظریف

وہ مہربان، بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے — وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے

صد ہزاراں موی مکر و دمدمہ — چشم خوابانید آں دم از ہمہ

مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے — اُس وقت انھوں نے سب سے آنکھ بند کر لی

راست می فرمود آں بحرِ کرم — بر شما من از شما مشفق ترم

اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے — میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

من نشستہ بر کنارِ آتشے — با فروغ و شعلہ بس ناخوشے

میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں — جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں — ہر دو دستِ من شدہ پروانہ راں

تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو — میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بنگئے ہیں

چوں[۲] براں شد تا رواں گردد رسول — غیرتِ حق بانگ زد مشنو زغول

جب معاملہ یہاں پہنچا کر رسول مسجد ضرار کی طرف روانہ ہوں — اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی چھلاوے کی آواز نہ سنو

کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند — جملہ مقلوب ست آنچہ آوردہ اند

کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے — جو انھوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ روئی نبود — خیر دیں کے جُست ترسا و یہود

اُن کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا — عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی؟

مسجدے بر جسرِ دوزخ ساختند — با خدا نردِ دغا ہا باختند

اُنھوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے — اُنھوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

قصدِ شاں تفریقِ اصحابِ رسول — فضلِ حق را کے شناسد ہر فضول

انکا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ — کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

تا جہودے[۳] را ز شام اینجا کشند — کہ بوعظِ اُو جہوداں سرخوش اند

ڈالنا ہے، تاکہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں — جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں

گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما — بر سرِ راہیم و بر عزمِ غزا

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم — سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں — سوئے آں مسجد رواں گردم رواں

جب میں سفر سے واپس آجاؤں گا، تب — اُس مسجد کی طرف چلوں گا

۱؎ لطیف ۔ مہربان ۔ ظریف ۔ دانا، خوش مزاج ۔ چشم خوابانیدن ۔ چشم پوشی کرنا ۔ بحرِ کرم ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ من نشستہ ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی پتنگے اُس میں آکر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اُن کو روکتا ہے ۔

۲؎ چوں براں شد ۔ آنحضورؐ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن بعد وحی کے ذریعہ ممانعت اور اُن منافقوں کے احوال سے آنحضورؐ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل گئی ہے ۔ غول ۔ چھلاوا، جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے ۔ مقلوب ۔ جیسا کہ اُن منافقوں نے ظاہر کیا ہے انکے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ اُن کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے ۔

۳؎ تا جہودے ۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اُس کو راہب کہا جاتا ہے ۔ وہ ابتداءً آنحضورؐ کی اُن پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضورؐ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اُس نے آنحضورؐ کی مخالفت شروع کر دی تھی ۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کیخلاف سازشیں کرتا رہتا تھا ۔ عزم غزا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہونیوالے تھے ۔

دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت
اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے

با دغایاں از دغا نردے بباخت
دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا[1] باز آمدند
جب (رسول) غزوے سے آئے وہ پھر آئے

چنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حقش کاے پیمبر فاش گو
اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبر صاف صاف کہدیجئے

عذر آور، جنگ باشد باش گو
(جانیے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت اے قومِ دغل خامش کنید
(پیغمبر نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو

تا نگویم رازہا تاں تن زنید
خاموش ہو جاؤ، تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون و دشمنید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو

من نخواہم آمد از من بگذرید
میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

چوں[2] نشانِ چند از اسرارِ شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان

در بیاں آورد بد شد کارِ شاں
بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں زو باز گشتند آں زماں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت

حاش للہ حاش للہ دم زناں
خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ق

ہر منافق مصحفے زیرِ بغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر

سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے

زانکہ سوگند آں کژاں را سنتے ست
اس لئے کہ قسم کھانا اُن کجوں کی عادت ہے

چوں[3] ندارد مردِ کژ در دیں وفا
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں کرتا ہے

ہر زمانے بشکند سوگند را
ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجتِ سوگند نیست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے

زانکہ ایشاں را دو چشمِ روشنے ست
اس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقضِ میثاق و عہود از احمقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے

حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست
قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبر کہ سوگندِ شما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم

راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا
سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

---

۱ غزا: یعنی غزوۂ تبوک۔ گفت۔ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اُنسے صاف انکار کردو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ خامش۔ آنحضورؐ نے منافقوں سے فرمایا چپ ہو ورنہ تمہاری دیگر جلسازشیں کھول دونگا۔

۲ چوں نشان۔ صحابہ کو آگاہ کرنے کیلئے اُن کی چند سازشیں ذکر فرمادیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضورؐ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہوکر اس وقت تو واپس ہوگئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لیکر آنحضورؐ کے پاس آئے۔ کایمان جنتے۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ کژاں۔ کج فطرت جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔

۳ چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دو چشم۔ یعنی وہ بدعہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغام خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔

باز[۱] سوگندِ دگر خوردندِ قوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی
مُصحف اندر دست و برلب مُہرِ صوم
ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مُہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم
کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندرینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے
قصدِ ما زاں صدق و ذکر و یاربیست
اُس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے

گفت پیغمبر کہ آوازِ خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز
می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

مُہر بر گوشِ شما بنہاد حق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مُہر لگا دی ہے
تا بآوازِ خُدا نارد سبق
تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریح آوازِ حق می آیدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے
ہمچو صاف از دُرد می پالایدم
جو مصفّیٰ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیمؑ[۲] اللہ کز سوئے درخت
جس طرح (موسیٰؑ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے
بانگِ حق بشنید کاے مسعود بخت
اللہ (تعالیٰ) کی آواز سُنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت اِنّی اَنَا اللہ می شنید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سُنتے تھے
با کلامِ انوار می آمد پدید
کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے

چوں ز نورِ وحی وا می ماندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آجاتے
باز نو سوگندہا می خواندند
پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوں[۳] خدا سوگند را خواندہ سپر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے
کے نہد اسپر ز کف پیکارگر
جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبر بہ تکذیبِ صریح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے
قَدْ کَذَبْتُمْ گفت با ایشاں فصیح
صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدنِ یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت
صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرتِ رسالت رسول

رسولؐ چرا ستاری نمیکند
پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

---

[۱] باز سوگند۔ یعنی انھوں نے ہاتھ میں قرآن لیکر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ کہ بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔ یاربیست۔ یعنی یارَبْ یارَبْ کہنا ہے۔ آوازِ خدا۔ یعنی لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا۔ یعنی اِس مسجدِ ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔ مُہر بر گوش۔ قرآن پاک میں ہے خدا نے ان منافقین کے کانوں اور دلوں پر مُہریں لگا دی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ شراب۔

[۲] کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور پر ایک درخت سے آواز آئی تھی اِنِّیْ اَنَا اللہُ۔ چوں ز نور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضورؐ تکذیب پر مُصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔

[۳] چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے۔ ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی نا امیدی کے باوجود قسمیں کھاتے تھے۔

تا یکے یارے ز یارانِ رسول — در دلش انکار آمد زاں نکول[۱]
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے — دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا

کاینچنیں پیرانِ باشیب و وقار — می کنند شاں ایں پیمبر شرمسار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو — یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا — صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟ — انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

باز در دل زود استغفار کرد — تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی — تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ نہ ہو

لیک آں نقشِ کجش از دل نرفت — مہرِ بد از طبع بے حاصل نرفت
لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا — دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق — کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے — مومن کو اُن (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنا دیا

باز[۲] می زارید کاے علامِ سر — مر مرا مگذار بر کفراں مُصر
انھوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے — مجھے کفر پر مُصر نہ رکھ

دل بدستم نیست ہمچو دیدِ چشم — ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے — ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا

اندریں اندیشہ خوابش در ربود — مسجدِ ایشانش پُر سرگیں نمود
اس فکر میں اُن کو نیند آگئی — اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ — می دمید از سنگہا دودِ سیاہ
اُس کے پتھر ناپاکی میں بُری جگہ (تھے) — اُس کے پتھروں سے کالا دھواں اُٹھ رہا تھا

دود در حلقش[۳] شد و حلقش بخست — از نہیبِ دودِ تلخ از خواب جست
دھواں اُنکے حلق میں گھسا اور اُنکے حلق کو خستہ کر دیا — کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

در زماں در رو فتاد و می گریست — کاے خدا اینہا نشانِ منکریست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے — اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں

خلم بہتر از چنیں حلم اے خدا — کو کند از نورِ ایمانم جدا
اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا — جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جدا کر رہا ہے

---

۱ انکار، شبہ، وسوسہ۔ نکول۔ قسم کھانے سے انکار کرنا یہاں قسم کو قبول نہ کرنا مراد ہے۔ شیب۔ بڑھاپا۔ کو کرم۔ اس صحابی نے آنحضورؐ کی جانب سے منافقوں کی تکذیب کو کرم اور ستر پوشی اور حیا کے خلاف سمجھا۔ روئے زرد۔ یعنی خدا کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ مہرِ بد یعنی بُروں کی محبت جو اُن صحابی کے دل میں منافقوں کی محبت سے پیدا ہوئی۔ بے حاصل بے نتیجہ یعنی یہ محبت اپنا رنگ لا کر رہی اور باوجود استغفار کے اُس وسوسہ کا ازالہ نہ ہوا۔ شومی۔ یہ محبت کا نتیجہ اور حاصل ہوا۔

۲ باز۔ وہ صحابی۔ کفراں یعنی آنحضورؐ سے متعلق وسوسہ۔ ہمچو نظر۔ انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ نمود۔ اُن صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجدِ ضرار نجاست سے پُر ہے۔ سنگہاش۔ اس مسجدِ ضرار کے پتھر۔ حدث۔ پلیدی۔

۳ حلقش یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق۔ نہیب۔ خوف۔ در زماں۔ چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب اُنکے لئے تازیانہ ہے۔ خلم۔ ناک کی رِزِش یعنی نفرت یعنی آنحضورؐ نے جس غصہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا بنسبت اُس حلم کے جسکو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اُسکو بہتر سمجھنے کی بدولت نورِ ایمان سے محروم ہو رہا ہوں۔

گر بکاوی کوشش اہلِ[1] مجاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کریگا
تو بتو گندہ بُوَد ہمچوں پیاز
تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہوگی

ہر یکے از یکد گر بے مغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہوگی
صادقاں را یک زدیگر نغز تر
سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہوگی

صد کمر بستہ بکر آں قومِ سست
اُس سست قوم نے مکاری پر سَو طرح سے کمر باندھ رکھی تھی
از نفاق و زرق و دینِ نادرست
نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا
وہ قوم سَو طرح سے قبا پر کمر کسے ہوئی تھی
بہرِ ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا
قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

ہمچو آں اصحابِ فیل اندر حبش
اُن ہاتھی والوں کی طرح جنھوں نے حبشہ میں
کعبہ کردند و حق آتش زد ش
کعبہ بنایا اور اللہ نے اُس میں آگ لگادی

قصدِ خانہ کعبہ کردند ز انتقام
بدلہ لینے کے لئے اُنھوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا
حالِ شاں چوں شد فرو خواں از کلام
اُن کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مر سیہ رویانِ دیں را خود جہیز
دین کے رُوسیاہوں کا سامان
نیست الّا حیلت و مکر و ستیز
حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی[2] دید زاں مسجد عیاں
ہر صحابی نے اُس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں
واقعہ، تا شد یقینِ شاں سرِّ آں
واقعہ، یہاں تک کہ اُن کو اصلیت کا یقین آگیا

واقعات ار باز گویم یک بیک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں
پس یقیں گردد صفا بر اہلِ شک
تو شکّی لوگوں کو صاف یقین ہوجائے

لیک می ترسم ز کشفِ رازِ شاں
لیکن اُن کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں
نازنینانند و زیبد ناز شاں
وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں اُنکو ناز کرنا زیب دیتا ہے

شرع[3] بے تقلید می پذرفتہ اند
اُنھوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے
بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
بغیر کسوٹی کے اِس نقد کو لیا ہے

حکمتِ قرآں چو ضالہ مؤمن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے
ہر کسے از ضالۂ خود مؤقن ست
ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آجاتا ہے

---

[1] اہلِ مجاز۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں اُن کے اعمال کی ہر تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہوگی۔ صدکمر یعنی یہ منافقین مسجدِ قبا کو تباہ کرنے کی سَو سَو چالیں چل رہے تھے قبا۔ تماف۔ کے فتحہ کے ساتھ، مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضورؐ ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے اور وہاں وہ مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے۔ ہمچو اُن منافقوں کا مسجدِ قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا کعبہ کردند۔ کیونکہ کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعاء میں ایک کعبہ بنایا گیا حبشہ میں نہیں بنایا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرمادیا ہے کہ یمن اس دور میں شاہِ حبشہ کے ماتحت تھا۔ آتش۔ حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اُس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کردیا تھا کلام۔ سورۂ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے۔

[2] ہر صحابی۔ جس طرح سے یہ صحابی آنحضورؐ کے اس معاملہ میں مشکوک تھے بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہوتے تھے اُن سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ نازنینانند۔ صحابہ کی جماعت نازپروردہ تھی اِس طرح کا ناز اُن کو زیبا تھا۔

[3] شرع۔ صحابہ اصلی مسلمان تھے نسلی نہ تھے۔ بے محک۔ ثبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے حکمتِ قرآن۔ قرآنی احکام اُن کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے۔

قصۂ[1] آں شخص کہ اشتر ضالۂ خود را می جست و نشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چست — چوں بیابی چوں ندانی کاں تست

تو نے اونٹ گم کیا اور اس کو چستی سے ڈھونڈا — جب تو اسے پائیگا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردہ — از کفت بگریختہ در پردہ

گم شدہ چیز کیا تھی، گم شدہ اونٹنی — جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

آمدہ در بار کردن کارواں — اشترِ تو زاں میاں گشتہ نہاں

قافلہ لادنے کے لئے آیا — تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا

کارواں در بار کردن آمدہ — اشتر تو زاں میانہ گم شدہ

قافلہ لادنے کے لئے آیا — تیرا اونٹ اس درمیان میں گم ہوگیا

می دوی ایں سو و آں سو خشک لب — کارواں دور شد و نزدیکست شب

تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے — قافلہ دور ہوگیا اور رات نزدیک ہے

رخت ماندہ بر زمیں در راہِ خوف — تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف

خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے — تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے

کاے[2] مسلماناں کہ دیدست اشترے — جستہ بیروں بامداد از آخرے

کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے — جو صبح کو چرے سے نکل بھاگا ہے

ہر کہ بر گوید نشان از اشترم — مژدگانی می دہم چندیں درم

جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا — میں اس کو اتنے درہم انعام میں دونگا

باز می جوئی نشاں از ہر کسے — ریشخندت می کنند زیں ہر خسے

پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے — اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اڑاتا ہے

کاشترے دیدم می رفت ایں طرف — اشترے سرخے بسوئے آں علف

کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو ادھر جا رہا تھا — ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب

آں[3] یکے گوید بریدہ گوش بود — واں دگر گوید جلش منقوش بود

ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا — دوسرا کہتا ہے اُس کی جھول منقش تھی

آں یکے گوید شتر یک چشم بود — واں دگر گوید ز گر بے پشم بود

ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا — دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا

---

[1] قصہ۔ اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنی گم شدہ چیز کو بلا تامل پہچان جاتا ہے۔ آں تست۔ تیری ملکیت ہے۔ ضالہ۔ یہاں گم شدہ چیز اونٹ سمجھ لو۔ کارواں۔ یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آگئی۔ راہِ خوف یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو اور پریشانی کا باعث تھا۔

[2] کاے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخر۔ چرہ جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریشخند۔ مذاق اڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

[3] آں یکے۔ لوگ اس گم شدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ جلش۔ اس کی جھول۔ منقوش۔ کڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ گر۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اون۔

ازبرائے مژدگانی صد نشاں — از گزافہ[1] ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں — گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں

اے دل ایں اسرار را در گوش کن — قسمِ تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! اِن رازوں کو سُن لے — اگر تیری قسمت میں ہو اِس سے خوشگوار غذا حاصل کرے

ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت — می کند موصوفِ غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خداشناسی میں — غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

متردد شدن درمیانِ مذاہبِ مختلفہ و بیرون شدن و مخلصی یافتن
مختلف مذاہبوں میں متردد ہونا اور اُن سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[2] از نوعِ دیگر کردہ شرح — باحثے مر گفت اُو را کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اُس کی بحث پر جرح کی

صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زرق جانے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں

ہر یکے زیں رہ ایں نشانہا زاں دہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک طریقے سے اسلئے علامتیں بتاتا ہے — تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اِسی راہ کا ہے

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں

زانکہ[3] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
اِس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی اُمید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقدِ رواں — قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں صحیح سکہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟

تا نباشد راست کے باشد دروغ — آں دروغ از راست می گیرد فروغ
جب تک صحیح نہ ہو جھوٹ کب ہوگا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے

بر امیدِ راست کژ را می خرند — زہر در قندے رود آنگہ خورند
سیدھے کی اُمید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں

گر نباشد گندمِ محبوب نوش — چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

---

[1] گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبولِ حق کی استعداد ہوتی ہو وہی حق کو قبول کرتا ہے۔ معرفت۔ پہچان یعنی خدا کی پہچان۔ موصوفِ غیبی۔ وہ ذاتِ حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اُس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

[2] فلسفی۔ صفاتِ باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذاتِ باری ذاتِ خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔ باحث۔ یعنی متکلم، متکلمین صفاتِ باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ یدٌ، وجہٌ، وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ واں دگر یعنی محقق صوفیا جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں یعنی جو عرفان کے محض مدعی ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِن گروہوں کی نہ سب باتیں صحیح ہیں نہ سب باتیں غلط ہیں کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں۔

[3] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اِس کی بیان فرمائی ہیں قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تا نباشد۔ جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے۔ بر امیدے۔ اگر کجی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کجی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے۔

پس مگو ایں جملہ دیںہا[۱] باطل اند — باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں — باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال — بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے — دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

حق شبِ قدر ست در شبہا نہاں — تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق، شبِ قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے — تاکہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں — نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شبِ قدر نہیں ہیں — نہ سب راتیں اُس سے خالی ہیں

در میانِ دلق پوشاں یک فقیر — امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے — آزمالے، جو حق ہے اُس کو اختیار کرلے

مومنِ کیّس ممیّز کو کہ تا — باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنیوالا کہاں ہے؟ تاکہ — شاہ کو گدا سے ممتاز کرلے

گر نہ معیوبات[۲] باشد در جہاں — تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں — سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کالہ شناسی سخت سہل — چونکہ عیبے نیست چہ نااہل و اہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو — جب کوئی عیب نہیں ہے پھر کیا اہل کیا نااہل

ور ہمہ عیب ست دانش سود نیست — چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے — جب سب لکڑیاں ہیں تو اُس جگہ اگر ہے ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست — وانکہ گوید جملہ باطل اُو شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں، بیوقوفی ہے — جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجرانِ انبیاء کردند سود — تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کمایا — رنگ و بو کے تاجر، اندھے اور بہرے ہیں

می نماید[۳] مار اندر چشم مال — ہر دو چشمِ خویش را نیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے — اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے

منگر اندر غبطۂ ایں بیع و سود — بنگر اندر خسرِ فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیشِ نظر نہ رکھ — فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

[۱] جملہ دینہا۔ یہی حال مذاہب کا ہے کہ اُس میں بھی حق و باطل ملا جلا ہے۔ پس مگو۔ ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ حق شبِ قدر۔ حق، باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شبِ قدر دوسری راتوں میں۔ تا کند۔ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اُس کی تلاش جاری رہے۔ درمیانِ دلق۔ بصنوعی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومنِ کیّس عقلمند مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اُن میں سے اُس کی جستجو کرے۔

[۲] گر نہ معیوبات۔ اگر سب سودے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ور ہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے۔ اُس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے۔ شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔ تاجرانِ انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمالِ حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو یعنی دنیاوی فائدے۔

[۳] می نماید۔ دنیا دار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع نقصان پر غبطہ نہ کر۔ فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا اُن کا حشر دیکھ لو۔

امتحاں کردنِ[1] ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرّے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرّر کُن نظر — زانکہ حق فرمود ثُمَّ ارْجِعِ بَصَر
اس آسمان پر مکرّر نظر ڈال — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، پھر نگاہ لوٹا

یک نظر قانع مشو زیں سَقفِ نور — بارہا بنگر بہ بیں هَلْ مِنْ[2] فُطُور
نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن — بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

چونکہ گفت ست کاندریں سَقفِ نِکو — بارہا بنگر چو مردِ عیب جُو
چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اچھی چھت میں — عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

پس زمینِ تیرہ را دانی کہ چند — دیدن و تمییز باید در پسند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کسقدر — دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تا بپالائیم صافاں را ز دُرد — چند باید عقلِ ما را رنج بُرد
تاکہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کر لیں — ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہیے؟

امتحانہائے[3] زمستان و خزاں — تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں — گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

بادہا و ابرہا و برقہا — تا پدید آرد عوارض فرقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں زمین پر یہ ساری آزمائشیں (اسلئے ہیں) — تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں

تا بروں آرد زمینِ خاک رنگ — ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ
تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے — جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

ہر چہ دُزدید ست ایں خاکِ دژم — از خزانہ حق و دریائے کرم
اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو — آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتا دے — اے حیلہ جو! جو کچھ تو نے چرایا ہے اسکی تشریح کر دے

تا میانِ قہر و لطف آں خُفیہا — ظاہر آید ز آتشِ خوف و رِجا
تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں — خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں

امتحانات سے گذار کر چھپی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تاکہ وہ اقرار کرے اور راز بتا دے۔

[1] امتحان کردن: چونکہ دنیا میں نہ خیرِ محض ہے نہ شرِ محض لہٰذا ہر چیز پر غور کر لینا چاہیے حق فرمود۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کھسیانی ہو کر تھکی ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔

[2] هَلْ مِنْ فُطُور۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ نظر کو لوٹا کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ۔ جب اللہ (تعالیٰ) نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اسکو پسند ہوگا۔ تا بپالائیم۔ خارجی چیزوں میں غور و فکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

[3] امتحانہائے: تکوینیات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تاکہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہو جائے۔ تا بروں۔ ان ہی آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل و سنگ اگلتی ہے اور لعل و سنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ ہر چہ۔ لعل و سنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو۔ یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کرا لیتے ہیں۔ تا میاں۔ زمین کو گرم و سرد

آں بہاراں[1] لطفِ شحنۂ کبریاست
واں خزاں تخویف و تہدیدِ خداست
موسمِ بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے
اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے

واں زمستاں چار میخِ معنوی
تا تو اے دزدِ خفی ظاہر شوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے
تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بسطِ دل
یک زمانے قبض و درد و غش و غل
تو مجاہدہ کرنے والے کیلئے کسی وقت دل کا انبساط
کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گل کابدانِ ماست
منکر و دزدِ ضیائے جانہاست
اسلئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں
ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالیٰ[2] گرم و سرد و رنج و درد
بر تنِ ما می نہد اے شیر مرد
اللہ تعالیٰ، گرم اور سرد اور رنج اور درد
اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع و نقصِ اموال و بدن
جملہ بہرِ نقدِ جاں ظاہر شدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ
سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیختست
بہرِ ایں نیک و بدے کامیختست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں
کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے امیختند
نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کردی ہے
کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس محک[3] می بایدش بگزیدۂ
در حقائق امتحانہا دیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے
جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق ایں تزویرہا
تا بود دستورِ ایں تدبیرہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے
تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیر اعظم بن جائے

شیر دہ[4] اے مادرِ موسیٰ ورا
واندر آب افگن میندیش از بلا
اے موسیٰ کی ماں! اُس کو دودھ پلا
اور دریا میں ڈال دے، مصیبت کی فکر نہ کر

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد
ہمچو موسیٰ شیر را تمییز کرد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا
اُس نے موسیٰؑ کی طرح دودھ کو پہچان لیا

خود بر تو ایں حکایت روشن است
کہ غرض نے ایں حکایت گفتن است
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے
کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

1. بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ تو کوتوال کا مہر ہے۔ زمستان۔ زمین کیلئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے چاروں ہاتھ پیر چار میخوں سے کس دیئے جاتے تھے۔ پس مجاہد۔ مجاہدہ کرنیوالے پر جو بھی بری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اسی لئے ہیں کہ جسم نے جو بمنزلہ زمین کے ہے روح کا نور چرا رکھا ہے۔
2. حق تعالےٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف سختیاں ہوتی ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔ جوع۔ بھوک۔ نقص اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجام بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ چرمداں۔ چمڑے کا تھیلا۔
3. پس محک۔ مولانا نے اچھے برے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعہ اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستورِ اعظم بنایا جائے۔ شیر دہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے فطرت سلیمہ کی ضرورت ہے۔ سلیم فطرت والا عہد الست سے اس ذوق سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہو گا وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔
4. حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو دودھ پلا کر اور صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈالنے

[illegible] اس لئے ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کے ذائقہ سے واقف ہو جائیں جب دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے آئیں تو ماں کے دودھ کو پہچان لیں۔

گر تو بر تمییز طفلت مولعی ۱ — ایں زماں یا اُمِّ موسیٰ ارضعی

اگر تو اپنے بچّہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے — اب اے موسیٰ ع کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعم شیر مادرش — تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش

تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے — تاکہ بُری دایہ کے سامنے اُس کا سَر نہ جھکے

شرح فائدۂ حکایتِ آں شخصِ شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنیوالے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اشترے گم کردۂ اے معتمد — ہر کس از اشتر نشانت می دہد

اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے — ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست — لیک دانی کایں نشانیہا خطاست

تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے — لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشتر گم نہ کرد ۲ او از مِرے — ہمچو آں گم کردہ جوید اشترے

جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے — اونٹ گم کرنیوالے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام — ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام

کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے — جو اُس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کند — بہرِ طمعِ اشتر ایں بازی کند

تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے — اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

او نشانِ کژ ۳ نہ بشناسد ز راست — لیک گفتت آں مقلد را عصاست

وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے — لیکن تیری گفتگو اُس مقلد کی لاٹھی ہے

ہر چرا گوئی خطا بود آں نشاں — او بتقلیدِ تو می گوید ہماں

جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے — وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

چوں نشانِ راست گویند و شبیہ — پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ

جب وہ سچّی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں — تو تجھے یقین آجاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود — مظہرِ حسّ چو گنجورت شود

(وہ علامت) تیری فکرمند جاں کی شفا بنجاتی ہے — تیرے خزانچی جیسے حسّ کو ظاہر کرنیوالی بنجاتی ہے

---

۱ گر تو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچّہ میں بھی دودھوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اُسکو پہلے سے دودھ پلا دے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کرلے اور شیخِ کامل اور شیخِ ناقص کو سمجھ سکے۔ اشترے گم کردہ۔ تلاشِ حق میں جب انسان نکلتا ہے تو مختلف لوگوں سے اُس کو واسطہ پڑتا ہے بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط اگر انسان میں فطرتِ سلیمہ ہے اور اُس میں عہدِ الست کی بو ہے تو وہ اُن لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کر لیتا ہے اللہ صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

۲ اشتر گم نہ کرد۔ بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی تو دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے مدعی بن جاتے ہیں اور طالب کے حصّہ میں سے حصّہ بٹانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی۔ یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔

۳ او نشانِ کژ۔ اگر کوئی شخص کو اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو وہ غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کر سکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔ چوں نشانِ است۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہو بتانے والا جب اُس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اُس کو یقین آجاتا ہے اور یہ نشانیاں اُس کی خوشی کا سبب بنجاتی ہیں اور اُس کے بیان کو بلاغِ مبین قرار دیتا ہے اور اُس کو اپنا پیشرو بناتا ہے۔

رنگِ روئے و قوتِ بازو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہوجاتی ہے
خلق[1] و خُلقِ یکتوات صد تو شود
تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سَو گنا ہوجاتا ہے

چشمِ تو روشن شود پایت دواں
تیری آنکھ روشن ہوجاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں
جسمِ تو جاں گردد و جانت رواں
تیرا جسم روح (حیوانی) بنجاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) روح (انسانی) بنجاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا
ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فِیهِ آیاتٌ ثِقاتٌ بَیِّناتٌ
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں
ایں براتے باشد و قدر و نجات
یہ دستاویز ہیں اور (قابلِ) قدر ہیں اور ذریعۂ نجات ہیں

ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو
جب اُس نے یہ علامت بتادی تو کہیگا آگے چل
وقتِ آہنگ ست پیش آہنگ شو
(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا
بوئے بُردی زاشترم بنما کہ کو
تو نے میرے اونٹ کا سُراغ پالیا، دکھا وہ کہاں ہے؟

پیش[2] آں کس کہ نہ صاحب اشتریست
اُس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے
کو دریں جستِ شتر بہر مریست
جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے

زیں نشانِ راست نفزودش یقیں
اِس سچی علامت نے اُسکے یقین میں اضافہ نہیں کیا
جز ز عکسِ ناقہ جوئے راستیں
واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

بوئے[3] بُرد از جد و گرمیہائے او
اُس کی کوشش اور اُس کی سرگرمیوں سے اسکو پتہ لگا
کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
کہ اُس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق ولے
اس اونٹ میں اُس کا کوئی حق نہ تھا لیکن
اشترے گم کردہ است او ہم بلے
اُس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

طمعِ ناقہ غیر روپوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اُسکے جہو کا پردہ بنگیا
آنچہ زو گم شد فراموشش شدہ
جو اُس کا کھویا گیا ہے اسکو اس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا او می دَوَد ایں ہم دَوَد
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے
از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے با صادقے چوں شد رواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے
آں دروغش راستی شد ناگہاں
اُس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہوجاتا ہے

[1] خلق و خُلق۔ یعنی اُس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانیوالے سے کہتا ہے۔ بلاغِ مبین۔ واضح پیام۔ برات۔ شاہی حکم، دستاویز۔ ایں نشاں۔ تو نے جبکہ صحیح علامتیں بتادی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اُس کو پکڑوادے۔

[2] پیشِ آں کس۔ جو اُس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کیلئے تلاش کا مدّعی بن گیا ہے اُسکے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہیں۔ جز زعکس۔ یہ مدّعی تو حقیقی طالب کی نقلیں اُتار رہا ہے۔

[3] بوئے برد۔ اِس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر۔ حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا اُس نقال کا اُس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا۔ اُس اونٹ کے لالچ میں اُس نے اُس کو فراموش کر رکھا تھا۔ کاذبے۔ صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اُس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آجاتی ہے اور وہ اُس کو حاصل کرلیتا ہے۔

اندراں[۱] صحرا کہ آں اشتر شتافت — اشترِ خود نیز آں دیگر بیافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا — اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش — بے طمع شد زاشترِ آں یارِ بیش
جب اُسنے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آگیا — (اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا

آں مُقلِد شُد مُحقِق چوں بدید — اشترِ خود را کہ آنجا می چرید
وہ مُقلِد مُحقِق بن گیا جب اُس نے دیکھا — اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت — می بجُستش تا ندید او را بدشت
وہ اسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا — جب تک اُسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں نہ تھا

بعد ازاں تنہاروی آغاز کرد — چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اُس کے بعد اُس نے تنہاروی شروع کر دی — اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا

گفت[۲] آں صادق مرا بگذاشتی — تا بہ اکنوں پاسِ من می داشتی
سچے نے اُس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا — اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام — وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا — لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من — در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں — طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تو می دُزدیدمے وصفِ شتر — جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا — میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا

تا نیابیدم[۳] نہ بودم طالبش — مِس کنوں مغلوب شد زر غالبش
جب تک میں نے اسکو نہ پایا تھا میں اسکا طلبگار نہ تھا — تانبا اب مغلوب ہو گیا اُس پر سونا غالب آگیا

سیئاتم شد ہمہ طاعات شُکر — ہزل شُد فانی و جد اثبات شُکر
(خدا کا) شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں — شکر ہے، مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آگئی

سیئاتم چوں وسیلت شد بحق — پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
میری بُرائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں — تو میری بُرائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود — مر مرا جد و طلب صدقے کشود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا — میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی

---

[۱] اندراں صحرا۔ طالبِ حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا اُس نقل کو بھی اُسکا فراموش شدہ مطلوب مل گیا۔ چوں بدیدش۔ نقال میں اب اخلاص پیدا ہو گیا۔ اور اپنی گم شدہ چیز کے حصول کے درپے ہو گیا۔ آں لحظہ۔ طالبِ حقیقی تو فطری صلاحیت کی بناء پر کامیاب ہوا اور یہ اُس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔ بعد ازاں۔ پہلے اُس کی نقلی طلب تھی اب حقیقی طلب ہو گئی۔

[۲] گفت۔ اب یہ نقلی بھی حقیقی طالب بنکر اپنے راستے پر لگ گیا۔ فسوسی۔ استہزاء، نفاق، بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے۔ ہمدردِ تو۔ اب میں حقیقی معنی میں تیرا بھائی اور ہمدرد ہوں۔ جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مطلوب کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے استغنا پیدا ہو گیا۔

[۳] تا نیابیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اُس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا اب نقلی طلب ختم ہو گئی ہے اور حقیقی طلب غالب آگئی ہے۔ سیئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہو گئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مر ترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنایا تھا میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔

صدقِ[1] تو آورد در جُستن تُرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا
جُستنم آورد در صدقے مَرا
میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخمِ دولت در زمیں می کاشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا
سخرہ و بیکار می پنداشتم
(جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بُد بیکار کسبے بُد درست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی
ہر یکے دانہ کہ کِشتم صد برست
میں نے جو ایک دانہ بویا سَو اُگے

دُزد سُوئے خانہ شد زیر دست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا
چوں در آمد دید کاں خانہ خودست
جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم[2] باش اے سرد تا گرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو
با درشتی ساز تا نرمی رسد
سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر نیست آں یک اشترست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے
تنگ آمد لفظ معنیٰ بس پُرست
الفاظ تنگ ہیں، معنیٰ بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنیٰ ہمیشہ نارساں
لفظ معنیٰ (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں
زاں پیمبر گفت قَدْ كَلَّ اللِّسَانْ
اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آگئی

نطق اُصطرلاب باشد در حساب
حساب کرنے میں لفظ، اصطرلاب ہیں
چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ[3] چرخے کایں فلک زو پرہ ایست
خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اسکا ایک تنکا ہے
آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
(یہ) سورج اُس (ملک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

دربیانِ آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجدِ ضرارست

اِس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجدِ ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود
جب ظاہر ہوگیا کہ وہ مسجد نہ تھی
خانۂ حیلت بُد و دامِ جہود
مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

---

[3] خاصہ۔ جبکہ نطق اور لفظ بمنزلہ اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو اسی طرح الفاظ عالمِ غیب کے اِس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کرسکتے ہیں جس کے بالمقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجدِ ضرار حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکہ ہے تو آنحضورؐ نے اُس کو گرواکر کوڑی میں تبدیل کرادیا۔

[1] صدق۔ تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طالب صادق بنادیا۔ تخمِ دولت۔ طلب اور جستجو تو تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اسکو کارآمد بنادیا اور اسکے بہترین نتائج سامنے آگئے۔ زیر دست۔ مغلوب، مخفی، غلط کار بھی بسا اوقات صحیح مقصد حاصل کرلیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہوجاتا ہے۔

[2] گرم باش۔ انسان کو جدوجہد کرنی چاہیئے اور مصائب برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔ آں دو اشتر۔ مدعی اور طالب کیلئے دو اونٹ بتائے گئے تھے۔ یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں واصل بحق ہوئے اور ذاتِ حق واحد ہے۔ قَدْ كَلَّ اللِّسَانْ۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ۔ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اسی طرح الفاظ کا حال ہے۔

پس نبی فرمود کاں را بر کنند — مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند

تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اُسکو اُکھاڑ دیں — کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحبِ[۱] مسجد چو مسجد قلب بُود — دانہا بر دام ریزی نیست جُود

مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا — تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شستِ تو ماہی رباست — آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست

وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اُچکنے والا ہے — ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجدِ اہلِ قبا کاں بُد جماد[۲] — آنچہ کفوِ آں نہ بُد راہش نہ داد

قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی — جو (مسجد) اُسکے ہم جنس نہ تھی اُسنے اُسکو راستہ نہ دیا

در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت — زد دراں ناکفو میرِ داد نفت

جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا — اُس غیر جنس میں حاکمِ اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

پس حقائق را کہ اصلِ اصلہاست — داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست

تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں — سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے حیاتش[۳] چوں حیاتِ اُو بُوَد — نے مماتش چوں مماتِ اُو بُوَد

نہ اُس (مفضول) کی زندگی اُس (فاضل) جیسی ہوگی — نہ اُس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی

گورِ اُو ہرگز چو گورِ اُو مداں — خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں

اُس (مفضول) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ — اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

بر محک زن کارِ خود اے مردِ کار — تا نسازی مسجدِ اہلِ ضرار

اے معروفِ عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے — کہیں تو اہلِ ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی — چوں نظر کردی تو خود زانسان بُدی

تو نے اُس مسجد کے بنانیوالوں کی بہت مذاق اڑائی — جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بدکار ید

اُس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کہ خود نیز بداں مبتلاست

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس برائی میں مبتلا ہے

---

[۱] صاحبِ مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے لفظی معنیٰ ہیں آباد کنندہ۔ قلب بود۔ وہ آباد کنندہ نہ تھا بلکہ اُس کا تباہ کنندہ تھا لہٰذا وہ برعکس نام نہند زنگی کافور، کا مصداق تھا۔ گرشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی، کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے لہٰذا اُس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

[۲] بُد جماد۔ مسجدِ قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اُس نے بھی غیر جنس یعنی مسجدِ ضرار کو گوارا نہ کیا۔ حیفے۔ ظلم۔ یعنی مسجدِ ضرار مسجدِ قبا کے برابر کر دی جائے۔ نفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے اسی طرح حقائقِ انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں انمیں بہت فرق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔

[۳] نے حیات۔ افضل اور مفضول کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔ بر محک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہئے کہیں اُن میں

جیسا ہوا حسد اور ریا کار فرما نہ ہو اور اُس کے عمل کی صورت مسجدِ ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس بسا اوقات انسان دوسروں کے انہی عیوب کی مذاق اُڑاتا ہے جو اس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔

چار ہندو[1] در یکے مسجد شدند | بہرِ طاعت راکع و ساجد شدند

چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے | عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد | در نماز آمد بہ مسکینی و درد

ہر ایک نے ایک نیت کرکے تکبیر کہی | مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

مؤذن آمد زاں یکے لفظے بجست | کاے مؤذن بانگ کردی وقت ہست

مؤذن آیا، انہیں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا | اے مؤذن! تو نے اذان دیدی؟ وقت ہو گیا ہے

گفت[2] آں ہندوے دیگر از نیاز | ہے سخن گفتی و باطل شد نماز

دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا | ہائے! تو نے بات کرلی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت آں دوم را کاے عمو | چہ زنی طعنہ بر او خود را بگو

تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا! | اس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من | در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن

چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں | ان تینوں کی طرح میں کنوئیں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ | عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ

تو چاروں کی نماز برباد ہوئی | عیب جو زیادہ گمراہ ہوئے

اے خنک جانے کہ عیبِ خویش دید | ہر کہ عیبے گفت آں بر خود گزید

قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے | جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرے

زانکہ[3] نیمے او ز عیبستاں بدست | واں دگر نیمے ز غیبستاں بدست

کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے | دوسرا (آدھا) عالمِ غیب کا ہے

چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست | مرہمش بر خویش باید کار بست

چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں | ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہئے

عیب کردن ریش را داروے اوست | چوں شکستہ گشت جائے ارحموا ست

زخم کو برا سمجھنا (ہی) اس کا علاج ہے | جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے

گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش | بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش

اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو بھی) مطمئن نہ ہو | ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے

---

[1] ہندو۔ یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت۔ یعنی نماز۔ تکبیر۔ یعنی تکبیر تحریمہ۔ مؤذن۔ یعنی مؤذن آیا تو نماز کی حالت میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وقت ہست یعنی اذان کا وقت ہو گیا ہے۔

[2] گفت آں۔ دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تو نے نماز میں بات کرلی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ سوم۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چہارم۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی۔ پس۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کر رہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کرے۔

[3] زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصہ جسم ہے اور آدھا حصہ روح ہے جسم عالمِ خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کر لینا چاہئے۔ چونکہ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ عیب کردن ریش۔ اگر انسان اپنے زخم کو برا سمجھتا ہے تو ضرور اسکے معالجہ میں لگے گا اپنے عیب کو تسلیم کرنا، انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔ اِرحَمُوا تم رحم کرو یعنی منکسر انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ گر ہماں۔ جو عیب تو دوسرے میں بتا رہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی تو اس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو خدا عیب جو میں وہی

عیب پیدا کرتا ہے

لَا تَخَافُوْا از خدا نشنیدہ — پس چہ خود را ایمن و خوش دیدہ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے — تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟

سالہا ابلیس نیکو نام زیست — گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
شیطان سالہا سال نامی سے جیا — (پھر) رسوا ہوا، دیکھ اُس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بُد عُلیائے او — گشت معروفی بعکس اے وائے او
جہاں میں اُس کی بلندی مشہور تھی — (اُس کی) شہرت برعکس ہو گئی اُس پر افسوس ہے

تا نہ ایمن تو معروفی مجو — پاک شو از خوف پس از امن گو
جب تک تو مطمئن نہ ہو، شہرت نہ چاہ — پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید ریشِ تو اے خوش ذقن — بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے — دوسرے صاف تھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ او — در چہے افتاد تا شد پندِ تو
یہ غور کر کہ اُس کی جان مبتلا ہوئی — وہ کنوئیں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے باعثِ نصیحت بنا

تو نہ یفتادی کہ باشی پندِ او — زہر او نوشیدہ تو خور قندِ او
تو نہ گرا کہ اُس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا — اُس نے زہر پیا ہے تو اُس کی شکر کھا

قصد کردنِ غزان بکشتنِ یک مردے تا آں مردِ دیگر بترسد

غزوں کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈر جائے

آں غزانِ ترکِ خونریز آمدند — بہرِ یغما بر دہے ناگہ زدند
خونریز ترک غز آئے — لوٹ کے لئے اُنھوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دو کس از اعیانِ آں دہ یافتند — در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
اُس شہر کے دو بڑے شخصوں کو اُنھوں نے پکڑ لیا — اُن میں سے ایک کو قتل کرنے کیلئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند — گفت اے شاہان و ارکانِ بلند
اُس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اسکو ذبح کریں — اُس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہ مرگم چرا می افگنید — از چہ آخر تشنۂ خونِ منید
مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں گراتے ہو؟ — آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم — چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟ — جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں

لہ لَا تَخَافُوْا۔ کامل مومن کے لئے قرآن میں لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا، نہ تم ڈرو نہ خوف کھاؤ کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے تو اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔ سالہا شیطان معلم الملکوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ دوسروں کی عیب جوئی نہ کیجائے اپنے عیب کی نگرانی چاہیئے بعکس یعنی ذلت۔ تا نہ۔ زندگی میں تو نہ امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔

لہ تا نروید بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کر لو دوسرے کو طعنہ نہ دو بلکہ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔ تو نیفتادی۔ خدا کا شکر کر تو اسکے لئے باعثِ عبرت نہ بنا۔ زہر او نوشید یعنی وہ عبرت بنا ہے۔ قندِ او یعنی تو عبرت حاصل کر۔

لہ غزان۔ غز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دو کس یعنی اُس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ چیست۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

گفت^۱ تا ہیبت بریں یارت زند — تا بترسد او و زر پیدا کند

اُس نے کہا تا کہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے — تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے

گفت آخر او ز من مسکیں تر ست — گفت قاصد کردہ آں او را زر ست

اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے — اسنے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم — در مقامِ احتمال و در شکیم

اُسنے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں — دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود ورا بکشید اول اے شہاں — تا بترسم من دہم زر را نشاں

اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو — تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں

پس^۲ کرمہائے الٰہی بیں کہ ما — آمدیم آخر زماں در انتہا

تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم — آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

آخرین قرنہا پیش از قرون — در حدیث ست آخِرُونَ السَّابِقُون

آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں — حدیث میں ہے (ہم) آخیر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ قومِ نوحؑ و قومِ ہودؑ — عارضِ رحمت بجانِ ما نمود

یہاں تک کہ قومِ نوحؑ اور قومِ ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے — رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کشت ایشاں را کہ تا ترسیم از و — ور خود ایں بر عکس کردے وائے تو

اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں — اگر وہ اسکے بالعکس کرتا، تیری تباہی تھی

در بیانِ حالِ خود پرستاں و ناشکراں در نعمتِ وجودِ انبیاء و اولیا

اُن لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر چہ^۳ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ — وز دلِ چوں سنگ و ز جانِ سیاہ

اُن کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر فرمایا — اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے او — وز فراغت از غمِ فردائے او

اور اُس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا — اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس و ز عشقِ ایں دنیائے دوں — چوں زناں مر نفس را بودن زبوں

اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا — اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونیکا

۱ گفت۔ اُس ترک نے کہا تجھے اِس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکالدے۔ قاصد۔ یعنی اُس نے قصداً اپنے آپ کو مُفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔ چوں وہم یعنی اُس کی مالداری کا وہم ہے یقین تو نہیں ہے۔ یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اُس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اُس کو قتل کر، تاکہ میں عبرت حاصل کر لوں۔

۲ پس۔ جب اس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اُمتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی اُمتوں کے فرمانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنی ہم دنیا میں سب اُمتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہو گی۔ تا ہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ عارض۔ بادل، یعنی ان کے لئے بادل بصورتِ عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابرِ رحمت بنا۔ بر عکس۔ یعنی ہمیں اُن کے لئے باعثِ عبرت بنا دیتا۔

۳ ہر چہ یہاں سے چھٹے شعر سیر چشماں الخ تک مبتدا ہے اور اُس کی خبر "از و عبرت نگرفتی" محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ و ز۔ یعنی قیامت کی فکر سے لاپرواہی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

واں فرار از نکتہائے ناصحاں — **واں رمیدن از لقائے صالحاں**

اور نصیحت کرنیوالوں کے نکتوں سے بھاگنے کا — اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

بادل و با اہلِ[1] دل بیگانگی — **باشہاں تزویر و روبہ شانگی**

دل اور اہلِ دل سے اجنبیت کا — اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن — **وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن**

اہلِ قناعت کو بھکاری سمجھنا — اور حسد سے انہیں چھپا دشمن سمجھنا (انسے تونے عبرت نہ پکڑی)

گر پذیرد چیز تو گوئی گداست — **ور نہ گوئی مکر و تزویر و دغاست**

اگر وہ تیری عطا قبول کرے تو تو کہتا ہے گدا ہے — ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست — **ور نہ گوئی در تکبر مولع ست**

اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے — ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل[2] کرد گوئی عاجز ست — **ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست**

اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے — اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

یا منافق وار عذر آری کہ من — **ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن**

یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں — بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست — **نے مرا پروائے دین ورزیدن ست**

نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے — نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں مارا بہمت یاد دار — **تا شویم از اولیا پایانِ کار**

اے فلاں ! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے — تاکہ انجام کار ہم بھی اولیا میں سے ہو جائیں

ایں[3] سخن ہم نے ز درد و سوز گفت — **خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت**

یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی — نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ نیست از قوتِ عیال — **از بن دنداں کنم کسب حلال**

بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے — بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلال اے گشتہ از اہلِ ضلال — **غیرِ خون تو نمی بینم حلال**

حلال کیا ! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے — تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوت نے — **چارہ است از دین و از طاغوت نے**

خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے — دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

---

[1] اہلِ دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہلِ دنیا۔ سیر چشم مستغنی۔ وز حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ بُرے احوال اور ان کا بُرا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تونے ان سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طامع۔ لالچی۔ مولع۔ فریفتہ۔

[2] گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی بُرائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اسکو مغلوب الغضب کہتا ہے۔ یا منافق۔ بزرگوں سے تو منافقانہ برتاؤ کرتا ہے، دین کے کاموں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کئے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تاکہ ولی بن جائے۔

[3] ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست۔ غرضیکہ تیری اس درخواست کی مثال ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔ ہیچ چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے محنت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خون۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہے اور تو واجب القتل ہے۔ از خدا۔ ساری مجبوریاں خدا اور دین کے معاملہ میں ہیں، شیطان اور کھانے کمانے میں نہیں ہیں۔

ایکہ[١] صبرت نیست از دنیائے دوں — صبر چوں داری زنِعمَ الماھِدوُن
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے — ہم اچھا فرش بچھانیوالے ہیں کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے

ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم — صبر چوں داری ز اللہ کریم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید — صبر چوں داری ازاں کت آفرید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — جس نے تجھے پیدا کیا ہے اسکے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست ز آبِ سیاہ — صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر مکتد رپانی کے صبر نہیں ہے — اللہ تعالےٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن — صبر چوں داری ز حیّ ذو المِنَن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے — حیّ ذو المنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟

اے کہ می گوئی[٢] خدا بخشد ترا — آں فریبِ غول میداں بر ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا — اسکو چھلاوے کا فریب سمجھ، اُس سے نکل

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار — گفت ہٰذا ربّ ہاں کو کردگار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟ — کہا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟

من[٣] نخواہم در دو عالم بنگریست — تاندانم کایں دو مجلس آنِ کیست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا — جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں

بے تماشائیِ صفتہائے خدا — گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر — اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے

چوں گوارد لقمہ بے دیدارِ او — بے تماشائیِ گُل و گلزارِ او
اُسکے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟ — (اور) اُس کے گُل و گلزار کے بغیر دیکھے

جز بامیدِ خدا زیں آب خور — کہ خورد یک لقمہ اِلّا گاؤ و خر
اس دنیا میں اس کے وصل کی اُمید کے بغیر — گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟

آنکہ کالانعام بُد بل ھُم اضلّ — گرچہ پُر مکر ست آں گندہ بغل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُنسے بھی گمراہ — اگرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں

---

[١] ایکہ۔ دنیا داری میں بھاگا پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بنکر صابر بنا بیٹھا ہے۔ بِنِعمَ الماھِدوُن۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔ از ناز و نعیم۔ دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے اُن کیلئے تگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بُری چیز کے لئے جدو جہد ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔ حیّ ذو المِنَن۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔

[٢] می گوئی۔ بے عملی پر عذر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے بخشدیگا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کو خلیلے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں اُنکی پرورش کی جارہی تھی خدا کی جستجو شروع کردی تھی ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کر جانے والا ستارہ خدا نہیں ہو سکتا ہے تو بتاؤ خدا کہاں ہے۔

[٣] من نخواہم۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ بھی نہ اُٹھاؤنگا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشائی۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا۔ چوں گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کا یہ حال تھا تو اُن لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات و صفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں جز بامید۔ خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔ آنکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گذارتے ہیں اُن کو قرآن پاک نے چوپایہ جیسا بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے۔ گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گندگی کی بیماری ہو۔

مکرِ اُو سَر زیر و اُو سَر زیر شد ۱ ... روزگارش بُرد و روزش دیر شد

اُس کا مکر ذلیل، اور وہ خود ذلیل ہو گیا ... اُس کا زمانہ گذرا اُس کا وقت ضائع ہوا

فکرِ کاہش کُند شد عقلش خَرِف ... عمر شد خیرے ندارد چوں اَلِف

اُسکی گھاس کی فکر سست پڑ گئی اُس کی عقل کمزور ہو گئی ... عمر ختم ہو گئی، الف کیطرح اسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

آنچہ می گوید دریں اندیشہ ام ... ایں ہم از دستانِ ایں نفس ست ہم

وہ جو یہ کہتا ہے فکرمند ہوں ... یہ بھی اُس نفس کی مکّاری ہے

وانچہ می گوید غفور ست و رحیم ... نیست آں جز حیلۂ نفسِ لئیم

وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے ... کمینے نفس کے حیلے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اےؔ ز غم مُردہ کہ دست از ناں تہی ست ... چوں غفور ست و رحیم ایں ترس چیست

تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے ... جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردن پیرے پیشِ طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب اُو را

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفتؔ پیرے مر طبیبے را کہ من ... در زحیرم از دماغِ خویشتن

ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں ... اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیری ست آں ضعفِ دماغ ... گفت بر چشمم ز ظلمت ہست داغ

اُس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کیوجہ سے ہے ... اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیری ست اے شیخِ قدیم ... گفت پشتم درد می آرد عظیم

اُس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں، بڑھاپے کیوجہ سے ہے ... اُس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیری ست اے شیخِ نزار ... گفت ہر چہ می خورم نبود گوار

اُس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے، بڑھاپے کیوجہ سے ہے ... اُس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے

گفت ضعفِ معدہ ہم از پیری ست ... گفت وقتِ دم مرا دم گیری ست

اُس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کیوجہ سے ہے ... اُس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رُکتا ہے

گفت آرے انقطاعِ دم بود ... چوں رسد پیری دو صد علت شود

اُس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے ... جب بڑھاپا آجاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آجاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی ... گفت کز پیری ست ایں بیچارگی

اُس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایکدم سے کم ہو گئی ہے ... اُس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

۱؎ مکرِ اُو۔ جس نے معرفت کے بغیر زندگی گذاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اُسکی مکّاری اور زندگی سب تباہ ہے۔ فکرِ کاہش۔ یعنی اُس میں دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کر دی۔ اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا۔ چوں الف۔ الف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اُس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔ آنچہ می گوید۔ دین کے کاموں میں نہ لگنے والے عموماً یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر دین کے کاموں میں لگوں گا اور خدا غفور و رحیم اور نکتہ نواز ہے بے عمل بھی بخشدیگا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔

۲؎ اے ز غم۔ اُسکی صفات کا بہانہ کر کے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اُس کی رزاقیت پر بھروسہ کر کے ترکِ عمل کیوں نہیں کرتا؟

۳؎ گفت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی بُرائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت بُرا لگتا ہے لہٰذا اِس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہو جائیگا۔ زحیر۔ پیچش، پیچیدگی۔ ظلمت۔ تاریکی۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع۔ ٹوٹنا، جدا ہونا۔ چوں رسد۔ مشہور ہے "یک پیری و صد عیب"۔

شہوت۔ خواہش، عورت کی خواہش

گفت پایم سست شد از رہ بماند
اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سست ہو گئے ہیں چلنے سے عاجز
گفت کز پیری ست در کنجت[۱] نشاند
اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے جس نے تجھے گوشہ نشین بنا دیا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا
اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے
گفت کز پیری ست ایں رنج و عنا
اُس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریک ست چشمم اے حکیم
اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے
گفت کز پیری ست اے پیرِ حلیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت اے احمق بریں بر دوختی
اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اسی پر جم گیا
از طبیبی تو ہمیں آموختی
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مدمغ[۲] عقلت ایں دانش نداد
اے بدماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی
کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خرِ احمق ز اندک مایگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے
بر زمیں ماندی ز کوتہ پایگی
تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش[۳] گفت اے عمرِ تو شصت
تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!
ایں غضب ویں خشم ہم از پیری ست
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
جب سب اجزاء اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں
خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
تیری قوتِ ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے

بر نتابد دو سخن زو ہے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُس سے ہائے ہائے کرتا ہے
تابِ یک جرعہ ندارد قے کند
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے
در درونِ او حیاتِ طیب ست
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بروں پیر ست و در باطن صبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے
خود کیانند آں ولی و آں نبی
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گر نہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
اگرچہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں
چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
(تو) کمینوں کو اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ور نمی دانندشاں علم الیقیں
اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں
چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

---

[۱] کنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا۔ مشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی۔ حلیم۔ بردبار۔ گفت۔ بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے۔

[۲] مدمغ۔ بنکر، بدماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ بر زمین یعنی نچلا مرتبہ۔

[۳] پس طبیبش۔ طبیب نے اُس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوتِ برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ بر نتابد۔ بڑھاپے میں قوتِ برداشت کم ہو جاتی ہے۔ جز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اُن پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیاء اور انبیاء کا جسم بوڑھا ہوتا ہے ہمت جوان رہتی ہے۔ گر نہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔

ور[1] بدانندے جزائے رستخیز	چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے	تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟
بر تو می خندد مبیں اُو را چناں	صد قیامت در درونش نہاں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اُس کو ایسا نہ سمجھ	اُس کے باطن میں تو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں
دوزخ[2] و جنّت ہمہ اجزائے اوست	ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
اُس کے اجزاء سب دوزخ و جنّت ہیں	(اُس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اُس سے بلند ہے
ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست	آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے	جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے
بر درِ ایں خانہ گستاخی ز چیست	گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اِس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟	اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟
ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند	در جفائے اہلِ دل جدّ می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں	اہلِ دل پر ظلم کے کوشاں ہیں
آں[3] مجاز ست ایں حقیقت اے خراں	نیست مسجد جز درونِ سروراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے	بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے
مسجدے کاں اندرونِ اولیاست	سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے	وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اُس میں ہے
تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد	ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی	خدا نے کسی قوم کو رُسوا نہیں کیا
قصدِ جنگِ انبیا می داشتند	جسم دیدند آدمی پنداشتند
اُنھوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا	اُنھوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا
در تو ہست اخلاقِ آں پیشینیاں	چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں	تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائیگا
عادتِ آں ناسپاساں در تو رست	نایدت ہر بار دلو از چہ درست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے	ہر بار ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا ہے

[1] ور بدانندے۔ اگر معاندین کو اپنی اُس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں اُن کو ملے گی تو وہ کبھی اولیا و انبیا پر خندہ نہ کریں اور اُنکو برہنہ شمشیر سمجھیں اور اُن سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ بر تو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری حلم سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ انکا وجود منکرین کے قہر کا مظہر ہے۔
[2] دوزخ۔ یعنی انبیا اور اولیا کے جسم کے اجزا اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہر چہ۔ چونکہ اولیا اور انبیا اخلاقِ خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا انکے مراتب تصور سے بالاتر ہیں۔ ہر چہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خدا وہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بر در۔ انبیا اور اولیا سے گستاخی کرنیوالے اگر یہ جان لیں کہ اُن کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانۂ خدا ہے۔
[3] آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانۂ خدا ہے۔ اندرونِ اولیا یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدہ گاہ۔ دل بدست آور کہ حج اکبر است / از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است۔ تا دل۔ اولیا کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند یعنی اُن معاندین کی نگاہ صرف اولیاء کے جسم پر ہے اُنکی روح اُنکے پیشِ نظر نہیں ہے۔ در تو۔ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو اُنکو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اُنکے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جو اُن قوموں کیساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ ہونا چاہیئے اگر کسی وقت اُن پر گرفت نہیں ہوتی تو نہ سمجھنا چاہیئے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہوگی۔

آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست — چوں تو زایشانی کجا خواہی برست

جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں — جب تو اُن میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے؟

قصۂ[1] کودکے کہ در پیشِ تابوتِ پدر می نالید و سخنِ جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے رو رہا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر — زار می نالید و بر می کوفت سر

ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے — بہت رو رہا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می برند — تا ترا در زیرِ خاکے آورند

اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ — تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں

می برندت خانۂ تنگ و زحیر[2] — نے درو قالی و نے در وے حصیر

تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں — نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روز ناں — نے درو بوئے طعام و نے نشاں

نہ رات میں چراغ ہے، نہ روز نان ہیں — نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام — نے درو بہرِ ضیائے ہیچ جام

نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالاخانہ — نہ اُس میں روشنی کیلئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے درواز بہرِ مہماں آبِ چاہ — نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ

نہ اُس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے — نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ[3] تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود — چوں شود در خانۂ کور و کبود

تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا — سیاہ رنگ گھر میں اُس کا کیا حال ہوگا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ — کہ درو نے روی می ماند نہ رنگ

وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ — نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نسق اوصافِ خانہ می شمرد — وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد

اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا — اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی با پدر اے ارجمند — واللہ ایں را خانۂ ما می برند

شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار! — خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو — گفت اے بابا نشانیہا شنو

شیخ چلی سے (اسکے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن — اُس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے

---

[1] قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں وہ خصلتیں موجود ہیں جو برباد شدہ قوموں میں تھیں لیکن وہ اُن سے غافل ہے۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا وہ شیخ چلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کر دیے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوتِ پدر۔ باپ کا جنازہ۔ خاکے۔ یعنی قبر کی مٹی۔

[2] زحیر۔ پیچش، مشکل۔ قالی۔ قالین۔ حصیر۔ بوریا۔ معمور۔ آباد، درست۔ سقف۔ چھت۔ بام۔ بالاخانہ۔ جام۔ شیشہ کا روشندان۔

[3] جسمِ تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک۔ نسق۔ ترتیب۔ خانۂ ما می برند۔ رونے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ چلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔

این نشانیہا کہ گفت[۱] اُو یک بیک
یہ جو اُس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں
خانۂ ما راست بے تزویر و شک
بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ اُس کا دروازہ درست نہ چھت اور نہ بالاخانہ

زیں نمط دارند در خود صد نشاں
اسیطرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں
لیک کے بینند آں را طاغیاں
لیکن سرکش انھیں کب دیکھتے ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاءٗ
اُس دل کا خانہ جو بے نور ہے
از شعاعِ آفتابِ کبریا
خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

تنگ و تاریک ست چوں جانِ یہود
وہ یہود کے باطن کیطرح تنگ و تاریک ہے
بے نوا از ذوقِ سلطانِ وَدود
محبت کرنیوالے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے دراں دل تابِ نورِ آفتاب
اُس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے
نے کشادِ عرصہ و نے فتحِ باب
نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

گور خوشتر از چنیں دل مر ترا
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے
آخر از گورِ دلِ خود بر تر آ
بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

یوسفِ[۲] وقتی و خورشیدِ سما
تو یوسفِ دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے
زیں چہ و زنداں بر آ و رُو نما
اِس کنوئیں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا

یونست در بطنِ ماہی پختہ شد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے
مخلصش را نیست از تسبیح بد
اُس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

گر نبودے اُو مسبح بطنِ نون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ
حبس و زندانش بُدے تا یبعثون
تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیلخانہ ہوتا

اُو بہ تسبیح از تنِ ماہی بجست
اُنھوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی
چیست تسبیح آیتِ روزِ الست
تسبیح کیا ہے؟ الست کے دن کی علامت

گر فراموشت[۳] شد آں تسبیحِ جاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے
بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سُن لے

۳ گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہدِ الست کی فطرتِ سلیمہ باقی نہیں رہی ہے تو اولیاء اللہ سے اُس کو حاصل کرے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

۱ گفت۔ یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔ زیں نمط جس طرح شیخ جحی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسیطرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی۔ سرکش۔ خانۂ آں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو یعنی اللہ (تعالیٰ) کی محبت سے بے ذوق ہے۔ اُس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ آخر از گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکالنا خود انسان کا کام ہے۔

۲ یوسفِ وقتی۔ جس طرح عارضی طور سے حضرت یوسفؑ قیدخانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قیدخانہ سے باہر نکال۔ یونست۔ یعنی تیری روح جو بمنزلہ یونسؑ کے ہے۔ بطنِ ماہی۔ یعنی جسد عنصری۔ تسبیح۔ حضرت یونسؑ نے نجات کیلئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو بھی تسبیح پڑھ۔ یبعثون۔ حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہے۔ فَلَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اُس دن تک اُس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔ آیتِ روزِ الست۔ ازل میں اللہ (تعالیٰ) نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور ذکر فطری میلان اُس عہدِ الست کی علامت اور نشانی ہے۔

ہر کہ دید اللہ را اللٰہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے
ہر کہ دید آں[1] بحر را او ماہی ست
جس نے اُس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح
یونس محجوب از نور صبوح
وہ یونسؑ ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبّح شد تو از ماہی رہید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا، مچھلی سے نجات پا گیا
ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ورنہ اُس میں ہضم اور ناپید ہو گیا

ماہیان[2] جاں درتن دریا پُر اند
اِس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں
تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود را می زنند آں ماہیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں
چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھ لے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے
گوش تو تسبیح شاں آخر شنید
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیان جملہ رُوح بے جسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں
نے در ایشاں کبر و نے کین و حسد
نہ اُن میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کردن جان تسبیحات تست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے
صبر کُن کانست تسبیح درست
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے
صبر کُن کالصّبر مفتاح الفرج
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسر صراط آں سُو بہشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اُس جانب بہشت ہے
ہست با ہر خوب یک لالائے زشت
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تا ز[3] لالا می گریزی وصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے
زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست
اسلئے کہ غلام کی محبوب سے جُدائی نہیں ہے

تو چہ دانی ذوق صبر اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟
خاصہ صبر از بہر آں نقش چگل
خصوصاً اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کیلئے ہے

مرد را ذوق از غزا و کر و فر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے
مر مخنّث را بُود ذوق از ذکر
نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے

[1] آں بحر۔ یعنی جس نے بحر وحدت کا مشاہدہ کر لیا وہ ماہی کہلائیگا۔ ایں جہاں۔ دنیا کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونس سمجھو۔ گر مسبّح۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اُسمیں رہتے اسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کریگی۔

[2] ماہیان جاں۔ یعنی روحانی مچھلیاں اولیاء اللہ۔ بر تو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو اُن سے فیض حاصل کرے۔ بے جسد۔ یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن۔ یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر۔ جس طرح پل صراط سے گذر کر بہشت میں داخلہ ہوگا اسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لالا۔ غلام۔

[3] تا ز لالا۔ صبر بدصورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے کشادگی حاصل کرنے کیلئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے۔ تو چہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے۔ مرد را۔ صبر کی لذت مرد خدا جانتا ہے جس طرح کہ مرد میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے۔ نامرد ان لذتوں سے واقف نہیں ہے اُس کی
کہ لذت تو صرف عورتوں سے اختلاط کی عمدہ ہے۔

جزذکر نے دیں او و ذکر او | سوئے اسفل برد او را فکر او
اُس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے | اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر[1] بر آید تا فلک از وے مترس | کو بعشقِ سفل آموزید درس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اُس کی پرستش نہ کر | اسلئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

او بسوئے سفل می راند فرس | گرچہ سوئے علو جنباند جرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے | اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از علمہائے گدایاں ترس چیست | کاں علمہا لقمۂ ناں را رہی ست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟ | کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں

ایں سخن ہا را نکو دریاب تو | ور نمی دانی شنو از باب تو
اِن باتوں کو خوب سمجھ لے | اگر تو نہیں جانتا ہے تو اِس سلسلہ کی (بات) سن لے

ترسیدنِ[2] کودکے از آں شخصِ صاحب جثہ و گفتنِ آں شخص کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مرد توئی

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد | زرد شد کودک ز بیمِ قصدِ مرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا | بچہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا

گفت ایمن باش اے زیبائے من | کہ تو خواہی بود بر بالائے من
اُس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین! | کہ تو میرے اوپر ہوگا

من[3] اگر ہولم مخنث داں مرا | ہمچو اشتر بر نشیں می راں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ | اوپر بیٹھ، اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنٰی ایں چنیں | از بروں آدم دروں دیوِ لعیں
مردوں کی صورت، اور باطن ایسا | باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

آں دہل را مانی اے زفت چو عاد | کہ بر آں شاخ را می کوفت باد
اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کی طرح ہے | کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

روبہے اشکارِ خود را باد داد | بہرِ طبلے ہمچو خیکے پر ز باد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کردیا | اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

---

[1] گر بر آید۔ اگر کوئی مرد خدا نہیں ہے اور اِس میدان کا مرد نہیں ہے تو اُس کا عروج عارضی ہے اُس پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، انھیں غازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

[2] ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا ناقابلِ اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ ز بیم قصد مرد۔ یعنی وہ لڑکا اُس موٹے ہیجڑے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔

[3] من اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں تو میرے اوپر سوار ہو کر اونٹ کی طرح مجھے ہانک سکتا ہے۔ صورت۔ بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول جو کہ تندومند ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا۔ جہاں ہوا اُس پر شاخ کی ضرب لگا دیتی تھی۔ تو روبہے کسی لومڑی نے اُس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا۔ خیک۔ مشک۔

چوں ندید اندر دُہل اُو فربہی / گفت خوکے بہ ازیں خیکے تہی

جب اس نے ڈھول کے اندر مُٹاپا نہ دیکھا / بولی، اس خالی مَشک سے تو سؤر بہتر ہے

روبہاں ترسند ز آوازِ دُہل / عاقلش چنداں زند کہ لاتقل

ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں / عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصہ تیر اندازے و ترسیدن اُو از سوارے کہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اُس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مَہِیب / مے شُد اندر بیشہ بر اسپے نجیب

ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبتناک / ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر اندازے بحکم اُو را بدید / پس زخوفِ اُو کماں را بر کشید

ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا / اُس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تا زند تیرے سوارش بانگ زد / من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد

تاکہ اس پر تیر چلا دے سوار نے اُس کو پکارا / میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتیِ من / کمترم در وقتِ جنگ از پیرزن

خبردار خبردار! تو میرے مُٹاپے کو نہ دیکھ / کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش[۲] / بر تو می انداختم از ترسِ خویش

اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر / میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمُشت / بس کساں را کالتِ پیکار کُشت

بغیر بہادری کے اِس طرح سے ہاتھ میں تلوار / بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا

گر بپوشی[۳] تو سلاحِ رُستماں / رفت جانت چوں نباشی مردِ آں

اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے / جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

جاں سپر کُن تیغ بگذار اے پسر / ہر کہ بے سر بُود زیں شہ بُرد سر

اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے، تلوار کو چھوڑ / جو بے سر تھا اُس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکرِ تو است / ہم ز تو زائید و ہم جانِ تو خست

وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں / جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو زخمی کر دیا

چوں نکردی ہیچ سودے زیں حِیَل / ترکِ حیلت کُن کہ پیش آید دُوَل

جب تو نے اِن حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا / حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں

۵۱ خوک۔ سؤر۔ روبہاں لاغر بدن کے فربہ اور ہمت کے کوتاہ شخص سے بے عقل لوگ ڈرتے ہیں۔ لاتقل یعنی اتنی پٹائی کرتے ہیں جو ناقابلِ بیان ہے یہی صورت بنے ہوئے شیخوں کی ہے کہ عوام اُن کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ سلاح۔ ہتھیار۔ مَہِیب۔ ہیبتناک۔ بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ نجیب۔ اصل گھوڑا۔ تیر انداز بحکم۔ حکمی طور پر نشانہ پر تیر مارنے والا۔ من ضعیفم۔ یعنی میرا جسم ہی بھاری بھرکم ہے اندر کچھ نہیں ہے۔

۵۲ نیش۔ تیر، ڈنک۔ ترس۔ خوف۔ رجولیت۔ مردانگی، بہادری۔ آلتِ بیکار۔ ۵۳ جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا نامردوں کیلئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی۔

۵۳ گر بپوشی۔ اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر جاتا تو بچا رہتا۔ جاں سپر کن۔ دنیا داروں کے مقابلہ میں دنیا داری کے ہتھیار رکھ کر فریب سے مسلح نہ ہو نجات پا جاؤ گے۔ ہم ز تو۔ مکر و فریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے

چوں[1] یکے لحظہ نخوردی بر ز فن
جبکہ حیلے سے تونے ایک لمحہ کیلئے پھل نکھایا
ترکِ فن گوئی طلب ربُّ المنن
حیلے چھوڑ دے، اللہ کو طلب کر

چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں
خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
اپنے آپ کو سادہ لوح بنالے اور بدبختی سے نکل جا

چوں ملائک گوئی لا علم لنا
تو فرشتوں کیطرح کہدے ہمارے لئے علم نہیں ہے
یا الٰہی! غیر ما علمتنا
اے خدا! سوائے اس کے جو تونے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے
ہر کہ شد مغرورِ عقل او کودنیست
جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول
اے صاحبِ قبول! ایک حکایت سن لے
در بیانِ جہل و عقلِ بوالفضول
جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصۂ اعرابی و ریگ در جوال[2] کردن و ملامت کردن آں فیلسوف او را
ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے
یک جوالے زفت از دانہ پرے
گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا لادے جارہا تھا)

یک جوالِ دیگرش از ریگ پُر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا
ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا

او نشستہ بر سرِ ہر دو جوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا
یک حدیث انداز کرد او را سوال
ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا

از[3] وطن پرسید و آوردش بگفت
اس کا وطن پوچھا اور اسکو گویا کیا
وندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اور اس سوال میں بہت سے موتی پروئے

بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں
چیست آگندہ بگو مصدوق حال
کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندر یک جوالم گندم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں
در دگر ریگے نہ قوتِ مردم ست
دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چوں بار کردی ایں رمال
اس نے کہا تونے یہ ریت کیوں لادا ہے؟
گفت تا تنہا نماند آں جوال
اس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

---

[1] چوں یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ ربّ المنن۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکر و فریب۔ کودن۔ بیوقوف۔ شوم۔ یعنی مکر و فریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہوسکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے۔ آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرمارہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

[2] جوال۔ بورا، گون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔ بُر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔ حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔

[3] از وطن یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آوردش بگفت۔ اس کو ہمکلام بنایا۔ وندراں یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز سے کیں۔ مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قوت۔ روزی، خوراک۔ رمال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔

گفت[۱] نیم گندمِ آں تنگ را | در دگر ریز از پئے پاسنگ را
اُس نے کہا اُس بورے کے آدھے گیہوں | توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر دے

تا سُبک گردد جوال و ہم شتر | گفت شاباش اے حکیمِ اہلِ حُر
تا کہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں | اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکرِ دقیق و رایِ خوب | تو چنیں عُریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے | تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے

رحمش[۲] آمد بر حکیم و عزم کرد | کِش بر اشتر برنشاند نیک مرد
دانا پر اُس کو ترس آگیا اور اُس نے ارادہ کر لیا | کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے

باز گفتش اے حکیمِ خوش سخن | شمّۂ از حالِ خود ہم شرح کُن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا! | کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

ایں چنیں عقل و کفایت کہ تراست | تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے | سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام | بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں، عوام میں سے ہوں | میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اُشتر چند داری چند گاؤ | گفت نے ایں و نہ آں مارا مکاوٗ
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں | کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کُرید

گفت رختت چیست بارے در دکاں | گفت ما را کو دکان و کو مکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟ | کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

نیست قوت و نے زخوت[۳] و نے قماش | نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب | نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دَلیا

گفت پس از نقد پرسم نقد چند | کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
اُسنے کہا تو میں نقد کے بارے میں، پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟ | کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنیوالا ہے

کیمیائے مسِ عالم با تو است | عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے | عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں | نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے | تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

[۱] گفت۔ اُس عقلمند نے کہا: بجائے اِس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرے کہ اِس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھرے تو توازن ہو جائیگا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائیگا۔ شاباش۔ بدّو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی بہت خوش ہوا اور اُس کی تعریف کرنے لگا۔ تو چنیں۔ پھر بدّو نے کہا اِس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔

[۲] رحمش۔ بدّو کو اُس دانا پر ترس آیا۔ شمّہ۔ یعنی بدّو نے اُس سے کہا: اپنے کچھ احوال سنا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے اِس عقل کیساتھ یہی قرینہ ہے۔ مکاوٗ۔ کھود کُرید نہ کر۔ رختت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

[۳] زخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہر تلا کھانا، کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب[1] — در ہمہ ملکم وجوہِ قوتِ شب

اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار نہیں ہے — میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

پا برہنہ تن برہنہ می روم — ہر کہ نانے می دہد آنجا روم

ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں — جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر — نیست حاصل جز خیال و دردِ سر

مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے — سوائے خیال اور دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دور از برم — تا نہ بارد شومیِ تو بر سرم

تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دور ہو — تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے

دور بر آں حکمتِ شومت زمن — نطقِ تو شوم ست بر اہلِ زمن

اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا — زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں[2] سو رو من ایں سو می روم — ور ترا رہ پیش من واپس شوم

یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں — اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ — بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ

میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا — ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جوالِ گندم و ریگم یقیں — بہ بود زاں حکمتِ تو اے مہیں

کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً — اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست — کہ دلم با برگ و جانم متقی ست

میری بیوقوفی بہت مبارک بیوقوفی ہے — کہ میرا دل صاحبِ ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں سے) محفوظ ہے

گر تو خواہی[3] ایں شقا کم شود — جہد کن تا از تو حکمت کم شود

اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے — تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

ق

حکمتے کز طبع زاید وز خیال — حکمتے بے فیضِ نورِ ذوالجلال

وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو — وہ دانائی جو اللہ تعالیٰ کے نور سے بے فیض ہو

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک — حکمتِ دینی برد فوقِ فلک

دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے — دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

زوبہان زیرکِ آخر زماں — بر فزودہ خویش بر پیشینیاں

آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے — اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے

---

[1] وجہ العرب۔ عرب کے سردار۔ وجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پا برہنہ۔ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں جدھر روٹی کی امید ہوتی ہے اُدھر چل دیتا ہوں۔ بر۔ پہلو۔ شومی۔ اس عقل کے ہوتے ہوئے اتنا افلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دور بر۔ دور لیجا۔

[2] یا تو آں سو۔ جدھر تو جائیگا میں اُدھر نہ جاؤں گا غرضیکہ تیرا ساتھ مجھے گوارا نہیں ہے۔ یک جوالم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مہین۔ ذلیل۔ متقی۔ یعنی مصائب سے بچنے والی۔

[3] گر تو خواہی۔ تیری یہ عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کرلے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبعزاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے۔ حکمتِ دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔ روبہان۔ یعنی وہ فلاسفہ جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تحمیق کرتے ہیں۔

روبہانِ زیرکِ صاحب کمال — بر فزودہ خویش را از اصحابِ حال [1]
صاحبِ کمال، چالاک لومڑیوں نے — اصحابِ حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ — حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر — حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار و سخائے نفس و جود — باد دادہ کاں بُود اکسیرِ سُود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش — کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے — راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے — راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ [2] آں باشد کہ از خود شہ بُود — نے بمخزنہا و لشکر شہ بُود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو — نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہیٔ اُو سرمدی — ہمچو عز و ملکِ دینِ احمدی
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے — جیسے دینِ احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال — گشتہ دور از ملکِ اُو عینُ الکمال
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے — نظرِ بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بر لبِ دریا
دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہم رح کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہم آمدست — کو ز راہے بر لبِ دریا نشست
ابراہیم (ابن) ادہم رح کے بارے میں منقول ہے — کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں [3] — یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے — اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا

آں امیر از بندگانِ شیخ بُود — شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا — اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکلِ دیگر گشت خَلق و خُلقِ اُو — خیرہ شد در شیخ و اندر دلقِ اُو
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی — شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

کو رہا کرد آنچناں ملکِ شگرف — برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
کہ انہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی — اس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

---

[1] اصحابِ حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ بعض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں جگر سوزی سے حاصل کی ہیں۔ صبر و ایثار۔ علوم خداوندی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو انہوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے۔

[2] شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانے کے ذریعہ شاہی کرتے ہیں شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے اِن چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دینِ احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اسکو نظرِ بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم رح یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔

[3] سلطانِ جاں۔ یعنی روحانی شاہ، ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد۔ اُس نے اِس سے پہلے حضرت ابراہیم رح کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا، تو اس حالت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ باریک حرف۔ جس کی تحریر میں ظاہری شان و شوکت نہیں ہوتی ہے اور اس پر عبور دشوار ہوتا ہے یہی حال فقر اور تصوف کا ہے۔

ترک کرد او ملکِ ہفت اقلیم[۱] را
انھوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا
می زند بر دلق سوزن چوں گدا
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

ملکِ ہفت اقلیم ضائع می کنند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں
چوں گدا بر دلق سوزن می زنند
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش
اس کے اس خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے
شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش
شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اسکے جنگل ہیں

چوں رجا و خوف در دلہا رواں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے
نیست مخفی بر وے اسرارِ نہاں
اس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

دل نگہدارید اے بے حاصلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو
در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
اہلِ دل کی مجلس کی حاضری میں

پیش اہلِ تن ادب بر ظاہر ست
اہلِ ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے
کہ خدا از ایشاں نہاں را ساتر ست
کیونکہ خدا ان سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست
اہلِ دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے
زانکہ دلشاں بر سرائر فاطن ست
کیونکہ ان کا دل باطنی احوال پر ٹکنے والا ہے

تو[۲] بعکسے پیشِ کوراں بہرِ جاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر
با حضور آئی نشینی پائگاہ
حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیشِ بینایاں کنی ترکِ ادب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے
نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب
اسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں[۳] نداری فطنت و نورِ ہدیٰ
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے
بہرِ کوراں روی را میزن جلا
اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے
ناز کم کن با چنیں گندیدہ حال
اس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی
خواست سوزن را باوازِ بلند
(پھر) زور سے سوئی مانگی

فخر نہیں ہے۔ شیخ۔ چونکہ اس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اسکی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اس دریا میں پھینک دی جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر باوازِ بلند اس سوئی کو مانگا۔

۱ے ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؒ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ شیخ واقف گشت۔ بزرگانِ دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب انکی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح امید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں برے وسوسے نہ لانے چاہئیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہلِ تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں انکے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہلِ باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن۔ مقیم ساکن۔

۲ے تو بعکسے۔ لیکن عام لوگ اسکے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لیکر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جنکو باطنی بصیرت حاصل ہے۔ حطب۔ ایندھن۔

۳ے چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں منہ کو پر رونق بنا کر جا۔ پیشِ بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے منہ پر اور گندگی لگا کر جا۔ ناز کم کن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعثِ

صد[1] ہزاراں ماہیٔ اَللّٰہیے — سوزنِ زر بر لبِ ہر ماہیے

لاکھوں خدائی مچھلیاں — ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ او — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہُو

سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سَر بر آورد ند از دریائے حق — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے انھوں نے سَر ابھارا — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم — وادہ از فضلت نشانِ راستم

اُس شیخ نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے — اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے

ماہیٔ دیگر بر آمد در زماں — سوزنِ اُو را گرفتہ در دہاں

فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی — اُن کی سوئی مُنھ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر — مُلکِ دل بہ یا چناں مُلکِ حقیر

اُسکی طرف رُخ کیا اور کہا، اے سردار! — دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہرست ایں ہیچ نیست — باطنے جوی و بظاہر بر مایست

یہ ظاہر کی نشانی ہے اور یہ کچھ نہیں ہے — باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

سُوئے[2] شہر از باغ شاخے آورند — باغ و بُستاں را کجا آنجا برند

شہر کیجانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں — باغ اور بُستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اوست — بلکہ آں مغزست وایں عالم چو پوست

خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُسکا ایک پتہ ہو — بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہو

بر نمیداری سُوئے آں باغ گام — بُوئے افزوں جوی و کُن دفعِ زکام

(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا ہے — تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تاکہ آں[3] بُو جاذبِ جانت شود — تاکہ آں بُو نورِ چشمانت شود

تاکہ وہ خوشبو تیری رُوح کی کشش کا سبب بنجائے — تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

تاکہ آں بُو سوئے بُستانت کشد — وا نماید مر ترا راہِ رُشد

تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے — تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے

چشمِ نابینات را بینا کُند — سینہ ات را سینۂ سینا کُند

تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے — تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنا دے

---

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہوگئیں۔ گفت۔ شیخ ابراہیم رح نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں وہ عطا کر کے اپنی مہر کی سچی نشانی ظاہر فرما دے۔ ماہیئے دیگر۔ ان مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے مُنہ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رُو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیم رح نے اُس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن۔ ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

[2] سوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سی ہے اور عالمِ غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔ باغ میں سے چند پھلدار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ اس دنیا کا آسمان بھی اُس باغ کا ایک پتہ ہے۔ بلکہ۔ عالمِ غیب مغز ہے اور عالمِ ظہور اس کا چھلکا ہے۔ بر نمیداری۔ عالمِ غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اُس کی خوشبو حاصل کر لیجائے اور اس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہشِ نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامہ پر طاری ہوگیا ہے۔

[3] تاکہ آں بُو۔ جب عالمِ غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالمِ غیب کی طرف کھنچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کیلئے نورِ بصیرت بنجائیگی اور عالمِ غیب کے لئے راہ نمودار ہوجائیگی۔

سینہ ات۔ سالک کا سینہ کوہِ سینا بن جائے گا جس میں تجلیات رب کا ظہور ہوگا۔

گفت[1] یوسفؑ ابنِ یعقوبِؑ نبی — بہرِ بُو اَلقُوا علیٰ وجہِ اَبی

(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا — خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو

بہرِ ایں بُو گفت احمدؐ در عظات — دائماً قُرَّۃُ عَینی فی الصَّلوٰۃ

اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا — ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

پنج[2] حسّ در ہمدگر پیوستہ اند — رُستہ ایں ہر پنج از اصلِ بُلند

پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں — ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اُگے ہیں

قُوتِ یک قُوتِ باقی شود — مابقی را ہر یکے ساقی بود

ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے — باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را — عشق در دیدہ فزاید صدق را

آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے — عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صدق[3] بیداریِ ہر حسّی می شود — حسّ ہا را ذوق مُونس می شود

صدق، ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے — حواس کے لئے ذوق، دوست بن جاتا ہے

آغاز منوّر شدنِ حواسِ عارف بنورِ غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے باقدر ہونے کا آغاز

چوں یکے حسّ در روش بکشاد بند — مابقی حسّ ہا ہمہ مُبدَل شوند

جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا — باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حسّ غیرِ محسوسات دید — گشت غیبے بر ہمہ حسّ ہا پدید

جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا — تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں ز جُو جَست از گلہ یک گوسفند — پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند

جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے — تو سب پے در پے اُس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواسّت را براں — در چرا از اَخرَجَ المَرعیٰ چراں

تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک — اَخرَجَ المَرعیٰ کی چراگاہ میں چرا

---

[1] گفت یوسفؑ: جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دینا، مولانا فرماتے ہیں اس قمیص میں وہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہرِ ایں: یہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جو آنحضورؐ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

[2] پنج حس: یعنی لطائفِ ستہ قلبؔ، روحؔ، نفسؔ، سِرؔ، خفیؔ، اخفیؔ۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اسلئے اُن کو پانچ کہدیا ہے، اگر سالک ایک لطیفے کو مصفّٰی بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفہ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعثِ تقویت ہے۔ دیدنِ دیدہ: ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے متاثر ہونے کی مثال ہے۔ آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اُس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اُس میں کیفیتِ عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] صدق: عشق سے اخلاص پیدا ہوا تو اُس سے دیگر جملہ حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور انہیں وصلِ محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حس: جب ایک لطیفہ موانع کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات: ایک لطیفہ کو عالمِ غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالمِ غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔ چوں ز جُو: ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ گلہ میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر کود جاتی ہیں۔ گوسفنداں: سالک کو چاہیئے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالمِ غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کیلئے اُس عالم سے اسرار و معارف کی غذا حاصل کرے۔ اَخرَجَ المَرعیٰ: اُس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی مولانا نے چراگاہ سے عالمِ غیب کی چراگاہ مراد لی ہے۔

تا در آنجا سُنبل و ریحاں چَرَند — **تا بہ گلزارِ حقائق[1] رہ بَرَند**

تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں — تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہر حِسَت پیغمبرِ حِسّ ہا شود — **تا یکایک سُوئے آں جنّت رُوَد**

تیری ہر حس (باقی) حواس کے لیے پیغامبر بن جائے — تاکہ فوراً اس جنت کی طرف چلی جائے

حِسّ ہا با حِسِّ تو گویند راز — **بے حقیقت بے زبان و بے مجاز**

حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے — بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے

کیں حقیقت قابلِ تاویلہاست — **وِیں توہّم مایۂ تخییلہاست**

کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے — اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے

آں حقیقت را کہ باشد از عَیاں — **ہیچ تاویلے نگنجد در میاں**

وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو — اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ[2] ہر حس بندۂ حسِّ تو شُد — **مر فلکہا را نباشد از تو بُد**

جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی — تو آسمانوں کے لئے بھی تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ[3] دعویٰ میرَوَد در مِلکِ پوست — **مغز آں را کہ بُوَد قشر آنِ اوست**

جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے — مغز جس کی ملکیت ہوگا، چھلکا اسی کی ملکیت ہوگا

چوں تنازع در فتد در تُنگِ کاہ — **دانہ آنِ کیست آں را کُن نگاہ**

جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو — دانہ کس کا ہے اس کو دیکھ لے

پس فلک قشر ست و نورِ روح مغز — **ایں پدید ست آں خفی زیں رو مَلغز**

تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے — یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا

جسم ظاہر روح مخفی آمد ست — **جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست**

جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے — جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بُوَد — **حِسّ بسُوئے روح زوتر رہ بَرَد**

پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے — حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جُنبشے بینی بدانی زندہ است — **ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است**

تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے — تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے

چنیں سے ظہور اور خفا کی مثالیں دیتے ہیں اور خفی کے مراتب کا ذکر فرماتے ہیں، جسم اور روح کی وہی نسبت ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز عقل۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لیے حس دوسرے کی روح کو پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے جنبش کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اس میں روح ہے لیکن محض حرکت سے عقل کا پتہ نہیں لگا سکتے ہو۔

[1] حقائق۔ یعنی معرفتِ خداوندی کے حقائق۔ ہر حست۔ ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے معارف جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے۔ حس ہا۔ جب لطائف بستہ مستفیض بنجاتے ہیں تو مریدین اور مسترشدین لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں۔ کیں حقیقت۔ لفظی عبارت جسمیں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے اُسمیں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکر یہاں نفس الامر مشاہدہ ہوتا ہے۔

[2] چونکہ ہر حس۔ جبکہ دوسروں کے حواس شیخ کے حواس کے تابع ہو گئے تو آسمان و زمین تک شیخ کے تابع ہو جائیں گے۔

[3] چونکہ دعویٰ۔ اگر چھلکے میں دو شخصوں کا نزاع ہو تو چھلکا اُسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اُسکے تابع ہوگا۔ چوں تنازع۔ یہ دوسری مثال ہے اگر بھوسے پر جھگڑا ہو تو بھوسا اُسی کا قرار دیا جائیگا جو اُسکے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا۔ پس فلک۔ چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اُس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے مغز اُسمیں چھپا ہوا ہوتا ہے دوسرا مصرعہ پہلے مصرع کی دلیل ہے جسم ظاہر اب چند

تا[1] کہ جُنبشہائے موزوں سَر کُند | جُنبشِ مِس را بدانِش زر کُند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے | تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست | فہم آید مر تُرا کہ عقل ہست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے | تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بوُد | زانکہ اُو غیبست و اُو زاں سَر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے | اسلئے کہ وہ عالمِ غیب سے ہے وہاں سے ہی ظہور میں آتی ہے

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد | روحِ وحیش مُدرکِ ہر جاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی | اُن کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ[2] وحیی را مناسبہاست نیز | در نیابد عقل کاں آمد عزیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں | عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں

گہ جنوں بیند گہے حیراں شود | زانکہ موقوفست تا اُو آں شود
(عقل) کبھی اُن آثار کو جنون سمجھتی ہو، کبھی حیران ہوتی ہے | کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل) وہ (وحی کی استعداد) بن جائے

چوں مناسبہائے افعالِ خضرؑ | عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
جیسا کہ (حضرت) حضرؑ کے افعال کی مناسبتیں | (حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر مکدر تھی

نامناسب می نمود افعالِ اُو | پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ اُو
اُن (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے | (حضرت) موسیٰؑ کیلئے چونکہ (موسیٰؑ) کیحالت اُن (خضرؑ) کی طرح نہ تھی

عقلِ[3] موسیٰؑ چوں بود در غیب بند | عقلِ موشی خود کیست اے ارجمند
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو | چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بود بہر فروخت | چوں بیابد مُشتری خوش بر فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے | جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اُٹھتا ہے

مُشتریِ علمِ تحقیقی حق ست | دائماً بازارِ اُو با رونق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے | اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ ہست در بیع و شِریٰ | مُشتری بیحد کہ اَللّٰہُ اِشْتَریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہو | خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مُشتری | مُحرمِ درسش نہ دیو و نے پری
(حضرت) آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے | اُنکے درس کا رازداں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

---

[1] تا کہ۔ اگر اُسکے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمہیں یقین ہوگا کہ وہ صاحبِ عقل ہے۔ روحِ وحی۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضورؐ کی عقل کو جان لیا اور آپکو عقلمند کہا لیکن بہت سے انسان آپکی قبولِ وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

[2] روحِ وحیی۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں اسلئے اُن کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ گہ جنوں۔ اُن آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس استعداد کو سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہو جائے۔ چوں مناسبہائے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔

[3] عقلِ موسیٰؑ۔ اسرارِ غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو چوہے جیسی عقل والے کب اُن کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علمِ تقلیدی۔ سنا سنایا علم۔ علمِ تحقیقی۔ جو مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔ لب بہ بند۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اللہ کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اَللّٰہُ اشْتَرَیٰ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرَیٰ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ خدا نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ درسِ آدم۔ ہر علم کا دار و مدار اُسکے نام سے ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ کے علوم کے خریدار فرشتے تھے دیو و پری نہ تھے۔

آدمؑ[۱] انبئھم باسما درس گو
(اے) آدمؑ اُن کو اسما کی تعلیم کردو کا درس دو
شرح کن اسرارِ حق را موبمو
ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کرو

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو
در تلوّن غرق و بے تمکین بود
تلوّن میں غرق اور بے ثبات ہو

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش
میں نے اسکو چوہا اسلئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے
خاک باشد موش را جائے معاش
چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیرِ خاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے
ہر طرف اُو خاک را کردست چاک
(اسلئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفسِ[۲] موشے نیست الا لقمہ رند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اُڑانے والا ہے
قدرِ حاجت موش را عقلے دہند
ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالےٰ
می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجتِ عالم زمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی
نافریدے ہیچ ربّ العالمیں
اللہ تعالےٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

ویں زمینِ مضطرب محتاجِ کوہ
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج
گر نبودے نافریدے با شکوہ
اگر نہ ہوتی تو اُس پُرشکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا

ور[۳] نبودے حاجتِ افلاک ہم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی
ہفت گردوں نافریدے از عدم
تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے
جز بحاجت کے پدید آمد عیاں
ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمندِ ہستہا حاجت بود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے
قدرِ حاجت مرد را آلت بود
بقدرِ ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمندِ ہستہا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے
قدرِ حاجت میرسد از حق عطا
اللہ تعالیٰ کی جانب سے بقدرِ ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا
تا بجوشد از کرم دریائے جود
تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

۱ آدم۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا آدمُ انبئھم باسمائھم یعنی اے آدم اِن فرشتوں کو اسمار کی تعلیم دو۔ آنچناں کس۔ پہلے اشعار میں عقلی علوم والوں کی عقل کو چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اُس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلوّن۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش۔ یعنی ان لوگوں کا تعلق عالمِ سفل سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔

۲ نفسِ موشے۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اُس کو اتنی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلا ضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمین۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔ کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کیلئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔

۳ ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ ہستی۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اُسی قدر ذرائع دیدیئے جاتے ہیں۔ پس بیفزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھاتا کہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

ایں[1] گدایاں بر رہ و ہر مُبتلا
یہ فقیر اور مصیبت زدہ ، سرِ راہ

حاجتِ خود می نماید خلق را
اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

کوری و شلی و بیماری و درد
اندھاپن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف

تا ازیں حاجت بجُنبد رحمِ مرد
تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آجائے

ہیچ گوید ناں دہید اے مرداں
کوئی کہتا ہے ؟ اے لوگو ! روٹی دے دو

کہ مرا مال ست و انبار ست و خواں
کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوانِ نعمت ہے

چشم ننہادہ ست حق در کورِ مُوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں

زانکہ بے چشمے زِ بودن ہست خوش
اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا ایک لینا بھلا ہے

می تواند زیست بے چشم و بصر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتا ہے

فارغ ست از چشم اُو در خاکِ تر
وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

جز[2] بدزدی اُو بروں ناید زِ خاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے

تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
تاکہ اللہ (تعالیٰ) اُس چورپن سے اُسے پاک کردے

بعد ازاں پر یابد و مُرغے شود
اسکے بعد وہ پر حاصل کرلے اور پرندہ بنجائے

چوں ملائک جانبِ گردوں رَوَد
فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

ہر زماں در گلشنِ شکرِ خدا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں

اُو بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

کاے رہانندہ مرا از وصفِ زشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے !

اے کنندہ دوزخے[3] را تو بہشت
اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے !

می نہی در پیہ نور و روشنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کردیتا ہے

استخواں را می دہی سمع اے غنی
اے بے نیاز ! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم
اِن صفات کا جسم سے کیا تعلق ؟

چہ تعلق فہمِ اشیا را باسم
ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ ؟

لفظ چوں وکرست معنیٰ طائر ست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنیٰ پرند ہیں

جسم جُوی روحِ آبِ سائر ست
جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے

در روانی روئے آبِ جوئے فکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح ، روانی میں

نیست بے خاشاکِ خوب و زشت دگر
کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

---

[1] ایں گدایاں۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے اسکو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ ہیچ گوید۔ فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلادو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہ تھی لہٰذا اُس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔

[2] جز بدزدی۔ عالمِ ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا اُنکو نورِ بصیرت عطا کردے۔ بعد ازاں۔ جب اُنکو نورِ بصیرت حاصل ہوجائے تو اُنکی عالمِ لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں۔ پھر اُن پر اسرارِ خداوندی کھلیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔ کاے۔ یہ اُن کے نغمے ہوں گے۔

[3] دوزخے۔ یعنی برے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سننے کی قوت پیدا فرمادی۔ معانی۔ یعنی صفات بصر و سمع وغیرہ۔ باسم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں فوراً اُس سے کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّیٰ میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے، جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اِس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔ در روانی یعنی روح کی قوتِ فکریہ میں ہمیشہ اچھے

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

اُو رَوانست[1] و توگوئی واقِفست — اُو دَوانست توگوئی عاکِفست

وہ جارہی ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے — وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے

گر نہ بینی سیرِ آب از جا بجا — چیست برروے نو بنو خاشاکہا

اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے — تو کوڑا کرکٹ اُس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاکِ نو صورہائے فکر — نو بنو در میرسد اَشکالِ بکر

فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں — نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آبِ جوئے فکر اندر رَوِش — نیست بے خاشاکِ محبوب و وَحش

فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں — اچھے اور بُرے (خس ہاشاک کے بغیر نہیں ہے

قِشرہا[2] بر روئے ایں آبِ رواں — از ثمارِ باغِ غیبی شُد دواں

اس رواں پانی کی سطح پر، چھلکے — عالمِ غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قِشرہا را مغز اندر باغ جُو — زانکہ آب از باغ می آید بجُو

چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر — اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات — بنگر اندر سیرِ ایں جوئی و نبات

اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے — اس نہر اور خس وخاشاک کی روانی پر غور کرلے

آبِ جو انبہ تر آید در گذر — زُو کُند قشرِ صُوَر زُو تر گذر

نہر کا پانی جب کثرت سے گذرے — اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گزر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں — غم نہ پاید در ضمیرِ عارفاں

جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے — تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں[3] بغایت ممتلی بود و شتاب — پس نگنجد اندرو اِلّا کہ آب

جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو — تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخ و جواب گفتن مُریدِ شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مُرید کا اسکو جواب دینا

اَبلہے یک شیخ را تہمت نہاد — کو بد ست و نیست بر راہِ رشاد

ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی — کہ وہ بُرا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شاربِ خمر ست و سالوس و خبیث — مر مُریداں را کجا باشد مُغیث

شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے — تو مُریدوں کا کیا دستگیر ہوگا؟

[1] اُو رَوانست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطحِ آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اسیطرح سے روح ملارِ اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اِس کا احساس نہیں ہے۔ گر نہ بینی سطحِ آب کی روانی نئے نئے خس وخاشاک کے گذرنے سے معلوم کی جاتی ہے۔ اسی طرح روح کی قوتِ فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اُس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روحی آب بسرح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر بھی اچھے بُرے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[2] قشرہا۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں اُن چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کر وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے وہاں معارفِ غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہونگے۔ بنگر۔ لامحالہ اُس کا کوئی منبع ہے۔ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے اسی لئے اُس پر غم و غصہ کے خس وخاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔

[3] چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم و غصہ کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ طعنہ زدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ ابلہے۔ بعترض کے لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقام فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارب۔

آں یکے گفتش ادب را ہوش دار
ایک شخص نے اُس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ

خورد[1] نہ بُود ایں چنیں ظن بر کبار
بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

دُور از و دُور از اوصافِ اُو
اُس سے اور اُس کے اوصاف سے بعید ہے

کہ ز سیلے تیرہ گردد صافِ اُو
کہ اُس کا صاف پانی بہاؤ کے پانی سے مکدر ہو جائے

ایں چنیں بُہتاں مَنِہ بر اہلِ حق
اہلِ حق پر اِس طرح کا جھوٹ نہ بول

کایں خیالِ تُست برگرداں ورق
یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

ایں نباشد ور بود اے مُرغِ خاک
اے خشکی کے پرند! وہ ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو

بحرِ قُلزم را ز مُردارے چہ باک
بحرِ قلزم کو ایک مُردار سے کیا خطرہ؟

نیست دُون القلتین و حوضِ خورد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے

کش تواند قطرہ آب از کار بُرد
کہ اُسکو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے

ز آتش[2] ابراہیم را نبوَد زیاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے

ہر کہ نمرودیست گو می ترس از آں
جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اُس سے ڈرے

نفسِ نمرود ست و عقل و جاں خلیلؑ
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے

رُوح در عین ست و نفس اندر دلیل
روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

ایں[3] دلیلِ راہ رہرو را بُود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے

کو بہر دم در بیاباں گم شود
کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

واصلاں را نیست جز چشم و چراغ
(اللہ تک) پہنچ جانیوالوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے

از دلیلِ راہ شاں باشد فراغ
راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

گر دلیلے گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے

گفت بہرِ فہمِ اصحابِ جدال
تو بحث کرنیوالوں کی عقل کیلئے بیان کرتا ہے

بہرِ طفلے نو پدر تی تی کُند
نو عمر بچے کے لئے باپ تُتلاتا ہے

گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کُند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

---

[3] ایں دلیل ۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ اِن چیزوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں ۔ گر دلیل ۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ اُن کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کیلئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں ۔ بہر طفلے ۔ باپ کی زبان صاف ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تُتلا کر بات کرنے لگتا ہے ۔ بڑے سے بڑا عالم بچہ کو پڑھاتے وقت الِف خالی با کے نیچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ مُبتدی کی خاطر کہتا ہے ورنہ اُس کا مقام اِس سے بہت بلند ہے ۔

[1] خورد نہ بود ۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے ۔ کز سیلے ۔ عموماً بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے ۔ ایں نباشد ۔ تم نے جو بُرائیاں بیان کی ہیں وہ اُن میں نہ ہونگی اور اگر ہوں تو اُنکے لئے معصیت نہ سمجھی جائیگی کیونکہ روحانیت کے غلبہ کی وجہ سے اُس معصیت کو شرعی اعتبار سے اُن کے لئے معصیت نہ سمجھا جائیگا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اُس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائیگا ۔ اَلقُلّتین ۔ یعنی دو مشکے پانی جو بارہ سو رطل ہوتا ہے اگر اِس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُسمیں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ اگر اس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا ۔

[2] آتش ۔ مختلف مقامات پر اَشیاء کے اَحکام اور آثار بدل جاتے ہیں ۔ قطرہ نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکا زیادہ کو نہ بنا سکا ۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا حضرت ابراہیمؑ کو نقصان نہ پہنچا سکی ۔ نَفس ۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور بتقاضائے روح وہ گلزار ہے ۔ روح در عین ۔ روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ رُوح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں نفس اُس سے محروم ہے اور طالب دلیل ہے ۔

کم نہ گردد فضلِ اُستاد از عُلو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی
گر اَلِف چیزے ندارد گوید اُو
اگرچہ وہ کچھ بھی الف خالی ہے

از[1] پئے تعلیم آں بستہ دہن
مُنہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے
گوید اُو حُطّی و ہَوّز کَلْمَن
وہ حُطّی اور ہَوّز (اور) کَلْمَن کہتا ہے

در زبانِ اُو بباید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے
از زبانِ خود بُروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے

تا بیاموزد ز تو اُو عِلم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے
جُملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے

پس ہمہ خَلقاں چو طفلانِ وَیند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں
لازم است ایں پیر را در وقتِ پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کیلئے ضروری ہے

آں مُرید[2] شیخ بَد گوینده را
شیخ کے مُرید نے بُرا کہنے والے کو
آں بکُفر و گمرہی آگندہ را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

گفت تو خود را مَزن بر تیغِ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا
ہیں مکُن با شاہ و با سُلطاں ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا
خویش را از بیخ ہستی بَر کَند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارا ہو تاکہ
تیرہ گردد اُو زِ مُردارِ شما
تمہارے مُردار سے وہ گدلا ہو

کُفر را حدست و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے
شیخ و نورِ شیخ را نبوَد کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

پیشِ[3] بیحد ہر چہ محدود ست لاست
لا محدود کے سامنے محدود معدوم ہے
کُلّ شَیْءٍ غیرُ وَجْہِ اللّٰہِ فنا ست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

کُفر و ایماں نیست آنجائیکہ اُوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے
زانکہ اُو مغزست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

ایں فناہا پردۂ آں وَجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بن گئی ہیں
چوں چراغِ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

[1] از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔ در زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اُسی لہجہ اور زبان میں اُس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کرلیتا ہے پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو اُنکی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہیئے۔

[2] آں مرید۔ اُس معترض سے کہا جو کفر اور گمراہی سے پُر تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاقِ خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود دریا اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] پیشِ بیحد جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اُسکے اعتبار سے غیر موجود ہے۔ خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں اور مقام فنا میں پہنچ کر جبکہ ذاتِ باری سے وحدت ہو گئی تو اُس مقام پر کفر و ایمان اُنکی صفت نہیں بن سکتے۔ اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اُس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فناہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں وہ اُس کی حقیقتِ غیر فانی کیلئے پردہ ہیں اسلئے عوام اُسکو نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

پس سرِ[1] ایں تن حجابِ آں سر ست
تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے
پیشِ آں سر ایں سرِ تن کافرست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل
کیست مُردہ بیخبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بیخبر

جاں نباشد جز خبر در آزموں
آزمائش میں علم حاصل ہونے کے سوا کسی اور چیز کا جان (ثابت) نہیں ہوتی
ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما[2] از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے
از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے؟ اِس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ مَلَک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے
کو منزّہ شد ز حسِّ[3] مشترک
کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے

وز مَلَک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہلِ دل کی جان
باشد افزوں تو تحیّر را بہل
بڑھی ہوئی ہوگی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں
اِسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے
جانِ او افزوں ترست از بودِ شاں
اُنکی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

ورنہ بہتر را سجودِ دُوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا
اَمر کردن ہیچ نبوَد در خورے
حُکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لُطفِ کردگار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی
کہ گُلے سجدہ کند در پیشِ خار
کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں[4] چو افزوں شد گذشت از انتہا
جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی
شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بنگئیں

مُرغ و ماہی و پری و آدمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی
زانکہ او بیش ست ایشاں در کمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوزن گرِ دلقش شوند
مچھلیاں اُسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بنجاتی ہیں
سوزناں را رشتہا تابع بوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

---

[1] سرِ ایں تن۔ یعنی جسمانی سر اُسکے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے اِن دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اِسی لئے اِس ظاہری پر تکفیر اور لعن وطعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اُس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مُردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اُنکے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مُردہ ہے علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

[2] جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے۔ انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے۔ حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔

[3] حسِ مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں فرشتہ اُن سے بالا تر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز مَلَک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اِسی لئے آدمؑ اُنکے مسجود بنے۔ ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اللہ رحم فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گُلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔

[4] جاں چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اُنکے تابعِ فرمان ہیں اِسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بنگئیں اور اُنکی گدڑی سینے کیلئے سوئیاں لیکر نمودار ہوئیں۔

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ برلبِ دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کے قصہ کا مابقی

چوں[۱] نفاذِ امرِ شیخ آں میر دید ‌ ‌ ز آمدِ ماہی شدش وجدے پدید

جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا ‌ ‌ مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہوگیا

گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست ‌ ‌ شُہ تنے را کو لعینِ درگہ است

اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں ‌ ‌ اُس پر تُف ہے جو مردودِ بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید ‌ ‌ ما شقی زیں دولت و ایشاں سعید

مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں، ہم دور ہیں ‌ ‌ ہم اِس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب ‌ ‌ گشت دیوانہ زعشقِ فتحِ باب

اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہوگیا ‌ ‌ (اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

پس توائے ناشستہ رُو در چیستی ‌ ‌ در نزاع و در حسد با کیستی

تو، اے گندہ رُو! تو کس خیال میں ہے؟ ‌ ‌ کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

با دُمِ شیرے تو بازی می کُنی ‌ ‌ بر ملائک ترکتازی می کُنی

تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے ‌ ‌ فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

بد[۲] چہ می گوئی تو خیرِ محض را ‌ ‌ ہیں ترفع کم شُمر ایں خفض را

تو خالص خیر کو بُرا کیوں کہہ رہا ہے؟ ‌ ‌ خبردار! اِس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

بد چہ باشد مسِ محتاجِ مہاں ‌ ‌ شیخ کہ بُود کیمیائے بیکراں

بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ ‌ ‌ شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا

مس اگر از کیمیا قابل نہ بُد ‌ ‌ کیمیا از مس ہرگز مس نہ شُد

اگر تانبا، کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا ‌ ‌ تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

بد[۳] چہ باشد سرکشِ آتش عمل ‌ ‌ شیخ کہ بُود عینِ دریائے ازل

بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا ‌ ‌ شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہٖ ازلی دریا

بد کہ باشد ظالمِ ظلمت فزا ‌ ‌ شیخ کہ بُود عکسِ انوارِ خدا

بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانیوالا ظالم ‌ ‌ شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو

بد چہ باشد آتشِ پُر دود و سوز ‌ ‌ شیخ آبِ کوثرے اندر تموز

بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ ‌ ‌ شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

[۱] چوں نفاذ۔ جب اُس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیمؒ کے تابعِ فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی اُن کی سوئی لائی تو اُس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گفت۔ اُس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہارِ افسوس کیا کیونکہ اُس کے دل میں پہلے وسوسہ آچکا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کرلینے پر متعجب تھا۔ فتحِ باب۔ چونکہ اُس پر اسرار کا دروازہ کُھل گیا اُسکے عشق میں دیوانہ ہوگیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ با دُمِ شیرے۔ شیر کی دُم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائیگا۔

[۲] بد چہ می گوئی۔ اُس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو مجسّم نیکی تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا۔ خفض پستی۔ بد چہ بود۔ بد تو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا محتاج ہے جو کہ کیمیا کی طرح ہے۔ مس۔ اگر کوئی مُرید فیض نہ حاصل کرے تو اُس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا، تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

[۳] بد چہ باشد جس کے جہنمی اعمال ہیں وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد، ظالم اور ظلمت افزا ہے شیخ خدائی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے تقریباً ساون میں آتا ہے۔

۱ دائم آتش را بترسانند ز آب — آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں — شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رُخِ مہ عیب بینی می کُنی — در بہشتے خار چینی می کُنی
تو چاند کے رُخ میں عیب بینی کر رہا ہے — بہشت میں کانٹے چُن رہا ہے

۲ گر بہشت اندر روی اے خار جُو — ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اے کانٹے تلاش کرنیوالے! اگر تو بہشت میں جائیگا — اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتابے اندر گِلے — رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے — چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں — بہرِ خُفّاشے کجا گردد نہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے — چمگادڑ کے لئے کہاں چُھپ جائے؟

عَیبہا از رَدِّ پیراں عیب شُد — غیبہا از رشکِ پیراں غیب شُد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بنگئے — (اسرار) غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بنگئے

بس ہُنر از رَدِّ آنہا عیب شُد — بس یقیں کز رشکِ ایشاں ریب شُد
بہت سے ہنر ہیں جو انکی ناپسندیدگی کیوجہ سے عیب بنگئے — بہت سے یقین ہیں جو انکے رشک کیوجہ سے مشکوک ہوگئے

۳ بارے از دوری ز خدمت یار باش — در ندامت چابک و پُر کار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بنجا — ندامت میں چُست اور کارآمد بن جا

تا ازاں راہت نسیمے می رسد — آبِ رحمت را چہ بندی از حسد
تاکہ اُس راستے سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے — حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جُنباں تو دُم — حَیثُمَا کُنتُم فَوَلُّوا وُجُوھَکُم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دُم ہلا — تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُسکی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گِل فتد از گام تیز — دُم بدم جُنبد برائے عزمِ خیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے — اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کُند بہرِ باش — داند او کہ نیست آں جائے معاش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے — وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

---

۱ دائم۔ بد جبکہ آگ ہے اور شیخ آبِ کوثر تو آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ در رخِ مہ۔ شیخ آفتاب ہے اُسمیں کوئی عیب نہیں ہے۔ بہشت میں کانٹے کی تلاش سعیِ لاحاصل ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔

۲ گر بہشت۔ اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اُس کا وجود کانٹا ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنیوالا خود عیب دار ہے۔ آفتاب۔ یعنی شیخ۔ گل۔ یعنی عیوب۔ بدر کامل یعنی شیخ۔ خفاش۔ چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جو۔ عیبہا۔ عیوب بھی عیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو شیوخ نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ غیبہا۔ اسرار غیبی اسی وجہ سے غیب ہیں کہ اُن کو شیوخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔ بس ہنر۔ جس ہنر کو شیوخ پسند نہ کریں وہ ہنر نہیں ہے۔ جس یقین کو شیوخ یقین نہ سمجھیں وہ شک ہے۔

۳ بارے۔ آخر کار۔ ندامت۔ یعنی اب تک دربارِ شیخ پہنچنے کی شرمندگی۔ آبِ رحمت۔ حسد کی وجہ سے اُنکے فیضان سے محروم نہ بن۔ می جنباں تو دُم۔ تو دُم ہلا یعنی محبت کر۔ حیثما کنتم۔ جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دُور سے بھی اُس طرف رُخ کرکے نماز پڑھ لی جاتی ہو اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے اُس کی طرف دور سے بھی رُخ کرنے سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے۔ گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اُس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیا داری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اُس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حسِ[1] تو از حسِ خر کمتر بُدست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے
کہ دلِ تو زیں وَحلہا بر نجست
کہ تیرا دل اِن کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

در وَحل تاویل رخصت می کُنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے
چوں نمی خواہی کزاں دل بر کَنی
چونکہ نہیں چاہتا کہ اُس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں
حق نگیرد عاجزے را از کَرم
اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کیا کرتا

اے[2] جو کفتاری گرفتارِ فجور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے
ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں سمجھتا ہے

می بگویند اندروں کفتار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجو اندر نہیں ہے
از بروں جوئید کاندر غار نیست
باہر تلاش کرو، کیونکہ غار میں نہیں ہے

نیست در سوراخ کفتار اے پدر
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے
رفت تا زاں اُو بسُوئے آبخور
وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
یہ کہتے ہیں اور اُس کو پھانس لیتے ہیں
اُو ہمی گوید ز من کے آگہند
وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟

گر ز من آگاہ بودے ایں عدو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے
کے ندا کردے کہ ایں کفتار کو
تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟

تا کہ بر بندند و بیرونش کُنند
تاکہ باندھ لیں اور اُس کو باہر نکال لیں
غافل آں کفتار از ایں ریشخند
بجو اِس مذاق سے غافل ہے

دعویٰ[3] کردنِ آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد
ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری

بگناہ و جواب گفتنِ شعیبؑ اُورا
گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اُس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہدِ شعیبؑ
(حضرت) شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا
کہ خدا از من بسے دیدست عیب
کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جُرمہا
اُس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں
وز کرم یزداں نمی گیرد مَرا
اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے۔

[1] حسِ تو۔ بدعمل اگر بداعمالی سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ در وحل۔ بعض بد اعمال اور کوتاہ عمل اپنی مجبوری کا اظہار کر کے اپنے آپ کو مُضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے یہ اُن کا نہایت غلط خیال ہے۔

[2] اے جو کفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اُس کے گناہوں پر خدا اُس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اُس کو اُس بجو سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرزِ عمل سے دھوکے میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ می بگویند مشہور ہے کہ شکاری بجو کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بجو کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور در اصل بجو کو دھوکا دینے کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بجو اُن کی گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریشخند۔ مذاق۔

[3] دعویٰ کردن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اُس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

حق[1] تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ — در جوابِ او فصیح از راہِ غیب

اللہ تعالےٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا — صاف صاف جواب غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ — وز کرم نگرفت در جُرمم اِلٰہ

کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں — اور خدا نے کرم سے جُرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ — اے رہا کردہ رَہ و بگرفتہ تیہ

اے بیوقوف! تو اُلٹی اور بالعکس بات کہتا ہے — اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کئے ہوئے!

چند چندت گیرم و تو بے خبر — در سلاسل ماندہٗ پا تا بہ سَر

میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بےخبر ہے — پیر سے سَر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگِ[2] تو بر توت اے دیگِ سیاہ — کرد سیمائے درونت را تباہ

اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے — تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگار ہا — جمع شد تا کور شد ز اَسرار ہا

تیرے دل پر زنگوں پر زنگ — جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اَسرار سے اندھا ہو گیا

گر زند آں دود بر دیگِ نوے — آں اثر بنماید ار باشد جوے

اگر نئی دیگ پر دُھواں لگے — وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جَو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود — بر سفیدی آں سیہ رُسوا شود

کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے — سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیرِ دُود — بعد ازاں بر وے کہ بیند اے عنود

جب دیگ کالی ہو گئی تو دُھویں کی تاثیر — اے سَرکش! اِس کے بعد اِس پر کون دیکھتا ہے؟

مردِ[3] آہنگر کہ اُو زنگی بُوَد — دود را با روئش ہم رنگی بُوَد

جو لوہار حبشی ہو — دھواں اُس کے چہرے کے ہم رنگ ہوتا ہے

مردِ رُومی کو کُند آہنگری — رویش ابلق گردد از دود آوری

رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے — دھواں دینے سے اُس کا چہرہ چتکبرا ہو جائیگا

پس نداند زود تاثیرِ گناہ — تا بنالد زود گوید اے اِلٰہ

تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے — تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چوں کُند اصرار و بد پیشہ کُند — خاک اندر چشمِ اندیشہ کُند

جب اِصرار کرتا ہے اور بُرائی کو پیشہ بنا لیتا ہے — تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

---

[1] حق تعالےٰ۔ اللہ (تعالےٰ) نے بطور وحی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا عکس می گوئی یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے گرفتار ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رَہ۔ یعنی راہِ ہدایت۔ تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس اُس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل بسلسلہ کی جمع ہے از زنجیر۔

[2] زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اُسپر گرفت کا احساس نہیں رہتا اِس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ گر زند۔ نئی دیگ پر دھویں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھواں جم چکا ہو وہاں اثر نمود نہیں ہوتا۔

[3] مردِ آہنگر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اُس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے دھویں کا اثر نمودار نہ ہو گا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے اُس کے چہرے پر دھویں کے دھبے نمودار ہوں گے۔ پس نداند۔ جب اُسکو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئیگا۔ اصرار جما دَ۔ خاک۔ اب اُس کو گناہ گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

توبہ[1] نندیشد دگر شیریں شود — بردلش آں جرم تا بیدیں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے پھر میٹھا بن جاتا ہے — اسکے دل پر وہ گناہ یہانتک کر وہ بیدین بنجاتا ہے
آں پشیمانی و یارب رفت ازو — شست بر آئینہ زنگ شصت تو
اُس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا — ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا
آہنش را زنگہا خوردن گرفت — گوہرش را زنگ کم کردن گرفت
اُس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا — اسکے جوہر کا زنگ کم کرنا شروع کر دیا
چوں نویسی کاغذِ اسپید بر — آں نبشتہ خواندہ آید در نظر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے — وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے
چوں نویسی بر سرِ بنوشتہ خط — فہم ناید خواندنش گردد[2] غلط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے — سمجھ میں نہیں آتا ہے اُس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے
کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد — ہر دو خط شد کور و معنی رُو نداد
اِسلئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی — دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنیٰ غائب ہو گئے
ور سوم بارہ نویسی بر سرش — پس سیہ کردی چو جانِ کافرش
اور اگر اُس پر تو تیسری بار لکھے — تو تُو نے کافر کی جان کی طرح اُسکو بالکل کالا کر دیا
پس چہ چارہ جز پناہِ چارہ گر — نا اُمیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟ — نا اُمیدی تانبا ہے اور اُس کی نظر اکسیر ہے
نا امیدیہا بہ پیشِ اُو نہید — تا ز دردِ بے دوا بیروں جہید
نا اُمیدیوں کو اُس کے سامنے رکھو — تاکہ لاعلاج درد سے نکل سکو
چوں[3] شعیبؑ ایں نکتہا با وے بگفت — زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس سے کہے — اُس روحانی پھونک سے اُسکے دل میں پھول کھلا
جانِ اُو بشنید وحیِ آسماں — گفت اگر بگرفت ما را کو نشاں
اُس کی جان نے آسمانی وحی سُنی — بولا، اگر اُس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟
گفت یارب دفعِ من می گوید اُو — آں گرفتن را نشاں می جوید اُو
اُن (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے — اُس گرفت کی علامت چاہتا ہے
گفت ستارم نگویم رازہاش — جز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اُسکے راز نہیں بتاتا ہوں — سوائے ایک اشارے کے اُسکی آزمائش کیلئے

[1] توبہ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ پشیمانی یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ شست۔ نشست کا مخفف ہے۔ آہنش۔ دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کر دیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہو جاتا ہے۔ چوں نویسی سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر نہ آئے گی لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر نہ معلوم ہوگا۔ یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے۔ بار بار گناہ کرتا ہے تو اُس کا اثر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔

[2] گردد غلط لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔ ہر دو خط پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائیگی نہ اُنکے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جانِ کافر۔ کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے معصیت کار کی حالت بڑی خطرناک ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظرِ کرم اصلاح کر سکتی ہے۔ نا امیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربارِ خداوندی میں پیش کرکے اصلاحِ حال کی دعا کرے۔

[3] چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اُس گنہگار نے سُنی تو اُسکے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔

گفت لیکن پھر بھی گناہ پر خدا کی گرفت کی نشانی مانگنے لگا۔ ستار۔ پردہ پوش۔ رمز۔ اشارہ۔ ابتلا۔ آزمائش۔

یک[1] نشان آنکہ می گیرم وُرا — آنکہ طاعت دارد از صوم و دُعا
اِس کی علامت کہ میں اُس کو پکڑتا ہوں ایک — یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے

وز نماز و از زکوٰۃ و غیرِ آں — لیک یک ذرّہ ندارد ذوقِ جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی — لیکن، روح کے ذوق کا ایک ذرّہ نہیں رکھتا ہے

می کُند طاعات و افعالِ سَنی — لیک یک ذرّہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے — لیکن ایک ذرّہ لُطف نہیں پاتا ہے

طاعتش نغز ست و معنیٰ نغز نے — جوزہا بسیار و در وے مغز نے
اُسکی (ظاہری) عبادات اچھی ہیں اور روح کی (عبادات) اچھی نہیں ہے — اخروٹ بہت ہیں اُن میں گری نہیں ہے

ذوق[2] باید تا دہد طاعات بر — مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیئے تاکہ عبادات پھل دیں — گری چاہیئے تاکہ دانہ درخت اُگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال — صورتِ بیجاں نباشد جز خیال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟ — بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیبؑ ایں نکتہا بر وے بخواند — از تفکّر ہمچو خر در گل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس کو سنائے — سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کیطرح رہ گیا

بقیہ قصّہ طعنہ زدن آں مردِ بیگانہ بر شیخ و جوابِ مُرید اُورا

اُس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اُس کو مرید کے جواب دینے کے قصّہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ — کژ نگر باشد ہمیشہ چشمِ کاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا — بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم[3] بر حالِ زشتِ اُو گواہ — خمر خوار ست و بد و کارش تباہ
کہ میں اُس کی بُری حالت کا گواہ ہوں — شرابی ہے اور بُرا ہے اور اُس کا کام برباد ہے

کہ منش دیدم میانِ مجلسے — اُو ز تقویٰ عاری ست و مُفلسے
کہ میں نے اُس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے — وہ پرہیزگاری سے خالی اور مُفلس ہے

ور کہ باور نیست خیز امشباں — تا بہ بینی فسقِ شیخت را عیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اُٹھ — تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببردش بر سرِ یک روزنے — گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اُسے ایک روشندان پر لے گیا — بولا، دیکھ فسق اور مزے اُڑانا

---

[1] یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لُطفِ عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی، لذّت۔ طاعتش یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اُس کے مغز اور روح سے محروم ہے اور اُسکی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

[2] ذوق باید۔ جب تک ذوقِ عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اُس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورتِ بے جان۔ بے جان تصویر۔ می لائید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس۔ کاژ۔ بھینگا۔

[3] کہ منم معترض نے کہا میں اُس شیخ کی بدچلنی کا گواہ ہوں وہ شرابی اور بُرا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل میں۔ مُفلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ور کہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔ روزنے۔ یعنی اُس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔

بنگر آں سالوسِ[1] روز و فسقِ شب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق

روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب

روز عبد اللہ اُو را گشتہ نام
دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا

شب نعوذ باللہ و در دست جام
رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام

دید شیشہ در کفِ آں پیر پُر
اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا

گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں

دیو می میزد بجِدّ ہر دم شتاب
شیطان کوشش کرکے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے

گفت[2] جامم را چناں پُر کردہ اند
اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو اُنھوں نے اِتنا بھر دیا ہے

کاندرو اندر نگنجد یک سپند
کہ اُس کے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرّہ
دیکھ اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے

ایں سخن را کژ شنیدہ غرّہ
بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

جامِ ظاہر خمرِ ظاہر نیست ایں
یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے

دُور دار ایں راز شیخِ غیب بیں
غیب بین شیخ کو اُس سے دُور رکھ

جامِ مے ہستیٔ شیخ ست اے فلیو
اے بیہودہ! جامِ شراب، شیخ کا وجود ہے

کاندرو ناید نہ گنجد بولِ دیو
کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سما سکتا ہے

پُر[3] و مالامال از نورِ حق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نُور سے پُر اور مالامال ہے

جامِ تن بشکست و نورِ مطلق ست
جسم کا جام شکستہ ہوگیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے

او ہماں نور ست نپذیرد خبث
وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب

ہیں بزیر آ منکرا بنگر بوے
خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے

آمد و دید انگبینِ خاص بود
وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا

کور شد آں دشمنِ کور و کبود
وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہوگیا

بزیر آ۔ چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں۔ دید۔ یعنی اُس کے ہاتھ میں شراب نہ تھی بلکہ خالص شہد تھا۔

[1] سالوس روز۔ دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسقِ شب۔ یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں۔ یعنی دن میں سنّتِ نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبد اللہ۔ یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ۔ یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غر۔ دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی۔ تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا کہ میرا جام اِس قدر پُر ہے کہ اُس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سپند۔ حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ۔ یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ صحیح نہ سمجھا۔ شیخ نے جام سے جامِ شراب مراد نہ لیا تھا بلکہ جامِ مے سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو۔ بوزن نشیب، احمق بیہودہ۔ ایدر۔ بوزن دیگر، ایں جا، اکنوں۔

[3] پُر۔ پورا جسم نورِ حق سے پُر ہے اُس میں شیطان کے افراط کی گنجائش نہیں ہے۔ جامِ تن۔ بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید۔ جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی گندگی اور مقام اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے سورج کا نور اگر کوڑی پر پڑے تو اُس سے وہ نجس ہوگا۔

گفت[1] پیر آں دم مُریدِ خویش را
اُس وقت پیر نے اپنے مُرید سے کہا
رَو برائے من بجو مے اے کیا
ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنج ست مُضطر گشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں
من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک
مجبوری میں ہر مُردار پاک ہے
بر سَرِ مُنکر ز لعنت باد خاک
مُنکر کے سَر پر لعنت کی خاک ہو

گرد خمخانہ بر آمد آں مرید
وہ مُرید شراب خانہ کی جانب گیا
بہرِ شیخ از ہر خُمے او مے چشید
اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خُمخانہا او مے ندید
اُس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی
گشتہ بُد پُر از عسل خُمِّ نبیذ
شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت[2] اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟
ہیچ خُمّے در نمی بینم عُقار
میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے
چشم گریاں دست بر سَر می زدند
روتے ہوئے سَروں کو پیٹتے تھے

در خرابات آمدی شیخِ اجل
کہ اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے
جملہ مےہا از قدومت شد عسل
آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں

کردہ مے را تو مبدّل از حدث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا
جانِ ما را ہم بدل کن از خبث
ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود[3] عالم پُر از خون مال مال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے
کے خورد بندہ خدا الّا حلال
اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتنِ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مصلّٰی بہر جا کہ میروی نماز میکنی
بے مصلّے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں

عائشہ رضؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت
ایک دن (حضرت) عائشہ رضؓ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا
یارسول اللہ تو پیدا و نہفت
یارسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

---

[1] گفت۔ شیخ نے اپنے مرید کی بدگمانی دُور کرنے کے لئے اُس سے کہا۔ کہ مرا رنج یعنی میری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مُضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کیلئے حرام چیز کھالینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ قرآنِ پاک میں فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اُس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھالے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ مُنکر۔ یعنی جو اِس جواز کا انکار کرے۔ پُر از عسل۔ یعنی ہر مٹکا بجائے شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا۔

[2] گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عُقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اِس کرامت سے شرابی متاثر ہو گئے۔ خرابات۔ میخانہ۔ مبدّل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔

[3] گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کیلئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔ آئندہ حکایت کا بھی یہی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کیلئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے مصلّٰی۔ یعنی زمین پر آپ کچھ

بچھائے بغیر نماز پڑھ لیتے ہیں

هر کجا یابی نمازے می کنی — می روی در خانۂ ناپاک و دنیٔ[1]

جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں — آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلیٰ می گذاری تو نماز — ہر کجا روئے زمیں بکشای راز

بغیر مصلّے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں — جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائیے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفلِ پلید — کرد مستعمل بہر جا کہ رسید

اگرچہ آپ جانتے ہیں، کہ ہر ناپاک بچہ — جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

گفت پیغمبر کہ از بہر مہاں — حق نجس را پاک کرد ایں را بداں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کیلئے — اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے، اسکو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لطفِ حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق

اسلئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو — ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترکِ حسد کن با شہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے — ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

کو[2] اگر زہرے خورد شہدے شود — تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائیگا — تو اگر شہد کھائے، زہر ہوگا

کو بدل گشت و بدل شد کارِ او — لطف گشت و نور شد مر نارِ او

کیونکہ وہ بدل گیا اور اس کا کام بدل گیا — وہ محبت بن گیا، اس کی آگ نور بن گئی ہے

قوتِ حق بود مر بابیل را — ورنہ مرغے چوں کشد مر پیل را

ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی — ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مرغکے چندے شکست — تا بدانی کاں صلابت[3] از حق است

بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل — رو بخواں تو سورۂ اصحابِ فیل

اگر تجھے اس سلسلہ میں شک ہو — جا، تو اصحابِ فیل کی سورۃ پڑھ لے

ور کنی با او مرے و ہمسری — کافرم داں گر تو زیشاں سر بری

اگر تو اس سے جھگڑا اور برابری کرے گا — مجھے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

کشیدن موش مہارِ اشترے را و معجب شدن موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آجانا

---

[1] دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں۔ مہاں۔ بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا "ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور باعثِ پاکی بنا دی گئی ہے" یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں زمین سے تیمم کر لینا تیرے لئے پاکی ہے۔

[2] کو اگر۔ خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھائے تو خدا اس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِھِمْ حَسَنٰتٍ کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر۔ ایک گنہگار کا نماز روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔ قوتِ حق۔ اللہ تعالٰے اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پرتو ڈال دیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دیدیتا۔

[3] صلابت۔ سختی۔ سورہ۔ سورۃ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ ور کنی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ معجب۔ متکبر۔

موشکے در کف مہارِ اشترے | در ربود و شد رواں اُو از مرے[1]
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں | لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چُستی کہ با اُو شد رواں | موش غرّہ شد کہ ہستم پہلواں
جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا | چوہے کو گھمنڈ ہو گیا، کہ میں پہلوان ہوں

بر شتر زد پر توِ اندیشہ اش | گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا | اُس نے کہا تو خوش رہ میں تجھے دکھاؤں گا

تا بیامد بر لبِ جوئے بزرگ | کاندرو گشتے زبوں پیلِ سترگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا | جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آجائے

موش آنجا ایستاد و خشک گشت | گفت اشتر اے رفیقِ کوہ و دشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا | اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!

ایں توقف چیست حیرانی چرا | پا بنہ مردانہ اندر جو درآ
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟ | بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آجا

تو قلاووزی[2] و پیش آہنگِ من | در میانِ رہ مباش و تن مزن
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے | راستہ میں نہ رُک اور چُپ نہ ہو

گفت ایں جوئے شگرف است و عمیق | من ہمی ترسم ز غرقاب اے رفیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے | اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں

گفت اشتر تا ببینم حدِّ آب | پا دروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگاؤں | اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا

گفت تا زانوست آب اے کور موش | از چہ حیراں گشتی و رفتی ز ہوش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے | تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا

گفت[3] مورِ تست مارا اژدہاست | کز زانو تا بہ زانو فرقہاست
(چوہے نے) کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے | اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے

گر ترا تا زانوست اے پُر ہنر | مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سر
اے ہنرمند! اگر تیری ران تک ہے | تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے

گفت گُستاخی مکن بارِ دگر | تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا | کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان جل جائے

[1] مرے۔ مقابلہ، جھگڑا۔ پہلواں۔ یعنی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو قابو میں کر رکھا ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تا بیامد۔ ایسی نہر آگئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے۔ خشک گشت۔ یعنی نہر کے ڈر سے۔ توقف۔ ٹھہراؤ۔

[2] قلاووز۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ ہو۔ شگرف۔ عجیب و غریب، خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔ حدِ آب یعنی پانی کی گہرائی۔ کور موش۔ اندھا چوہا، چھچھوندر۔

[3] گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرقِ سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی۔ یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

تو مرے باشِل خود موشاں بکُن — باشتر مر موش را نبُود سخن
تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر — چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے

گفت توبہ کردم از بہرِ خدا — بگذراں زیں آبِ مُہلک مر مرا
اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی، خدا کیلئے — اِس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں — برجہ[1] و بر گردبانِ من نشیں
اونٹ کو رحم آگیا، بولا، ہاں — کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شُد مُسلّم مر مرا — بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا یقینی ہے — تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ — تا رسی از چاہ روزے سُوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر — تاکہ کسی دن کنویں سے نکل کر مرتبہ پر پہنچ جائے

تو رعیّت باش چوں سلطان نۂ — تگ مراں چوں مردِ کشتیبان نۂ
تو رعیّت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے — گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملّاح نہیں ہے

چوں[2] نۂ کامل دُکاں تنہا مگیر — دستِ خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دُکان نہ کر — تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ آزادیت ناید بندہ باش — ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا — خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی میں رہ

اَنصِتُوا را گوش کُن خاموش باش — چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سُن، چُپ رہ — جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بنجا

ور[3] بگوئی مُشکل اِستفسار گو — با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اِشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر — شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت است — راسخیِ شہوتت از عادت است
تکبّر اور کینہ کی ابتدا خواہشِ نفسانی سے ہے — خواہشِ نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشت محکم خوئے بد — خشم آید بر کسے کِت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بُری عادت پختہ ہو جائے — تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

انسان ان بُرائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اِس خواہش میں جماؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ خشم۔ اب اگر کوئی اُس بُرائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔

[1] برجہ۔ جہیدن بمعنی کودنا سے بنا ہے۔ گردباں۔ پالان، جھول۔ مسلّم۔ تسلیم شدہ، یقینی۔ چوں پیمبر۔ جب انسان میں صلاحیت نہ ہو تو صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو رعیّت باش انسان کو اپنی حیثیت میں رہنا چاہیے۔ تگ مراں۔ اگر کشتی بانی کی صلاحیت نہیں ہے تو کشتی کنارے کنارے لے جانی چاہیئے گہرائی میں نہ لے جانی چاہیئے۔

[2] چوں نۂ۔ جب تک تجارت میں مہارت نہ ہو مستقل دکان نہ کرنی چاہیئے ورنہ نقصان ہوگا۔ دستِ خوش۔ تابع، مُطیع، عاجز۔ خمیر۔ آٹے میں جب خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ آزادانہ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیئے۔ اطلس۔ مشہور ریشمیں کپڑا ہے۔ ژندہ۔ گدڑی، غرضیکہ جب تک کمال حاصل نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ انصتوا قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنتا رہ۔

[3] ور بگوئی۔ اگر کوئی اشکال پیش آئے تو معترضانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کرے۔ ابتدا۔ انسان بزرگوں سے ہمسری تکبّر کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور اس قسم کی بُرائیاں نفس کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جب

چونکہ تو گلخوار[1] گشتی ہر کہ او — واکشد از گل ترا باشد عدو

چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی — تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا

بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند — مانعانِ راہِ خود را دشمن اند

بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں — اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد ابلیس خو با سروری — دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری

چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا — گدھے پن سے اس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سرورے دیگر بود — تا کہ او مسجودِ چوں من کس شود

مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہوگا؟ — تاکہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سروری زہر ست جز آں روح را — کو بود تریاقِ لانی ز ابتدا

اس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے — جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مار شد باکے مدار — کو بود اندر دروں تریاق زار

پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پرواہ نہ کر — کیونکہ اس میں تریاق زار ہوتا ہے

سروری چوں شد دماغت را ندیم — ہر کہ بشکستت شود خصمِ عظیم

سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی — جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہوگا

چوں[2] خلافِ خوئے تو گوید کسے — کینہا خیزد ترا با او بسے

جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے — تجھ میں اس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

کہ مرا از خوئے من بر میکند — خویش بر من میر و سرور میکند

کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے — اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں[3] نباشد خوئے بد سرکش درو — کے فروزد از خلاف آتش درو

اس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو — تو مخالفت کی آگ اس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ — کے شود اندر خلاف آتشکدہ

جب اس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو — تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مخالف او مدارا می کند — در دلِ او خویش را جا می کند

وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے — اس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خوئے بد بگشتت استوار — مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار

کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے — نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گئی ہے

---

[1] گلخوار: مٹی کھانے والا۔ چونکہ کرد: شیطان کو سرداری کی عادت پڑ گئی تھی اس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سروری: سرداری۔ زہر ست: حبِ جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاقِ لانی: لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ: اولیاء اللہ کے پاس تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ ان پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم: ہم مجلس، ساتھی۔ خصمِ عظیم: بڑا دشمن۔

[2] چوں خلاف: جب کوئی کسی عادت کے خلاف اس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔

[3] چوں نباشد: اگر انسان میں بری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔ محکم: مضبوط۔ مدارا: خاطر تواضع۔ زانکہ: غصہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بری عادت مستحکم ہو گئی ہے۔ مور: یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار: یعنی مہلک نفسانی خواہش۔

مارِ شہوت[1] را بکُش در ابتدا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال
ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا

لیک ہر کس مُور بیند مارِ خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے
تو ز صاحبدل کُن استفسارِ خویش
تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کرلے

زابتدا ایں مارِ شہوت را بکُش
نفسانی خواہش کے اِس سانپ کو شروع میں ہی مار ڈال
ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہُش
ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بنجائے گا

تا نہ شد[2] زر مس نداند من مِسم
جبتک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں
تا نہ شد شہ دل نداند مُفلسم
جبتک دل شاہ نہ بنجائے وہ نہیں جانتا کہ میں مُفلس ہوں

خدمتِ اکسیر کُن مس وار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر
جَور می کش اے دل از دلدار تو
اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر

کیست دلدار اہلِ دل نیکو بداں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہلِ دل ہے،
کو چو روز و شب جہاں نست از جہاں
جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے

عیب کم گو بندۂ اللہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر
مُتّہم کم کُن بدزدی شاہ را
بادشاہ کو چوری کا الزام نہ لگا

ورنہ[3] باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بنجائے گا
پس روِ ہر دیو باشی مُتّہاں
اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بنجائے گا

کراماتِ آں درویش کہ در کشتی بُدزدیش مُتّہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درونِ کشتئے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا
ساختہ از رختِ مردی پشتئے
جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یاوہ شد ہمیانِ زر او خفتہ بود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہوگئی، وہ سویا ہوا تھا
جملہ را جُستند او را ہم نمود
اُنھوں نے سب کی تلاشی لی اُس (مالک) نے (اُس) سوئے ہوئے درویش کو بھی دکھایا

کیں فقیرِ خفتہ را جوئیم ہم
اِس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں
کرد بیدارش زغم صاحب درم
اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اُسکو بھی بیدار کیا

کاندریں کشتی چرمداں گُم شدہ است
کہ اِس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہوگئی ہے
جملہ را جستیم نتوانی تو رست
ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو بھی (نہ چھوٹ سکیگا

---

[1] مارِ شہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتداءً دبا دینا چاہیئے ورنہ خطرناک صورت اختیار کرلیتی ہے۔ لیک۔ لیکن عیبدار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو ز صاحبدل۔ کسی شیخ سے اِس رذیلہ کا انجام دریافت کرلے۔

[2] تا نہ شد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تا نہ شد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمتِ اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے وہ اکسیر ہے تو اُسکے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھریگا تو حقیر ترین بن جائیگا شیطان کا تابع ہو جائیگا۔ کرامات۔ اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رختِ مردی۔ اُس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یاوہ۔ گم، ضائع۔ او را یعنی مالک نے اُس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب درم یعنی جسکی اشرفیاں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں چمڑے کی تھیلی یعنی ہمیانی۔ جملہ جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق
گدڑی اُتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا
تا ز تو فارغ شود اوہام[1] خلق
تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یارب مر غلامت را خساں
اُس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے
متہم کردند فرماں در رساں
متہم کیا، حکم فرما دے

یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!
یَا مُعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ
اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!
یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَۃٍ
اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دل درویش زاں
جب اُس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی
سر بروں کردند ہر سو در زماں
فوراً ہر جانب سے سر نکالا

ماہیانِ بے حد از دریا ژرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے
در دہانِ ہر یکے دُرِ شگرف
ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے
در دہانِ ہر یکے دُرے چہ دُر
ہر ایک کے منہ میں موتی، کیسا اچھا موتی

ہر یکے[2] دُرِ خراجِ مملکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی
کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے
کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرِ چند انداخت در کشتی و جست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی
مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر
او فرازِ اوج و کشتی اش بہ پیش
وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اُسکے آگے

گفت[3] او کشتی شمارا حق مرا
اُس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے میرا خدا ہے
تا نباشد با شما دزدِ گدا
تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو
من خوشم جفتِ حق و از خلق طاق
میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

نے مرا او تہمتِ دزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے
نے مہارم را بغمازے دہد
نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

---

[1] اوہام خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں۔ کوئی حکم جاری فرما دے۔ غیاث۔ مدد۔ کربۃ۔ مصیبت۔ معاذ۔ جائے پناہ۔ مجیب۔ جواب دینے والا۔ ملاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُر۔ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ دُرے چہ دُر یعنی عجیب و غریب موتی۔

[2] ہر یکے۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کی برابر تھی چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا اسلئے خود بھی بے مثل تھا۔ دُرِ چند۔ درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کی طرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ فراز۔ اونچائی۔ اوج۔ بلندی۔

[3] گفت۔ ہوا میں معلق ہو کر اُس فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم مجھ چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تا کرا۔ اب دیکھنا ہے کہ جدائی تمہارے لئے مضر ہے یا میرے لئے۔ اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہے اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔ نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت دھرتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ غماز۔ چغلخور۔

بانگ کردند اہلِ کشتی کاے ہمام[1] | از چہ دادندت چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ! | تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر | وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے | اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیمِ شہاں | کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے | کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا

آں فقیرانِ[2] لطیف و خوش نفس | کز پئے تعظیمِ شاں آمد عبس
وہ پاکیزہ، اور نیک دم فقیر | جنکی تعظیم کیلئے سورۂ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہرِ پیچا پیچ نیست | بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے | بلکہ اسلئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

متّہم چوں دارم آنہارا کہ حق | کرد امینِ مخزنِ ہفتم طبق
میں ان کو کیسے متّہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے | ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

متّہم نفس ست نے عقلِ شریف | متّہم حس ست نے نورِ لطیف
متّہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل | متّہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفسِ[3] سوفسطائی آمد میزنش | کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سوفسطائی ہے اسکی سرزنش کر | کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں | بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے، اس وقت منور ہو جاتا ہے | اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

ور حقیقت بود آں دیدِ عجب | چوں مقیمِ چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا | تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

ایں مقیمِ چشمِ پاکاں می بود | نے قرینِ چشمِ حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے | حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قائل ہو جائیں گے۔ معجزہ۔ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہیئے تھا حضرت موسیٰ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہیئے تھا۔ ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز انمیں نہیں ٹھہرتی ہے پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنوئیں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

1. مقام۔ سردار، بزرگ، عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا۔ یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔

2. آں فقیراں۔ جن فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورؐ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔ عبس۔ آنحضورؐ سرداران قریش سے گفتگو فرمارہے تھے اس اثناء میں عبداللہ بن ابن مکتومؓ نابینا آگئے اور کچھ سوال کر بیٹھے آنحضورؐ کو ناگوار گزرا اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری صرف تعلق مع اللہ کے لئے ہے لوگوں کو پھنسانے کیلئے۔ کرد امیں جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو ان پر چوری کی تہمت کیسی۔ متّہم یہ بزرگ مجسّم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔

3. نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے۔ ان میں سے لاادریہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ان کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ ان

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ — کے بود طاؤس اندر چاہِ تنگ

کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اِس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے — مور، تنگ کنوئیں میں کب رہتا ہے؟

تانگوئی[1] مر مرا بسیار گو — من ز صد یک گویم وآں ہمچو مُو

تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ — میں سو میں سے ایک کہتا ہوں (اور) وہ (بھی) بال برابر

تشنیعِ صوفیاں پیشِ شیخ براں صوفی کہ بسیار می گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اُس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند — پیشِ شیخِ خانقاہے آمدند

صوفیوں نے ایک صوفی کی بُرائی کی — (اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جانِ ما — تو ازیں صوفی بجُواے پیشوا

شیخ سے کہا، ہمارا انصاف — اِس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں — گفت ایں صوفی سہ خو[2] دارد گراں

اُس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟ — ایک نے کہا، یہ صوفی تین بُری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس — در خورش افزوں خورد از بست کس

بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے — کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف — صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف

اگر سو جائے تو اصحابِ کہف کی طرح ہے — صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رُو آورد سُوئے آں فقیر — کہ زہر حالیکہ ہست اوساط گیر

شیخ نے اُس فقیر کی طرف رخ کیا — کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر

[3] در خبر خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا — نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا

حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں درمیانی درجہ بہتر ہے — خلطوں کا اعتدال مفید ہے

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض — در تنِ مردم پدید آید مرض

عارض کی وجہ سے، اگر ایک خلط بڑھ جائے — انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

بر قرینِ خویش مفزا در صفت — کاں فراق آرد یقیں در عاقبت

صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ — کیونکہ یہ یقیناً انجامِ کار جُدائی پیدا کر دیتا ہے

نطقِ موسیٰؑ بود باندازہ لیک — ہم فزوں آمد ز گفتِ یارِ نیک

حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن — نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

---

[1] تانگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگانا اس لئے کہ بسیار گوئی ایک نسبتی چیز ہے۔ میرے اعتبار سے یہ بسیار گوئی نہیں ہے میں تو سو نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع برائی سے منسوب کرنا۔ اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اُس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اعتراض کرنیوالوں کی نسبت سے تھی خود اُسکے اعتبار سے نہ تھی۔ شنعت۔ عیب، طعنہ۔ داد۔ انصاف۔

[2] سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بُری عادتیں ہیں۔ زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحابِ کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

[3] در خبر۔ حدیث شریف ہے۔ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔ اخلاطہا۔ بدن کی چاروں خلطیں سودا، صفرا، خون، بلغم اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔ عرض یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ در صفت یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کر اُس سے بڑھ کر نہ کر ورنہ اختلاف پیدا ہو جائیگا۔ نطقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو

[illegible]

آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق — گفت تو مکثری ہٰذا فراق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جُدائی بن گئی — انھوں نے کہدیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی درگذر[1] — چند گوئی رو وصال آمد بسر
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو — کتنا بولو گے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رو — ورنہ با من گنگ باش و کور شو
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، اٹھو اور جاؤ — ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ — تو بمعنیٰ رفتۂ و بگستۂ
اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے — تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہوگئے ہو

چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز — گویدت سوئے طہارت رو بتاز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہوگئے — وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ دوڑو

ور نرفتی خشک جُنباں می شوی — خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو — اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا

رو بر آنہا کہ ہم جُفتِ تو اند[2] — عاشقان و تشنۂ گفتِ تو اند
اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں — تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں بر فزود — ماہیاں را پاسباں حاجت نبود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے — مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

جامہ پوشاں را نظر بر گازرست — جانِ عُریاں را تجلّی زیورست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے — عُریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے

یاز عُریاناں بیک سو باز رو[3] — یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل — یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن

ور نمی تانی کہ کل عُریاں شوی — جامہ کم کن تا رہ اوسط روی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو — تو کپڑے کم کردے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عُذر گفتن فقیر باآں شیخ خانقاہ
خانقاہ کے شیخ کے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت — عُذر را باآں غرامت کرد جفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے — اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

[1] درگذر۔ معاف کرو۔ وصال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ۔ جو کچھ میں کہوں اُنکے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اسپر اعتراض نہ کرو۔ بستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔ بستی۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہو گے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہوگئے ہو۔ چوں حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہوجائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا رہے تو بیکار ہے محض اٹھک بیٹھک ہے نماز نہیں ہے۔

[2] رو برآنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری طرح بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں اُنکے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب افادہ اور استفادہ ختم ہوگیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں پہرہ داری کی ضرورت سونیوالوں کو ہوتی ہے اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔ جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

[3] یاز عریاناں۔ یا تو تم بھی علائقِ دنیوی قطع کرکے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ اُن سے علیحدگی اختیار کرلو۔ ور نمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہوسکتے ہو تو تعلق کو کم کرو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔

هر سوالِ شیخ را داد اُو جواب
شیخ کے ہر سوال کا اُس نے جواب دیا
چوں جواباتِ[1] خضرؑ خوب و صواب
(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب

آں جواباتِ سوالاتِ کلیمؑ
(حضرت موسیٰؑ) کلیم کے سوالوں کے جواب
کش خضرؑ بنمود از ربِّ علیم
جو اُن کو خدائے علیم کی جانب سے حضرت خضرؑ نے دیئے

گشت مشکلہاش حل و افزوں زیاد
اُن کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ)
از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا
در جوابِ شیخ ہمت بر گماشت
شیخ کے جواب میں توجہ کی

گفت راہِ اوسط ارچہ حکمت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے
لیک اوسط نیز ہم با نسبت ست
لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے

آب[2] جو نسبت باشتر ہست کم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے
لیک باشد موش را آں ہمچو یم
لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں
دو[2] خورد یا سہ[3] خورد ہست اوسط آں
دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

ور خورد ہر چار دور از اوسط ست
اگر وہ چار[4] کھائے اوسط سے دور ہے
او اسیرِ حرص مانندِ بط ست
وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

ہر کہ او را اشتہا دہ[10] ناں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو
شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
وہ چھ[6] کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

چوں[3] مرا پنجاہ ناں ست اشتہے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے
مر ترا شش گردہ، ہمدستیم نے
تجھے چھ[6] روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے
من بپانصد در نیایم در نحول
میں پانچسو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

آں یکے تا کعبہ حافی می رود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے
ویں یکے تا مسجد از خود می شود
اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے۔ تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں ایک شخص پانچسو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا اُسکے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے۔ ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر بآسانی جا سکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا اُسکے اعتبار افراط نہیں ہے دوسرا شخص جو محلہ کی مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جا سکے اُسکے اعتبار سے وہ افراط ہے۔

[1] جواباتِ خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو تسلی بخش جواب دیئے تھے۔ آں جوابات۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کی زبان سے دلائے۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ کو جس قدر اشکالات پیش آئے تھے وہ اُن کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہو گئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی انکے ہاتھ آ گئی۔ از خضرؑ۔ اُس درویش کو بھی جو بدہی کے میراث حضرت خضرؑ سے حاصل تھی، ہمت۔ باطنی توجہ۔ گفت۔ درویش نے جواب میں کہا بیشک درمیانی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا درمیانی ہونا نسبتی بات ہے ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے درمیانی ہے کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔

[2] آب جو۔ پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ ہر کرا۔ جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو درمیانی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور درمیانی بات نہ ہو گی۔ بط۔ بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ۔ جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور درمیانی بات ہے۔

[3] چوں مرا۔ پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیوں کی خوراک والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت۔ ایک شخص نماز کی

آں یکے[۱] در پاکبازی جاں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی
ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
دوسرے کی جان نکلتی ہی یہاں تک کہ ایک روٹی دی

ایں وسط در با نہایت می رود
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے
کہ مر اورا اول و آخر بود
جن کا اول اور آخر ہو

اول و آخر ببائد تا دراں
اول اور آخر چاہیئے تاکہ ان میں
در تصور گنجد اوسط یا میاں
اوسط یا بیچ متصور ہو سکے

بے نہایت چوں ندارد دو طرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے
کے بود او را میانہ منصرف
تو اسکے لئے (افراط و تفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہوسکتا ہے

اول و آخر نشانش کس نداد
اس کے اول اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا
گفت لو کان لہ البحر مداد
فرمایا، خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں

ہفت دریا گر شود کلی مدید[۲]
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں
نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید
ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بود یکسر قلم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں
زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حبر و قلم فانی شود
یہ سب روشنائی اور قلم فنا ہوجائینگے
ویں حدیث بے عدد باقی بود
یہ ان گنت بات باقی رہے گی

حالت من خواب را ماند گہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے
خواب پندارد مر او را گمرہے
اس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشم من خفتہ دلم بیدار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ
شکل بیکار[۳] مرا برکار داں
میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبر کہ عینای تنام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں
لا ینام قلبی عن رب الانام
میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں
لیک کے خسپد دلم اندر وسن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

۱ آں یکے - ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط - ابتک تو اس درویش نے یہ سمجھایا تھا کہ میری خوراک انکے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہوسکتا ہے لیکن لامحدود اور لامتناہی کا وسط متعین نہیں کیا جاسکتا کلمہ اور کلام لامحدود ہے۔ لو کان البحر مدادا قرآن پاک میں ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہوجائیگا قبل اسکے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔ اگرچہ اس جیسا اور سمندر مدد کیلئے لائیں یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلمہ اور کلام مراد لیکر استدلال ذکر کردیا ہے۔ ۲ مدید - مداد کا اما لہ ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ - تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں۔ حبر روشنائی۔ حدیث بے عدد - اللہ کے کلمات۔ حالت - اب اس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے —— ۳ شکل بیکار - یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اس وقت بھی دل یاد خدا میں ہوتا ہے۔ گفت - حدیث شریف ہے۔ تنام عینای ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔ وسن - نیند۔

چشمِ تو[۱] بیدار و دل رفتہ بخواب — چشمِ من خفتہ دلم در فتحِ باب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے — میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں مشغول ہے

مَر دلم را پنج حسِّ دیگر ست — حسِّ دل را ہر دو[۲] عالم مَنظَرست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں — دل کے حس کیلئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

تو ز[۳] ضعفِ خود مکُن در من نگاہ — بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ — تیرے لئے رات ہے، مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ — عینِ مشغولی مرا گشتہ فراغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے — تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گِل مرا گِل گشتہ گُل — مَر ترا ماتم مرا سُور و دُہُل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے — تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے

در زمینم با تو ساکن در محل — می دَوَم بر چرخِ ہفتم چوں زحل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں — ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ منست — برتر از اندیشہا پایہ منست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے — میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام — خارج اندیشہ پویاں گشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں — میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکمِ[۳] اندیشہ ام محکوم نے — زانکہ بنّا حاکم آمد بر مبنے
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں — کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خَلقاں سُخرۂ اندیشہ اند — زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے — اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم — چوں بخواہم از میاں شاں بر جہم
میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں — جب چاہتا ہوں اُن کے درمیان سے کود جاتا ہوں

من چو مرغِ اوجم اندیشہ مگس — کے بُوَد بر من مگس را دسترس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے — مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

---

۱ چشمِ تو بیدار۔ درویش نے معترض سے کہا۔ فتحِ باب۔ یعنی اسرارِ الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مَر دلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں۔ حواسِ ظاہری عالمِ دنیا کا اِدراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالمِ آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔

۲ تو ز ضعف یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر۔ تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے دنیاوی مشاغل تیرا قید خانہ ہیں میں اِس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغلِ دنیوی سے آزاد ہوں، مشاغلِ دنیوی میں تو مشغول ہے میں اُن سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے توجہ الی الحق کا ذریعہ ہے تو یہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور خوشی کا ذریعہ ہے۔ دُہل ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔ در زمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالمِ بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ منست۔ میرا جسمِ ناسوتی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر و اندیشہ سے بالا تر ہے۔

۳ حاکمِ اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے تابع ہوتے ہیں اِسی لئے غم و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرندہ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔

قاصداً[1] زیر آیم از اوجِ بلند
میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں
تا شکستہ پایگاں بر من تنند
تاکہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہوجائیں

چوں ملالم گیرد از سفلی صفات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہوجاتا ہوں
بر پرم ہمچوں طیور الصافات
الصافات پرندوں کی طرح اوپر اُڑ جاتا ہوں

پرِّ من رستست ہم از ذاتِ خویش
میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں
بر نچفسانم دو پرِّ من با سریش
میں اپنے دونوں پر سریش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفرِ طیار[2] را پر جاریہ ست
(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں
جعفرِ طرار را پر عاریہ است
جعفر طرار کے پر مانگے ہوئے ہیں

نزد آنکہ لم یذق دعویست ایں
جس نے مزا نہ چکھا ہو اُسکے لئے یہ باتیں محض دعویٰ ہیں
نزد سکانِ اُفق معنیست ایں
اُفق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعوی باشد ایں پیشِ غراب
کوّے کے سامنے یہ محض دعویٰ اور ڈینگ ہے
دیگ تی و پُر یکے پیشِ ذباب
مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ در تو می شود لقمہ گہر
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے
تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ[3] روزے بہرِ دفعِ سوءِ ظن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کیلئے
در لگن قے کرد و پُر دُر شد لگن
سلپچی میں قے کردی اور سلپچی موتیوں سے بھر گئی

گوہرِ معقول را محسوس کرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا
پیرِ بینا بہرِ کم عقلیِ مرد
بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے
قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
حلق پر تالا لگا دے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ جلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بنجائے
ہر چہ خواہد گو بخور اُو را حلال
کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اُس کیلئے حلال ہے

---

[1] قاصداً- انبیاء اور اولیاءؒ اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام اُن سے مستفید ہوسکیں۔ چوں ملالم۔ جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پرِّ من۔ یہ میرا عروج میرا ذاتی ہے مستعار نہیں ہے۔

[2] جعفر طیار- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں ۸ھ میں غزوہ مُوتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضورؐ نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت میں دو بازو ایسے عنایت کر دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں اِس بشارت کی وجہ سے اُن کا لقب طیار "بہت اُڑنے والا" اور ذوالجناحین "دو بازوؤں والا" پڑا۔ جعفر طرار۔ جیب تراش جعفر عرب کا بہت چالاک شخص تھا جس نے دو فرضی بازو لگا رکھے تھے۔ نزد۔ اسرار کی یہ باتیں اُن لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اِس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحابِ ذوق کیلئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غراب۔ کوا جو چالاکی میں مشہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے پُر اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے۔

تی- تہی کا مخفف ہے- چونکہ جبکہ لذیذ غذائیں شہوانی قوتوں کے اضافہ کا سبب نہ بنیں تو حسب خواہش کھائی جاسکتی ہیں ——— [3] شیخ روزے- وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھایا- گوہرِ معقول- کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اولیاء کے پیٹ میں پُر انوار بنتا ہے لیکن انھوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ- عوام اور راہِ سلوک طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے اس لئے اُن کو کم خوری چاہیئے۔

در[1] بیانِ صدقِ دعویٰ کہ محضِ معنیٰ بُوَد نزدیکِ صاحبِ حال و دُوریِ بیگانگاں

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحبِ حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اُس سے دُوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من	نیست دعویٰ گفتِ معنیٰ لانِ من
اگر تو میری جان سے واقف ہے	میری حقیقت آشنایانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے
گر بگویم نیم شب پیشِ توام	ہیں مترس از شب کہ من خویشِ توام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں	خبردار، رات (ہونیکی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں
ایں دو دعویٰ پیشِ تو معنیٰ بود	چوں شناسی بانگِ خویشاوندِ خود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہونگے	جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے
پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک	ہر دو معنیٰ بود پیشِ فہمِ نیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں	دونوں دعوے اچھی سمجھ کیلئے حقیقت ہوں گے
قربِ آوازش گواہی می دہد	کایں دم از نزدیکِ یارے می جہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے	کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آرہی ہے
لذتِ[2] آوازِ خویشاوند نیز	شد گوا بر صدقِ آں خویشِ عزیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی	اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی
باز بے الہامِ احمق کو ز جہل	می نداند بانگِ بیگانہ ز اہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے	غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے
پیشِ اُو دعویٰ بُوَد گفتارِ اُو	جہلِ اُو شد مایۂ انکارِ اُو
اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی	اُس کا جہل اُس کے انکار کا سرمایہ ہوگا
پیشِ[3] زیرک کاندرونش نورہاست	عینِ ایں آواز معنیٰ بُود راست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں	بعینہ یہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے
یا بتازی گفت یک تازی زباں	کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں
یا کوئی عربی زبان داں عربی میں کہے	کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں
عینِ تازی گفتنش معنیٰ بود	گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہوگی	اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

[1] در بیان۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گر تو ہستی۔ اگر تو صاحبِ باطن ہے۔ دعویٰ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو گفت معنیٰ لان۔ لان مخفف لانہ بمعنیٰ آشیانہ ہے معنیٰ لان یعنی لانہ معنیٰ اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم۔ یہ اسکی پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایں دو دعویٰ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا۔ فہم نیک۔ عقل سلیم ان دونوں دعووں کو حقیقت دان سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔

[2] لذت۔ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔ باز بے الہام۔ جو اللہ کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں اُن کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔

[3] پیشِ زیرک۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور اُن کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے۔ یا بتازی۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی دانی کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔

یا نویسد[1] کاتبے بر کاغذے ❊ کاتب و خط خوانم و من ابجدے

یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے ❊ میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود ❊ ہم نوشتہ شاہدِ معنیٰ بود

یہ لکھا ہوا اگرچہ دعوے ہے ❊ لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش ❊ درمیانِ خواب سجّادہ بدوش

یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا ❊ خواب میں کندھے پر مصلّیٰ ڈالے ہوئے

من بُدم آں و آنچہ گفتم خواب دَر ❊ با تو اندر خواب در شرحِ نظر

وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا ❊ تجھے نظر (وفکر) کی تشریح میں

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن ❊ ایں سخن را پیشوائے ہوش کن

یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے ❊ اس بات کو ہوش کا راہبر بنالے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن ❊ معجزہ نو باشد و رازِ کہن

جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا، یہ بات ❊ نیا معجزہ ہوگی اور پرانا راز

گرچہ دعویٰ می نماید ایں ولے ❊ جانِ صاحب واقعہ گوید بلے

اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے، لیکن ❊ صاحبِ واقعہ کا دل ہاں کہتا ہے

پس[2] چو حکمت ضالّہ مؤمن بود ❊ آں ز ہر کہ بشنود مُوقن شود

جبکہ دانائی کی بات مؤمن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے ❊ اُسکو جس سے سنتا ہے یقین کرنیوالا ہوجاتا ہے

چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط ❊ کے بود شک چوں کند خود را غلط

جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اُسکے سامنے پاتا ہے ❊ شک کب ہوسکتا ہے؟ اپنے آپکو غلط کیسے بناسکتا ہے؟

تشنۂ را چوں بگوئی تو شتاب ❊ در قدح آب است بستاں زود آب

جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ ❊ پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رَو ❊ از برم اے مدّعی مہجور شو

کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا ❊ اے مدّعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں ❊ جنسِ آب است و ازاں ماءِ مَعیں

یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لاکر یہ ❊ پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا[3] بطفلِ شیر مادر بانگ زد ❊ کہ بیا من مادرم ہاں اے وَلَد

یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو ❊ کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

---

[1] یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر یہ لکھے کہ میں حروفِ تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعویٰ بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے اگر کوئی بزرگ کسی سے اُس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کر دے اور یہ کہے کہ تم نے جو خواب میں ایک شخص دیکھا تھا اور اُس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو تم اُسکے دعوے کو فوراً مان لوگے اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ بنوگے۔ رازِ کہن۔ یعنی جو خواب میں دیکھا تھا۔ صاحبِ واقعہ۔ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔

[2] پس چو حکمت۔ حکمت و دانائی کی بات کو مومن کی گم شدہ چیز قرار دیا گیا ہے، اپنی چیز گم کرنیوالا جب گم شدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے اُس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آ جا پیالے میں پانی ہے، لے لے تو فوراً دوڑ پڑیگا کبھی دلیل کا طالب نہ ہوگا۔

[3] یا بطفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آ جا میں دودھ پلا دوں تو وہ بچہ فوراً اُس کا دعویٰ مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔

طفل گوید مادرا حجت بیار — تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟ — تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

در دلِ[۱] ہر اُمتی کز حق مزہ ست — روی و آوازِ پیمبر مُعجزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے — پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے

چوں پیمبر از بروں بانگے زند — جانِ اُمت در درون سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے — اُمت کی رُوح اندر سجدہ کرتی ہے

زانکہ جنسِ بانگِ اُو اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں — روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سُنی

آں غریب[۲] از ذوقِ آوازِ غریب — در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجب آواز کے ذوق سے — سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے

چوں کُند سجدہ ز جان و دل غریب — از زبانِ حق شنید اِنّی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

سجدہ کردنِ یحییٰؑ و مسیحؑ یک دیگر را در شکمِ مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ[۳] یحییٰؑ چو حامل بُود از و — بُود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ جب اُن سے حاملہ تھیں — (حضرت) مریمؑ کے رُوبرو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰؑ بمریم در نہفت — پیشتر از وضعِ حملِ خویش گفت
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے حضرت مریمؑ سے آہستہ سے — اپنے وضع حمل سے پہلے —— کہا

کہ یقیں دیدم درونِ تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسولِ آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں بادشاہ ہے — جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چوں برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حملِ من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی — اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا

ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم اُفتاد درد
پیٹ کے اِس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا — جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریمؑ من درونِ خویش ہم — سجدۂ دیدم ازیں طفلِ شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں — اِس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

---

[۱] در دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے نبی کا چہرہ اور اُس کی آواز ہی اُن کے لئے معجزہ ہوتی ہے وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ نبی کی دعوت پر فوراً اُن کی روح سرِ تسلیم خم کردیتی ہے۔

[۲] غریب۔ یعنی دنیا کا مسافر، راہِ سلوک کا مسافر۔ آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ در سجود آید۔ یعنی اطاعت کرلیتا ہے سرِ تسلیم خم کردیتا ہے۔ اِنّی قریب۔ بیشک میں نزدیک ہوں قرآنِ پاک میں ہے۔ جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں اُن سے قریب ہوں۔

[۳] مادرِ یحییٰؑ۔ یعنی حضرت زکریاؑ کی بیوی یہ حضرت یحییٰؑ کی ماں ہیں۔ مریمؑ۔ حضرت مسیحؑ کی والدہ محترمہ۔ وضعِ حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔ اولوالعزم۔ صاحبِ عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، آنحضور علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسولِ آگاہ۔ یعنی صاحبِ کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو

اِشکال آوردنِ نا داناں بریں قصّہ

نادانوں کا اِس قصہ پر اِشکال لانا

اَبلہاں گویند ایں[1] افسانہ را | خط بکش زیرا دروغ ست و خطا

بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصہ پر | لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

زانکہ مریمؑ وقتِ وضعِ حملِ خویش | بود از بیگانہ دور و ہم ز خویش

کیونکہ حضرت مریمؑ اپنے وضعِ حمل کے وقت | اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جُفتِ کس نشد | از برونِ شہر اُو واپس نشد

حضرت مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں | وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از برونِ شہر آں شیریں فسوں | تا نشد فارغ نیامد خود درُوں

وہ شیریں دم شہر کے باہر سے | جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوں[2] بزادش آنگہانش بر کنار | بر گرفت و برد تا پیشِ تبار

جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں | لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا | گوید اُو را ایں سخن در ماجرا

(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے اُنکو کہاں دیکھا تاکہ | قصہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصّہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہلِ خاطر ست | غائبِ آفاق اُو را حاضر ست

اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحبِ دل ہے | غائبِ دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید در نظر | مادرِ یحییٰؑ کہ دور ست از بصر

(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے | (حضرت) یحییٰؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں

دیدہا[3] بستہ بہ بیند دوست را | چوں مشبّک کردہ باشد پوست را

آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہو | جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ور ندیدش نز برون و نز دروں | از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں

اگر انھوں نے انھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر | اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کرلے

نے چناں کافسانہا بشنیدہ | ہمچو شیں بر نقشِ اُو چسپیدہ

کیا ایسا نہیں ہے کہ تونے قصے سُنے ہیں | (اور) شین کی طرح اُنکے نقش سے تو چپٹ گیا ہو

[1] ایں افسانہ۔ یعنی دونوں حمل کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ۔ خط بکش۔ قلم پھیر دے۔ زانکہ۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصہ میں ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا "اسپر مریمؑ کو حمل رہ گیا وہ حمل لیکر کہیں الگ دُور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔ یعنی حضرت مریمؑ کے حالتِ حمل میں اُنکے پاس کوئی دوسرا نہ تھا۔ واپس نشد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئیں تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحییٰؑ کی والدہ کہاں تھیں۔ شیریں فسوں۔ حضرت مریمؑ۔

[2] چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ "وہ مریم اُس بچہ کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں"۔ تبار۔ خاندان، قبیلہ۔ ایں بداند۔ اِس قصہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحبِ دل ہو کر غائب از نظر چیزیں بھی اُسکے سامنے ہوں۔ پیشِ مریمؑ۔ ایک جواب ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔

[3] دیدہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعہ اپنے بدن کو چھلنی بنا دیا ہو وہ آنکھیں بند کر کے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ ور ندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحییٰؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصہ غلط بھی ہو تو نتیجہ جو صحیح ہے اُسپر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ نے چناں۔ تم سب افسانے سُنتے ہو جن کا نفس الامر میں وجود نہیں ہوتا لیکن دلچسپی سے انکو سنکر صحیح نتیجہ نکال لیتے ہو۔ ہمچو شیں۔ حرف شین لفظ نقش کیساتھ ایسا جڑا ہوا ہے کہ اسکی اُس سے علیحدگی ناممکن ہے۔

تا ہمی گفت آں کلیلہ[1] بے زباں — چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
حتی کہ بے زبان اُس کلیلہ نے کہا — اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سُن لی؟

ور بدانستند لحن ہمدگر — فہمِ اُو چوں کرد بے نطق ایں بشر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے — بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا!

درمیانِ[2] شیر و گاو آں دمنہ چوں — شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح — قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاوِ نبیل — چوں ز عکسِ ماہ ترساں گشت پیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟ — ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتریست — ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے — ورنہ کوّے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟

اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست — اندرو معنیٰ مثالِ دانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے — اُس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے

دانۂ معنیٰ بگیرد مردِ عقل — ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے — پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو جائے

در بیانِ[3] ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار — گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
بلبل اور گل کا قصہ سُن — اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو — بشنو و معنیٰ گزیں ز افسانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو — سُن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سرِّ گفت ہست — ہیں بہ بالا پر مپر چوں جغد پست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے، — خبردار! اونچا اُڑ، چغد کی طرح نیچے نہ اُڑ

گفت در شطرنج کایں خانۂ رخ ست — گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رُخ کا گھر ہے — (دوسرے نے) کہا اُسکو گھر کہاں سے مل گیا؟

خانہ را بخرید یا میراث یافت — فرخ آں کس کو سُوئے معنیٰ شتافت
اُس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا — مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا

لے کلیلہ و دمنہ - دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اِس کتاب میں درج ہے اُسمیں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اُسنے کیسے سُن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اُس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔

ے درمیاں - اُسمیں لکھا ہے دمنہ، شیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اُس نے دونوں کو دھوکا دیدیا چون وزیر۔ اُسمیں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔ ایں کلیلہ - غرضیکہ سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوّے اور لقلق کا کیا جھگڑا اسلئے بر ادر۔ لیکن اِن تمام قصوں سے نتائج اخذ کر لئے جاتے ہیں لفظوں کی مثال پیمانہ کی سی ہے اور معنیٰ کی مثال غلہ کی سی ہے مقصود غلہ ہے نہ کہ پیمانہ۔

سے در بیان - شمع و پروانہ اور گل و بلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ اُن سے مقصود معنیٰ اور نتائج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے - گل و بلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں مگر چہ۔ ان خبردار ہیں اگرچہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصدِ کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت در شطرنج - نقلی رخ بخشی کی مثال ہے رخ۔

گفت نحوی زید عمرواً قد ضرب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا

گفت چونش کرد بے جرمے ادب
(شاگرد نے) کہا، اسکو بے خطا کیوں سزا دی؟

عمرو را جرمش چہ بُد کاں زید خام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اُس نالائق زید نے

بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
اُس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا

گفت ایں پیمانۂ معنیٰ بُود
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں

گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
معنیٰ کو لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے

زید و عمرو از بہرِ اعراب ست و ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں

گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے

گفت نے من آں ندانم عمرو را
(شاگرد نے) کہا، میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو

زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا؟

گفت از لاچار و لاغے بر کشود
(نحوی نے) اُس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی

عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرالی تھی

زید واقف گشت دزدش را بزد
زید کو پتہ چل گیا اُس نے اپنے چور کو مارا

چونکہ از حد بُرد او را حد سزد
چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اِس کیلئے سزا مناسب تھی

پذیرا آمدنِ سخنِ باطل در دلِ باطلاں
باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل و جاں سے مان لیا

کژ نماید راست در پیشِ کژاں
ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے

گر بگوئی احولے را مہ یکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے

گویدت ایں دو ست و در وحدت شکے ست
وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے

ور بر و خندد کسے گوید دو ست
اور اگر اُس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں

راست دارد ایں سزائے بد خواست
سچ سمجھ لے گا، بدخصلت کی سزا یہی ہے

بر دروغاں جمع می آید دروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے

لِلْخَبِيثَاتِ الْخَبِيثُونَ زد فروغ
خبیث لوگ خبیث عورتوں کیلئے ہیں، واضح ہے

دل فراخاں را بود دست فراخ
فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے

چشم کوراں را عثار سنگلاخ
اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

۱؎ گفت نحوی۔ قد ضرب زیداً عمرواً نحو میں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے، عمرو اور عمر میں فرق کیلئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کی بجائے یہ سوالات کرنا فضول کج بحثی ہے گفت ایں۔ استاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ ست۔ اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے اِس سے کیا بحث تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر بھی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ لاغ۔ مذاق۔ عمرو۔ انمیں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اُسنے چرالی تھی اسلئے اسکو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔

۲؎ پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج ہیں۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا چاند کا دو ہونا جو غلط ہے اسکو تسلیم کرے گا۔

۳؎ بر دروغاں یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ دل فراخاں۔ وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ ٹھوکر، پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

هر که او جنسِ دروغ ست اے پسر | راست پیشِ او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے | سچ اُس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے

هر کرا دندانِ صدقے رستہ شد | از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں | وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہوگیا

جُستنِ [1] آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اُس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اُس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں | کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا | کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

هر کسے کز میوۂ او خورد و برد | نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اُس کا میوہ کھایا اور حاصل کر لیا | نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے | بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سُن لیا | درخت اور اُس کے میوے کا عاشق ہوگیا

قاصدِ دانا ز دیوانِ ادب | سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد | تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہا می گشت آں قاصد ازو [2] | گردِ ہندستاں برائے جستجو
اُس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا | تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہرِ ایں مطلوب گشت | نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر بہ شہر گھوما | نہ کوئی جزیرہ بچا، نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پرسید کردش ریشخند | کایں نجوید جز مگر مجنونِ بند
اُس نے جس سے پوچھا اُسنے اُسکی مذاق اُڑائی ہے | کہ یہ (درخت) پاگلخانہ کے لائق مجنون کے سوا کوئی تلاش کرےگا

بس کساں صفعش زدند اندر مزاح | بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اُڑائے | بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوئے چوں تو زیرک سینہ صاف | کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہین کی تلاش | کب خالی جائیگی! کہاں بیکار ہوگی؟

وِیں [3] مراعاتش یکے صفعِ دگر | ویں ز صفعِ آشکارا سخت تر
اِس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی | یہ چپت (اس) کُھلے ہوئے چپت کے زیادہ سخت تھا

---

[1] جُستن - اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت - ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اُس کا میوہ کھالے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہے - بادشاہ نے اِس بیان کے لفظوں کیطرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔

[2] ازو - یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو - یعنی درخت کی تلاش میں۔ ریشخند - مذاق، دل لگی۔ مجنونِ بند - وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کے قابل ہو۔ صفع - چپت، طمانچہ۔ مزاح - مذاق۔ گزاف - فضول۔

[3] ویں مراعاتش - اِس طرح کی غلط ہمدردی اُس کیلئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

می ستودندش تسخر[1] کاے بزرگ ۔۔۔ در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ
مذاق میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! ۔۔۔ فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز ۔۔۔ بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز
فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے ۔۔۔ جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اس کی ہر شاخ موٹی ہے

قاصدِ شہ بستہ در جُستن کمر ۔۔۔ می شنید از ہر کسے نوعِ دگر
بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمربستہ تھا ۔۔۔ (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالہا ۔۔۔ می فرستادش شہنشہ مالہا
وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا ۔۔۔ بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب ۔۔۔ عاجز آمد آخر الامر از طلب
جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں ۔۔۔ انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آگیا

ہیچ از مقصود[2] اثر پیدا نشد ۔۔۔ زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا ۔۔۔ اس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ اُمید اُو بگستہ شُد ۔۔۔ جُستۂ اُو عاقبت ناجستہ شُد
اُس کی اُمید کا سلسلہ ٹوٹ گیا ۔۔۔ انجام کار اس کا (قابلِ جستجو) ناقابلِ جستجو ہوگیا

کرد عزمِ بازگشتن سوئے شاہ ۔۔۔ اشک می بارید و می برید راہ
اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کرلیا ۔۔۔ آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سِرِّ آں درخت را با آں طالبِ مُقلّد

اُس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم ۔۔۔ اندراں منزل کہ آیس[3] شد ندیم
ایک شیخ عالم، قطب شریف (رہتا) تھا ۔۔۔ اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیشِ اُو روم ۔۔۔ ز آستانِ اُو براہ اندر شوم
بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں ۔۔۔ (شاید) اُس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں

تا دعائے اُو بود ہمراہِ من ۔۔۔ چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من
تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے ۔۔۔ چونکہ میں مقصود سے مایوس ہوگیا ہوں

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب ۔۔۔ اشک می بارید مانندِ سحاب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا ۔۔۔ ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

[1] تسخر۔ تمسخر۔ ہول۔ یعنی ہولناک۔ سترگ۔ بڑا عظیم الشان۔ گبز۔ موٹا۔ نوعِ دگر یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت سفر سیر۔ مالہا۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔

[2] مقصود یعنی درخت۔ غرض یعنی درخت۔ غیر خبر۔ یعنی باتوں کے سوا۔ جُستۂ او۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا وہ ناقابلِ جستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالبِ مقلد یعنی وہ قاصد۔ قطبے۔ یعنی وہ شیخ قطبِ وقت تھا۔

[3] آیس۔ مایوس شخص۔ ندیم۔ شریک مجلس۔ براہ یعنی اس راستہ پر پڑجاؤں جو درخت تک پہنچادے۔ دلخواہ۔ مقصد۔

گفت شیخا وقتِ رحمت، رافت[1] ست — نا اُمیدم وقتِ لُطف ایں ساعت ست

کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے — میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت و اگو کز چہ نومیدیستت — چیست مطلوبِ تو رُو با کیستت

(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری نا امیدی کس چیز سے ہے؟ — تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اِختیار — از برائے جُستنِ یک شاخسار

اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چُنا — ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادِر در جہات — میوۂ اُو مایۂ آبِ حیات

کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے — جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جُستم ندیدم زُو نشاں — جُز کہ طنز و تسخرِ ایں سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا، اُسکا نشان نہ دیکھا — سوائے اُن مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم — ایں درختِ علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے! — یہ درخت علم کا ہے عالِم کے اندر

بس[2] بلند و بس شگرف و بس بسیط — آبِ حیوانے ز دریائے محیط

جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے — محیط سمندر کا، آبِ حیات ہے

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر — زاں ز شاخِ معنیٔ بے بار و بَر

اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا — اِسی لئے (تو) معنیٰ کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شُد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب

کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج — کبھی اُس کا نام سمندر رہا اور کبھی اَبر

آں[3] یکے کش صد ہزار آثار خاست — کمتریں آثارِ اُو عُمرِ بقاست

وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے — اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

گرچہ فرد ست او اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حقِ شخصے دِگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

[1] رافت۔ مہربانی۔ لُطف۔ مہربانی شفقت۔ وا گو۔ صاف بتا۔ اِختیار۔ پسند کرنا، چُننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اَطراف۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہو جائے۔ سَرخوشاں۔ مست و بیخود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد۔ علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گذارتا ہے لہٰذا اُس کو درخت سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں تو اُس درخت سے علم مُراد ہے۔

[2] بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علم باری اُس کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ آبِ حیات ہے۔ دریائے محیط یعنی علم باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لغوی معنیٰ مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنیٰ کی شاخ سے محروم ہے گہ درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لہٰذا اُس کو درخت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اُس کی روشنی سے مُستفید ہوتے ہیں۔ گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک بے پایاں چیز ہے اُس کو سمندر سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے، لہٰذا اُس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اُس سے نتائج اور آثار لاکھوں ہیں۔ اُنہیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُسکے ذریعے سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آبِ حیات بھی ہے۔

[3] آں یکے۔ انسانوں میں ایک شخص کو مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے وہی ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے ایک کے اعتبار سے دشمن اور قہر بھی ہو دوسرے کے اعتبار سے نیک اور مہربان ہے۔

در حقِ دیگر بُود قہر و عدُو — در حقِ دیگر بُود لُطف و نکُو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے — دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حقِ دیگر بُود اُو عمّ و خال — در حقِ دیگر بُود ہیچ و خیال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے — دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے عمی[۱]
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں — اس کا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ ست — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو — تیری طرح ناامید اور پریشانی میں ہے

تو چہ بر چسپی بریں نامِ درخت — تا بمانی تلخ کام و شور بخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکتا ہے — خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں — رَو معانی را طلب اے پہلواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟ — اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بُود چوں قشر و پوست — معنیٰ اندر وے چو مغز اے یار و دوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے — اے یار اور دوست! اس میں معنیٰ گودے کی طرح ہے

درگذر[۲] از نام و بنگر در صفات — تا صفاتت رو نماید سوئے ذات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ — تاکہ صفات ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود — چشمِ تو یکرنگ بیند نیک و بد
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائیگا اور خودی سے نجات پالیگا — تیری آنکھ اچھے بُرے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خَلق از نام اُوفتاد — چوں بمعنیٰ رفت آرام اُوفتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا — وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی

اندریں معنیٰ مثالِ خوش شنو — تا نمانی تو اسامی را گرو
معنیٰ کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے — تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیانِ[۳] منازعت کردنِ چہار کس جہتِ انگور باہمدگر
انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ

بعلّت آنکہ زبانِ یکدیگر را نمی دانستند
وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

۱ از وصفے عمی۔ یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے غرض کہ صرف نام کے درپے ہونے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ ترجیح شیخ نے قاصد سے کہا درخت کے لفظ کو نہ چپٹ۔ صورتِ ظاہر درخت کے لفظ کا بظاہر وہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنی اندر وے اُنکی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔

۲ درگذر۔ جبکہ معانی کے مقابلے میں اسماء کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسماء میں نہ الجھ بلکہ صفات کی طرف ترقی کر جو اُن اسماء کے معانی ہیں اور اُن سے تو ذات تک پہنچ جائیگا جو صفات کی حقیقت ہے۔ گم شوی۔ ذات میں گم ہو کر تن پروری سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے غلبہ کی وجہ سے تیری آنکھ کے لئے نیک و بد میں یکرنگی پیدا ہو جائیگی۔ اختلاف۔ اسماء کا اختلاف صرف حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسماء کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں ہیں اُن کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

۳ بیان۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔

چار کس را داد مردے یک درم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا

ہر یکے[1] از شہرے افتادہ بہم
ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

پارسی و تُرک و رُومی و عَرب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی

جُملہ باہم در نزاع و در غضب
سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کُنم
ایرانی نے کہا کہ اِس کا کیا کروں؟

ہیں بیا تا ایں بانگوری دہم
ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں

آں یکے دیگر عرب بُد گفت لا
ایک دوسرا عرب تھا، اُس نے کہا نہیں

من عِنَب خواہم نہ انگور اے دغا
اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

آں یکے ترکی بُد اُو گفت اے گوزم
ایک ترکی تھا اُس نے کہا، اے احمق!

من نمی خواہم عِنَب خواہم اُوزم
میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا، میں اوزم چاہتا ہوں

آں یکے رُومی بگفت ایں قیل را
اُس ایک رومی نے کہا، اِس بات کو

ترک کُن خواہیم استافیل را
چھوڑ، ہم استافیل چاہتے ہیں

در تنازُع آں نفر جنگی شدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی

کہ ز سِرِّ نامہا غافل بُدند
کیونکہ وہ ناموں کے معنیٰ سے ناواقف تھے

مُشت برہم می زدند از ابلہی
حماقت سے مُکّے بازی کرنے لگے

پُر بُدند از جہل و از دانش تہی
وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی تھے

صاحب[2] سِرّے عزیزے صد زباں
معنیٰ کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا

گر بُدے آنجا بدادے صُلحِ شاں
اگر وہاں ہوتا تو اُن میں صلح کرا دیتا

پس بگفتے اُو کہ من زیں یک درم
وہ کہہ دیتا کہ میں اُس ایک درہم سے

آرزوئے جملہ تاں را می خرم
تم سب کی تمنّا خرید دیتا ہوں

چونکہ بسپارید دل را بے دغل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے

ایں درم تاں می کند چندیں عمل
تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دے گا

یک[3] درم تاں می شود چار المراد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا

چار دشمن می شود یک ز اتحاد
اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے

گفتِ ہر یک تاں دہد جنگ و فراق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کرا رہی ہے

گفتِ من آرد شمارا اتفاق
میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی

ف ١ ہر یکے۔ اسی وجہ سے اُن کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری دہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خریدیں اور سب مل کر کھائیں۔ آں یکے۔ عرب نے لا کہا جس کے معنیٰ انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں خریدوں گا، عِنَب خریدوں گا جسکے معنیٰ وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔ گوزم۔ احمق۔ اوزم۔ یعنی میں عِنَب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدوں گا جس کے معنیٰ وہی ہیں جو عِنَب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سِرِّ نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔

ف ٢ صاحبِ سِرّ۔ جو ان الفاظ کے معنیٰ اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آرزوئے۔ سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

ف ٣ یک درم۔ یعنی اس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ گفت ہر یک۔ چونکہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے۔

پس شما خاموش باشید اَنْصِتُوا [۱]

پس تم خاموش ہو جاؤ، چُپ رہو

تا زبانِ تاں می شوم در گفتگو

تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں

گر سخن تاں می نماید یک نمط

اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے

در اثر مایہ نزاع ست و سخط

نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تاں در توافق موثق ست

اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابلِ بھروسہ ہے

در اثر مایہ نزاع و تفرق ست

نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمیِ عاریتی ندہد اثر

عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے

گرمیِ خاصیتی دارد ہنر

اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں

اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دیگا

چوں خوری سردی فزاید بیگماں

تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائیگا

زانکہ گرمیِ او دہلیزی ست

اس لئے کہ اُس کی گرمی عارضی ہے

طبعِ اصلش سردی ست و تیزی ست

اُس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی کی ہے

ور بود یخ بستہ دوشاب اے پسر

اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو

چوں خوری گرمی فزاید در جگر

جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائیگا

پس ریائے شیخ بہ ز اخلاصِ ما [۲]

تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے

کز بصیرت باشد آں وین از عمیٰ

کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیثِ شیخ جمعیت رسد

شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے

تفرقہ آرد دمِ اہلِ حسد

اہلِ حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

چوں سلیمانؑ کز پئے حضرت بتاخت [۳]

جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے

او زبانِ جملہ مرغاں را شناخت

تو اُنھوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ

اُن کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے

اُنس بگرفت و بروں آمد ز جنگ

مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا

شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز

کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا

گوسفند از گرگ ناورد احتراز

بکری نے بھیڑیئے سے بچاؤ نہ کیا

او میانجی شد میانِ دشمناں

وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے

اتحادے شد میانِ پرزناں

پرندوں میں اتحاد ہو گیا

---

۱ اَنْصِتُوا - تم چُپ رہو۔ تا زبان تاں - یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں - یعنی انگور، عنب، اوزم، استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی - اِن چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہو گیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ - سرد ہے اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہوگی۔ دہلیزی - باہری، عارضی۔ دوشاب - انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اُسکی عارضی ٹھنڈک مؤثر نہیں ہے۔

۲ پس - شیخ کی ریاکاری بھی اصولِ شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اُسمیں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اِخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیثِ شیخ - چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اُس کی بات موجبِ اتحاد ہے۔ مختلف المزاج مُریدوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

۳ چوں سلیمانؑ - حضرت سلیمانؑ حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بن گئے تھے آہو و پلنگ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ متحد ہو گئے تھے۔ شد کبوتر - باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے دور میں دونوں متحد ہو گئے تھے۔ او میانجی - حضرت سلیمانؑ سب مختلف جانوروں کے درمیان صلح کرانے والے بن گئے تھے۔

تو چو مورے بہرِ دانہ میدوی | ہیں سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی[1]
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے | خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جو را دانہ اش دامے شود | واں سلیمانؑ جوی را ہر دو بود
دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اُسکا دانہ جال بنجاتا ہے | اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مرغ جانہا را دریں آخر زماں | نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے | انکو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے

ہم[2] سلیمانؑ ہست اندر دورِ ما | کو دہد صلح و نماند جورِ ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے | جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے

قولِ اِن مِّنْ اُمَّۃٍ را یاد گیر | تا بہ اِلَّا وَخَلَا فِیْہَا نَذِیْر
اِن مِّنْ اُمَّۃٍ کا قول یاد کرلے | اِلَّا وَخَلَا فِیْہَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبودست امتے | از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہوگی | صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مرغ جانہا را چناں یکدل کند | کز صفاشاں بےغش و بےغل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دِل بنا دیگا | کہ صفائی کی وجہ سے انکو بے کھوٹ اور بے کینہ کردیگا

مشفقاں[3] گردند ہمچوں والدہ | مسلموں را گفت نفسٌ واحدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے | (اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے

نفسِ واحد از رسولِ حق شدند | ورنہ ہر یک دشمنِ مطلق بُدند
رسولِ حق کی وجہ سے ایک جان ہوگئے | ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتحاد خالی از شرکت و دوئی | باشد از توحیدِ بے ما و توئی
وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو | ما و توئی سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستنِ مخالفت و عداوت از میانِ انصار برکتِ
انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہوجانا
وجودِ پیغمبرِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت | یک ز دیگر جانِ خوں آشام داشت
دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا | ایک دوسرے کیلئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

---

[1] سلیمان جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو۔ چیونٹی کی طرح جو صرف دانہ جوئی کریگا جال میں پھنسے گا سلیمان کو تلاش کریگا تو دونوں جہان کی دولت ملیگی مرغ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دور ہے اس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔

[2] ہم سلیمان۔ سلیمان صفت بزرگ ہر دور میں موجود ہیں۔ قول۔ قرآن پاک میں اِن مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْر۔ کوئی ایسی امت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی نبوت کی صفات کا حامل فرد ہوگا۔ مرغ جانہا۔ اگر اس کی دستگیری کرلی جائے تو وہ دلوں کو صاف کر کے سب کو یکدل بنادے گا۔

[3] مشفقاں۔ یعنی وہ لوگ اُن بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بنگئے۔ آنحضورؐ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔ از رسول۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اتحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بُو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب من و تو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہوجائے۔ انصار۔ اوس خزرج کے مسلمانوں کا اسلام کے بعد انصار لقب بنگیا۔ دو قبیلہ۔ اوس و خزرج دونوں قبیلے باہم لڑتے رہتے تھے ہجرت سے پہلے بھی ان کی جنگ بعاث مشہور ہے۔

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰ [1]
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے انکے پرانے کینے
محو شد در نورِ اسلام و صفا
اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اوّلاً [1] اِخواں شدند آں دشمناں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے
ہمچو اَعدادِ عنب در بوستاں
جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے

وزدمِ اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بہ بند
(پھر) اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے (ترقی کر کے) بندش
در شکستند و تنِ واحد شدند
توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ [2] انگورہا اِخواں بود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے
چوں فشردی شیرۂ واحد شود
جب تو نے انھیں نچوڑا ایک شیرہ بنگیا

غورہ و انگور ضدانند ولیک
کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں
چونکہ غورہ پختہ شد شد یارِ نیک
جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بنگیا

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند
کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا
در ازل حق کافرِ اصلیش خواند
اللہ تعالیٰ نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا

نے اخی نے نفسِ واحد باشد او
وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے
در شقاوت نحس و ملحد باشد او
وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

گر بگویم [3] آنچہ او دارد نہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے
فتنۂ اَفہام خیزد در جہاں
دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے

سرِ گبرِ کور نامذکور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے
دودِ دوزخ از ارم مہجور بہ
دوزخ کا دھواں (باغِ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

غورہائے نیک کایشاں قابل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے
از دمِ اہلِ دل آخر یکدل اند
اہلِ دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

سوئے انگوری ہمی رانند تیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں
تا دوئی برخیزد و کین و ستیز
تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

پس در انگوری ہمی درّند پوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں
تا یکے گردند و وحدت وصفِ اوست
تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اُسی کی صفت ہے

---

[1] اوّلاً۔ یعنی ابتداءً آنحضور کی برکت سے بھائی بھائی بنگئے۔ ہمچو اعدادِ عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتداءً انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وزدم یعنی ابتداءً بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کر کے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کر دیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

[2] صورت۔ یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں بنے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے وہ بھی ترقی کر کے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافرِ اصلی۔ جیسے عبداللہ بن ابی اور ابو جہل وغیرہ یہ نہ بھائی بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

[3] گر بگویم۔ کافرِ ازلی کے کفر کا اظہار مصلحتِ شریعت کے خلاف ہے یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافرِ ازلی ہے اور کون مومنِ ازلی۔ سرِ گبرِ کور۔ کورِ باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں وہ دھواں ہے اور مسلمان باغِ ارم ہیں، باغ سے دھویں کا دور رہنا بہتر ہے۔ غورہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے اہلِ دل کی صحبت میں یکجاں ہو جاتے ہیں۔ سوئے انگوری۔ انکو بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ پس در انگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر انکی مومنین سے وحدتِ تامہ ہو جاتی ہے۔

دوستِ[1] دشمن گردد ایرا ہم دو است
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ [2] دو ہیں

ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

آفریں بر عشقِ کلِ اوستاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل اُستاد ہے

صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا

ہمچو خاکِ مفترق در رہگذر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی

یک سبوشاں کرد دستِ کوزہ گر
کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا

کاتحادِ جسمہائے ماء و طین
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد

ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
ناقص ہے جان اُس کے مشابہ نہیں ہے

گر نظائر[2] گویم ایں جا در مثال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں

فہم را ترسم کہ آرد اختلال
میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم

از نشاط دور بینی در عمیٰ
تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

دور بینی کور دارد مرد را
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے

ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکند از مشرق و مغرب گذر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے

وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے

مولعیم[3] اندر سخنہائے دقیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں

در گرہہا باز کردن ما عشیق
اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بکشائیم ما
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں

در شکال و در جواب آئیں فزا
اِشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والے بن جائیں

ہمچو مرغے کو کشاید بند دام
اُس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے

گاہ بندد تا شود در فن تمام
کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

او بود محروم از صحرا و مرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے

عمرِ او اندر گرہ کاری ست خرج
اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبونِ او نگردد ہیچ دام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے

لیک پرش در شکست افتد مدام
لیکن اُس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

---

[1] دوست دشمن۔ جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے اسلئے دوست دشمن بنجاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہوجاتا ہے اسلئے کہ کوئی شخص اپنے آپ سے دشمنی نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق۔ عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔ ہمچو۔ عشق ذروں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحادِ جسمہا۔ کمہار اور ذروں سے ملکر گھڑا بنجانے کی مثال ناقص ہے جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

[2] گر نظائر۔ مومنین کے روحوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی۔ یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے۔ ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔ می کند۔ دنیاوی تفکر میں انسان ایسا محو ہوجاتا ہے کہ اسکو آس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] مولعیم۔ ہم دنیا کی اُلجھاؤ کو سلجھانے کے عاشق ہیں اور اُس میں سوال و جواب کیلئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہمچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اُس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کر رہا ہو وہ لامحالہ چمن کی سیر سے محروم رہیگا اور پوری عمر اسی کام پر صرف

کردیگا۔ [illegible]

باگرہ کم کوش تا بال و پرت
گرہ میں کم مصروف ہو تاکہ تیرے بال و پر
نگسلد یک یک ازیں کر و فرت
اس ادھیڑ بن سے ایک ایک کرکے نہ ٹوٹ جائیں

لہ صد ہزاراں مرغ پرہاشاں شکست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے
واں کمین گاہِ عوارض را نہ بست
(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے

حالِ ایشاں از نبی خواں اے حریص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے
نقّبوا فیہا ببین ہل من محیص
غور کر، انھوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ ترک و رومی و عرب
ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے
حل نشد اشکالِ انگور و عنب
انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

٢ے تا سلیمانِ لسینِ معنوی
جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان
در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اٹھتی

جملہ مرغانِ منازع بازوار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح
بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار
بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو

ز اختلافِ خویش سوئے اتحاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب
ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ

حیثُ ما کنتم فولّوا وجوہکم
تم جہاں بھی ہو اپنا رخ موڑ لو
نحوہٗ ہٰذا الذی لم ینہکم
اس کی جانب، یہ وہ ہے جس سے اس نے تمہیں نہیں روکا

٣ے کور مرغانیم و بس ناساختیم
ہم اندھے پرندے ہیں اور بہت اُجڈ
کاں سلیماں را دمے نشناختیم
کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا

ہمچو جغداں دشمنِ بازاں شدیم
ہم جغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے
لاجرم واماندہ و ویراں شدیم
لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے

می کنیم از غایتِ جہل و عمیٰ
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں
قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ

جملہ مرغاں کز سلیماں روشن اند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (دل) ہیں
پر و بالِ بے گنہ کے بر کنند
وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟

بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لیجاتے ہیں
بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں

لہ صد ہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔ از نبی۔ قرآن پاک میں ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ، هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ۔ - اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو کہ ان سے بل بوتے میں بڑھ کر تھیں انھوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے "یعنی وہ ہلاک ہو گئے۔ از نزاع۔ ان چاروں شخصوں کی لڑائی معاملہ کو حل نہ کر سکی تھی۔ ٢ے تا سلیمان۔ "مردے ز غیب بروں آید و کارے بکند" یا امام مہدی مراد ہیں۔ لسین۔ بوزنِ امین زبان داں۔ طبل باز۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ ز اختلاف۔ رسم و رواج کے اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جاؤ۔ حیثُ ما کنتم۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نماز میں قبلہ رُخ ہو جائیں مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہیئے یہی چیز اتحاد پیدا کر دے گی۔ ٣ے کور مرغانیم۔ بزرگانِ دین سلیمانِ وقت ہیں ہم اتنے اندھے ہیں کہ انکو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمچو جغداں۔ جغدوں کی باز سے دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بازاں۔ وہ بزرگ جو طائرانِ قدس ہوں۔ عزیزاں۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاں۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ

کبھی ظلم نہیں کرتے ہیں بلکہ معذوروں کی خدمت کرتے ہیں۔ چینہ۔ کنگنی۔ ایک غلّہ ہے جو پرندوں کو کھلایا جاتا ہے۔

ہُدہُدِ[1] ایشاں پئے تقدیس را — مے کُشاید راہِ صد بلقیس را
ان (میں) کا ہُدہُد تقدیس کے لئے — سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے

زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود — بازِ ہمت آمد و مَازَاغ بود
ان کا کوّا اگرچہ بظاہر کوّا تھا — ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

لکلکِ ایشاں کہ لکلک می زند — آتشِ توحید در شک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے — وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

واں کبوتر شاں ز بازاں نشکہد — باز سر پیشِ کبوتر شاں نہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے — باز اُن کے کبوتر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے

بُلبُلِ[2] ایشاں کہ حالت آرد اُو — در درونِ خویش گلشن دارد اُو
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے — وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطیِ ایشاں ز قند آزاد بود — کز درون قندِ اَبد رُویش نمود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا — کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر — بہتر از طاؤس پرّانِ دگر
اُن کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں — دوسروں کے موروں جیسے پَروالوں سے بہتر ہیں

کبکِ ایشاں خندہ بر شاہیں زند — در تعلّق راہِ علّیین زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اُڑاتی ہے — تعلق (مع اللہ) میں علّیین کا راستا اختیار کرتی ہے

مَنطق الطّیرانِ[3] خاقانی صداست — منطق الطّیرِ سُلیمانی کجاست
خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے — وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

تو چہ دانی بانگ مُرغاں را ہمے — چوں ندیدستی سُلیماں را دمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟ — جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پرِ آں مُرغے کہ بانگش مُطرب ست — از بُرونِ مشرق و وز مغرب ست
اُس پرندکا پر جس کی آواز مست کرنیوالی ہے — وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

---

[1] ہُدہُد۔ چونکہ شیخِ وقت کو سلیمانِ وقت قرار دیا لہٰذا اس کے مُریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیس یعنی سبوحٌ قدوسٌ کا وظیفہ پڑھنا حضرت سلیمانؑ کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے راہنما بنی تھی۔ مَازَاغ۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی یعنی کی نظر نہ کسی طرف کو بہکی اور نہ اُچٹی یعنی دیدار میں مصروف رہی۔ لکلک۔ لقلق پرندے کے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لَکَ الْحَمْدُ لَکَ الثَّنَاءُ "اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثناء ہے" کہتا ہے اور توحید کے گن گاتا ہے۔ واں کبوتر۔ مریدین اور مجازین میں سے جو مسکنت میں کبوتر ہیں دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد مضارع منفی ہے شکوہیدن۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔

[2] بلبل۔ انکی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے اُن بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤساں۔ مور کا پیر بدصورتی میں اور اس کا پر حُسن میں مشہور ہے یعنی اس شیخ کے مُریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا افعال سے زیادہ قابلِ قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ضربُ المثل ہیں۔

[3] منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی منطق الطیر حاصل تھی۔ تو چہ دانی۔ جب تم اہلُ اللہ سے نہیں ملے تو اُن کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پرِ آں مرغے۔ اُن مریدین اور متوسلین کا تعلق عالم بالا سے ہے۔

ہر یک[1] آہنگش زکرسی تا ثرے ست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے
وز ثرے تا عرش در کرّ و فرّ ے
اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے

مرغ کو بے ایں سلیماں می رود
وہ پرندہ جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے
عاشق ظلمت چو خفاشے بود
وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

با سلیماں خو کُن اے خفاشِ رد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال
تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رہ کہ بداں سو میروی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا
ہمچو گز قطبِ مساحت می شوی
تو گز کی طرح پیمائش کا مدار بن جائیگا

وانکہ لنگ و لوک آں سو می جہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے
از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
(اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پاجائیگا

قصۂ بط بچگاں کہ مرغِ خانگی پرورد شاں

بطخ کے اُن بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخمِ بطّی[2] گرچہ مرغِ خانہ ات
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے
کرد زیرِ پر چو دایہ تربیت
پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بطِ آں دریا بُدست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی
دایہ ات خاکی بُد و خشکی پرست
تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میلِ دریا کہ دلِ تو اندرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے
آں طبیعت جانت را از مادرست
تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است
خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے
دایہ را بگذار کو بد رایہ است
دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و براں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر
اندر آ در بحرِ معنیٰ چوں بطاں
بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا

گر ترا[3] دایہ بترساند ز آب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے
تو مترس و سوئے دریا راں شتاب
تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانکدے

تو بطے بر خشک و بر تر زندہ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے
نے چو مرغِ خانہ خانہ کندہ
نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے

---

[1] ہر یک۔ یعنی اسکی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ۔ یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نورِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیرِ تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ وانکہ۔ جس قدر عیب شیخ کے پاس لیکر جائیگا سب سے نجات مل جائیگی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔

[2] تخم بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے، بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہوا اسمیں سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے ذراسی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیرِ اثر ہو رہی ہے معمولی محنت سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخم بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغ خانہ۔ گھریلو مرغی۔ دایہ یعنی گھریلو مرغی۔ میل دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زین دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر رہتی ہے۔

[3] گر ترا۔ جسم انسانی عروج سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح

بحرِ وحدت سے متعلق ہے

تو ز کرّمنا[۵۱] بنی آدم شہی
تو کرّمنا بنیٓ آدم کی وجہ سے شاہ ہے

ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی
خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حملناھم علی البحری بجاں
تو روح کی وجہ سے حملناہم علی البحر (کا مصداق) ہے

از حملناھم علی البرّ پیش راں
حملناہم علی البرّ سے آگے چل

مر ملائک[۵۲] را سوئے برّ راہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے

جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے

تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مثلکم باشد بشر
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے

با دل یوحیٰ الیّ دیدہ ور
(لیکن) یوحیٰ الیّ کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے

قالب خاکی فتادہ بر زمیں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے

روح او گرداں بر آں چرخ بریں
اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

ما ہمہ[۵۳] مرغابیانیم اے غلام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں

بحر میداند زبان ما تمام
سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں

در سلیماں تا ابد داریم سیر
ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے

با سلیماں پائے در دریا بنہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ

تا چو داؤدؑ آب سازد صد زرہ
تاکہ پانی (حضرت) داؤدؑ کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے

آں سلیماں پیش جملہ حاضر ست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے

لیک غیرت چشم بند و ساحر ست
لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے

او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

جب شیخ کی طرح گھسوگے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زرہیں تیار ہو جائیں گی جو ہمیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی۔ دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔ آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی بڑائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔

۵۱ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور اُن کو خشکی اور تری میں سوار کیا"۔ مولانا نے یہاں بحر سے بحر وحدت مراد لیا ہے مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حَمَلْنٰھُمْ عَلَی الْبَحْرِ والی زندگی حاصل کرنی چاہیئے اور اُسکو بحر وحدت کی سیر کرنی چاہیئے۔

۵۲ مر ملائک۔ ملائکہ کا دنیاوی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیواں۔ حیوانات کا عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو۔ انسان میں حیوانیت بھی ہے اور ملکوتیت بھی لہٰذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح آنحضورؐ کا جسم عالم دنیا سے تعلق ہے اور دل کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔

۵۳ ما ہمہ۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر یعنی انسانی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے سلیمان شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اس سلیمان کے پرندے ہیں۔ باسلیماں۔ دریائے معرفت میں

تشنہ[1] را درد سر آرد بانگِ رعد | چوں نداند کو گشاید ابرِ سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے | جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھولدیگی

چشمِ او ماندست در جوئے رواں | بے خبر از ذوقِ آبِ آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے | وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

مرکبِ ہمت سوئے اسباب راند | از مسبّب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کیجانب دوڑادی | لامحالہ سبب پیدا کرنیوالے سے محروم ہوگیا

آنکہ[2] بیند او مسبّب را عیاں | کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے | وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مسبّب یابد اندر یک صباح | از نجات و از فلاح و از نجاح
وہ سبب پیدا کرنیوالے کیجانب سے ایک صبح کو پاجاتا ہے | نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مُثبت حیلہ مند | دہ یکے زاں گنج حاصل نا ورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں آیا | اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کرسکتے ہیں

حیران شدنِ حاجیان در کراماتِ آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگِ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بُد در میانِ بادیہ | در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا | عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد | دیدہ شاں بر زاہدِ خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اسکے پاس پہنچے | ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج | از سمومِ بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا | صحرا کی لُو اس کا علاج تھی

حاجیاں[3] حیراں شدند از وحدتش | واں سلامت در میانِ آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہوگئے | اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بُد بر روئے ریگ | ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا | ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی اُبلنے لگے

ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج۔ خوش مزاج۔ سموم۔ گرم زہریلی ہوا، لُو یعنی لُو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیراں شدند۔ اس قدر مہلک صحرا میں اس کا صحیح وسلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آبِ دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔

[1] تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہوجاتی ہیں۔ چشم او۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ادنیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ مرکب۔ جو لوگ اسبابِ دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ اُن اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کو حضرتِ حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اسکی نگاہ میں ہیچ ہوجاتے ہیں۔ عز مسبب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کرلیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کرلیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنیوالا سو سال میں بھی حاصل نہیں کرپاتا ہے۔ حیراں شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عبادان کی طرف منسوب مانا جائے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عبادان کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔

[3] حاجیاں۔ وہ صحرا اُن حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہدِ خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوقِ عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اسلئے ہم نے لاغر کا

گفتنی[1] سرمست در سبزہ و گل ست — یا سوارہ بر بُراق و دُلدل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہو — یا بُراق اور دُلدل پر سوار ہے

یا کہ پایش بر حریر و حلہاست — یا سموم اُو را بہ از بادِ صباست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں — یا اس کے لئے لُو پُروا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستادہ تازہ رُوی اندر نماز — با خضوع و با خشوع و بر نیاز
تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا — خشوع و خضوع کیساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

ق

با حبیبِ خویشتن می گفت راز — ماندہ بود استادہ در فکرِ دراز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا — لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماندند آں جماعت با نیاز — تا شود درویش فارغ از نماز
تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا — تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں ز استغراق باز آمد فقیر — زاں جماعت زندہ روشن ضمیر
جب درویش استغراق سے نکلا — اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دید[2] کابش می چکید از دست و رُو — جامہ اش تر بود از آثارِ وضو
دیکھا کہ اسکے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے — اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس بپرسیدش کہ آب از کجاست — دست را برداشت کز سوئے سماست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا — اس نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے

گفت ہر گہہ کہ خواہی می رسد — بے ز چاہ و بے ز حَبلٍ مِّن مَّسَد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے — بغیر کنوئیں اور بغیر مونج کی رسی کے

مشکلِ ما حل کن اے سلطانِ دیں — تا[3] بہ بخشد حالِ تو ما را یقیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے — تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرمادے

وا نما سرے ز اسرارے بما — تا ببریم از میاں زنّار ہا
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے — تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بکشود سوئے آسماں — کہ اجابت کن دعای حاجیاں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی — کہ حاجیوں کی دعا قبول فرمائے

رزق جوئی را ز بالا خُوگرم — چوں ز بالا بر کشودستی درم
میں (عالمِ) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں — چونکہ تو نے میرے لئے (عالمِ) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے

---

[1] گفتنی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت میں اس قدر خوش تھا جیسا کہ کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دُلدل اور بُراق کی سواری میں مسرور ہو۔ پاکہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمین کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلّہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پُروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ راز۔ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔

[2] دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔ سما۔ آسمان۔ حَبلٌ مِّن مَّسَد۔ کھجور کے پٹھے کے ریشے کی رسی یا مونج کی رسی۔

[3] تا بہ بخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے یقین کے مراتب میں اضافہ ہوجائے۔ زنّارہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالمِ بالا۔

اے نموده تو مکاں[1] از لامکاں
اے وہ! کہ تونے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے

فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ کرده عیاں
"فی السماء رزقکم" کا تونے مشاہدہ کرا دیا ہے

درمیانِ ایں مناجات ابرِ خوش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر

زود پیدا شد چو پیلِ آبکش
پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت
اُسنے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا

در گو و در غارہا مسکن گرفت
جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابر[2] می بارید چوں مشک اشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا

حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب در بیاباں وانمود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا

ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

یک جماعت زاں عجائب کارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے

می بریدند از میاں زنّارہا
کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی

قومِ دیگر را یقیں در ازدیاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی

زیں عجب[3] وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اس تعجب خیز واقعہ کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملے کو زیادہ جاننے والا ہے

قومِ دیگر ناپذیرا ترش و خام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے

ناقصانِ سرمدی تَمَّ الْکَلَام
(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

ختم شد

[1] مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالمِ بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں میں ہے تمہارا رزق"۔ مناجات۔ سرگوشی، دعا۔ گو۔ گڑھا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

[2] ابر۔ جو ابر نمودار ہوا اس نے اس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زنّارہا۔ یعنی ان لوگوں کے تشکوک و شبہات زائل ہو گئے۔

[3] عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

فہرستِ مضامینِ مثنویِ مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر ۲ دوم

تمام شد

